اچانک میں نے اپنے سائے کو بری طرح سے لرزتے اور تڑپتے دیکھا۔ میں اپنی جگہ پتھر کا بت بنا کھڑا تھا مگر میرا سایہ حرکت کر رہا تھا وہ بری طرح سے لرز اور تڑپ رہا تھا۔ اسے حرکت کرتے لرزتے اور تڑپتے دیکھ کر اپنے ہمزاد کو تسخیر کرنے کے لئے جو عمل پڑھ رہا تھا وہ میں نے اور زیادہ اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ جوں ہی میں نے عمل کے الفاظ اونچی آواز میں پڑھنا شروع کئے سائے کی لرزش اور تڑپ میں کئی گنا اضافہ ہو گیا جیسے کسی انسان کو کند چھری سے ذبح کیا جا رہا ہو اس کے ساتھ ہی مجھے ہر طرف سے عجیب اور خوفناک آوازیں آنی شروع ہو گئیں یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں بد روحیں مل کر بین کر رہی ہوں ان خوفناک آوازوں کو سن کر میں بری طرح سہم گیا میں نے دل میں سوچا کہ میں عمل پڑھنا فوراً ترک کر دوں لیکن پھر موت کے بھیانک احساس نے مجھے اس عمل کو ترک کرنے سے روکے رکھا اور پھر میں

مسلسل تین دنوں سے کچھ کھائے پیئے بغیر اسی حالت میں دشمن ملک بھارت کی قید میں تھا جنہوں نے مجھے میرے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں موت کی سزا سنا دی تھی۔ مجھے موت کی کرسی پر بٹھائے جانے والے بہتر گھنٹوں کی مہلت میں سے زیادہ سے زیادہ اب مزید دو یا تین گھنٹے باقی رہ گئے تھے اور میں اپنی جان بچانے کے لئے ایک قدیم نسخے کی دریافت پر اپنے ہمزاد اپنے سائے کو تسخیر کرنے کے لئے تین روز سے بھوکا پیاسا اور مسلسل جاگ کر تسخیر ہمزاد کا عمل پڑھے جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے میری حالت اس قدر پتلی اور ابتر ہو گئی تھی کہ ٹانگوں اور کمر میں جیسے موٹی موٹی سلائیں گڑ کر رہ گئیں ہوں اور بھوک پیاس سے میرا حلق ہی نہیں میرا معدہ بھی سوکھ کر کانٹا بن کر رہ گیا تھا۔ نیند کے شدید دباؤ سے میرے دماغ کی شریانیں پھٹ رہی تھی۔ اپنی اس حالت کی وجہ سے میں کبھی بھی اور کسی بھی لمحے گر سکتا تھا اور اگر میں ایک بار گر جاتا تو شاید دوبارہ کبھی نہ اٹھ پاتا مگر اپنے ناکردہ گناہوں کی ملی ہوئی موت کی سزا کے خوفناک احساس نے مجھے ابھی تک گرنے نہیں دیا تھا۔ میں انتہائی اذیت میں ہونے کے باوجود اپنے سائے کو قابو کرنے کی سعی میں مصروف تھا اور اب اچانک جب میں نے اپنے سائے کو اس طرح حرکت کرتے لرزتے اور تڑپتے دیکھا تو میرے اندر جیسے ایک نئی توانائی نیا ولولہ اور زندگی کی نئی لہریں سی دوڑتی چلی گئی تھیں۔

میرا تاریک ہوتا ہوا ذہن جیسے پھر سے روشن ہو گیا تھا۔

اور پھر میرے سائے نے اچانک میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے پیروں کو چھوڑ کر آگے رینگنے لگا اس کا لرزش پن اور تڑپ ختم ہو گئی تھی۔ سایہ میرے پیروں کو چھوڑ کر چند انچ کے فاصلے پر جا کر رک گیا اور پھر اچانک اس نے زمین سے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ اس کے اوپر اٹھنے کا عمل کافی سست تھا۔ میں مسلسل اس پر نظریں جمائے اونچی آواز میں عمل پڑھنے میں

مصروف تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ میرے سامنے کسی انسان کی طرح اپنے پیروں پر کھڑا ہو چکا تھا اور پھر سائے میں انسانی خدوخال نمایاں ہونے لگے، میں آنکھیں پھاڑے اس کی جانب دیکھ رہا تھا اس کا جو چہرہ میرے سامنے نمودار ہو رہا تھا وہ سو فیصد میرا چہرہ تھا۔ وہی ناک، وہی آنکھیں، وہی چوڑی پیشانی اور وہی رنگ و روپ۔ حتیٰ کہ اس کے بالوں کا اسٹائل بھی بالکل میرے ہی جیسا تھا اس کا جو چہرہ میرے سامنے نمودار ہوا تھا وہ میرا چھ ماہ پہلے والا چہرہ تھا۔ گورا چٹا، سرخ و سپید رنگ، روشن آنکھوں والا وہ چہرہ جس پر بلا کی آسودگی اور انتہائی دلکش مسکراہٹ تھی۔ جس پر فکر و تردد، زخم اور اذیتوں کا ہلکا سا بھی شائبہ تک نہ تھا۔ جبکہ اس وقت خود میری حالت یہ تھی کہ صرف میرا چہرہ ہی نہیں میرا پورا بدن دشمنوں کے ہاتھوں لگے ہوئے بے شمار زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ چھ ماہ کی قید مسلسل سے میری داڑھی مونچھیں جھاڑ جھنکا کی طرح بڑھ گئی تھی۔ ورم زدہ آنکھیں فکر و تردد اور موت کے خوفناک سیاہ بادل جنہوں نے میرے چہرے کے رنگ کو بھی سیاہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اگر میرا سایہ میری چھ ماہ والی حالت میں میرے سامنے نہ آتا تو شاید میں تو کیا میرے فرشتے بھی اس کو نہ پہچان پاتے۔ اپنے دوسرے روپ اور اپنے پہلے والے عکس کو دیکھ کر میرے وجود میں ایک نئی سرشاری آ گئی گویا میرا عمل پورا ہو گیا تھا۔ قید خانے سے ملے ہوئے تسخیر ہمزاد کے نسخے پر کامیابی سے عمل کرتے ہوئے میں اپنے وجود کی لطیف اور غیبی قوت کو اپنے سامنے لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ نسخے کے مطابق ہمزاد کو تسخیر کرنے کے لئے یہ مسلسل تین دنوں کا عمل تھا عمل کے پورا ہوتے ہی سائے یا ہمزاد کو میرے سامنے آ جانا تھا۔ اس رو سے اس کا مکمل چہرہ میرے سامنے تھا۔ اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر خاموشی سے میری جانب دیکھے جا رہا تھا۔ عمل مجھے اس کے ظاہر ہونے کے اس وقت تک پڑھنا تھا جب تک کہ وہ میرے سامنے لب کشائی نہ کرتا۔ یا مجھے عمل پڑھتے سے خود ہی نہ روک دیتا۔

میں اس طرح عمل پڑھتے اس پر پھونکیں مارنے لگا۔ جیسے ہی میں نے ساتویں بار اس پر پھونک ماری اس کے لبوں پر لگی خاموشی کی مہر ٹوٹ گئی۔

"السلام علیکم" اس کے منہ سے نکلا۔

"وعلیکم السلام اے ہمزاد"۔ میں نے نسخے میں درج اس کے جواب کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں بلایا ہے آپ نے مجھے"۔ اس نے ہر قسم کے جذبات سے عاری لہجے میں پوچھا!

"میں نے تمہیں تسخیر کیا ہے اور اس کے لئے میں نے تمام شرائط پوری کی ہیں جس کے نتیجے میں تم میرے سامنے ہو۔ اس لئے کچھ پوچھنے اور بتانے کا پابند میں نہیں بلکہ تم ہو۔ تمہیں مجھ سے عہد کرنا ہو گا کہ میں جب بھی تمہیں بلاؤں تو تم فوراً" میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا"

"اس عہد کا مجھے کب تک پابند رہنا ہو گا"۔ اس نے پوچھا۔

"جب تک میں خود تمہیں اپنی مرضی سے آزاد نہیں کر دیتا"۔ میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ اس وقت اپنے ہمزاد کو دیکھ کر میری بھوک پیاس۔ زخموں کی اذیت' نیند اور ذہن کا تنوع ایک لذت آمیز اور روح پرور احساس سے کافور ہو گیا تھا۔ وہ چند لمحے میری جان گو مگو کی کیفیت سے دیکھتا رہا پھر اس کے لب ہلے۔ "ٹھیک ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے بلانے پر فوراً" آپ کے سامنے آیا کروں گا اور آپ کی ہر خواہش کو پورا کروں گا"۔ اس نے عہد کرتے ہوئے کہا اور میری جانب میں جان آ گئی۔

"مجھے اپنے بلانے کی ترکیب بھی بتا دو"۔

آپ نے مجھے عمل نورانی کے تحت مسلسل تین روز کے عمل سے حاصل کیا ہے اور عہد پیائی کا عرصہ مختص نہیں کیا اس لئے مجھے بلانے کا طریقہ کار بھی آپ کو ہی بتانا ہو گا۔ جس طریقے کے تحت آپ مجھے بلانے کا پابند کریں گے میں اسی صورت میں آپ کے سامنے ظاہر ہو جاؤں گا اور آپ کے کام آؤں گا۔

"ٹھیک ہے۔ تب میں تمہیں ہمزاد یا سایہ کہہ کر پکارا کروں گا"۔ میں نے مطمئن ہو کر کہا!

"ہمزاد یا سایہ؟"۔ اس نے پوچھا۔

"سایہ"۔ میں نے جلدی سے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میں نے دل و دماغ میں سکون کی لہریں سی سرایت کرتی محسوس کیں۔

"آپ میرے لئے کیا حکم ہے"۔ اس نے اس بار بے حد مودبانہ لہجے میں پوچھا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مکمل طور پر میرے اختیار میں آ چکا ہے اور اب وہ کسی بھی صورت میں مجھ سے یا میری کسی بات سے روگردانی نہیں کر سکتا۔

"تم میری حالت زار دیکھ رہے ہو۔ تین روز سے مسلسل جاگنے اسی طرح کھڑا رہنے اور بھوک پیاس کی وجہ سے میری حالت انتہائی دگرگوں ہو رہی ہے۔ میرا جسم اکڑ کر رہ گیا ہے۔ کیا تم مجھے اس کربناک کیفیت سے نجات دلا سکتے ہو۔" میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے تکلیف بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہیں میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے میری بات سن کر کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کا وہاں سے غائب ہونا تھا کہ میرا اکڑا ہوا وجود کسی پتھر کے بت کی طرح الٹ کر ایک دھماکے سے پشت کے بل گر پڑا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پتھرائے ہوئے وجود کے اس طرح گرنے سے سینکڑوں ٹکڑے ہو گئے ہوں۔ زمین پر گرنے کی وجہ سے میرا سر زمین سے اس بری طرح ٹکرایا کہ ایک لمحے کے لئے میرے دماغ میں سورج سا روشن ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ روشن سورج غروب ہو کر میرے ذہن کو تاریکیوں کی گہرائیوں میں

دھکیل دیتا اسی وقت اچانک مجھے کسی کے نرم ہاتھوں نے تھام لیا۔ وہ لطیف پرور ہاتھ میری پیشانی پر تھا۔ اس ہاتھ کے لمس میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ میری بند ہوتی ہوئی آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ میں نے دیکھا میرا سایہ میرے قریب موجود تھا اس وقت اس کا چہرہ بھی سائے کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا اس کا ایک ہاتھ میری پیشانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں مٹی کا ایک چھوٹا سا پیالہ تھا۔

"یہ پی لیں آقا اس کے پینے سے آپ کی ساری تھکاوٹ ' تکلیف اور نڈھال پن ختم ہو جائے گا۔"

"کیا ہے یہ؟" میرے منہ سے تکلیف زدہ آواز نکلی۔

"عرق سکون۔ یہ میں آپ کے لئے ایک ہزار مختلف جڑی بوٹیوں سے نکال کر آپ کو راحت پہنچانے کے لئے لایا ہوں"۔ اس نے جواب دیا۔ میں نقاہت سے کراہتا ہوا اٹھا اور اس نے وہ پیالہ میرے ورم زدہ ہونٹوں سے لگا دیا عجیب کسیلا سا ذائقہ تھا جس کی وجہ سے میری زبان اور گلہ اینٹھنے لگا اور میرے سینے میں آگ سی لگ گئی۔ مگر جسے میں آگ سمجھ رہا تھا وہی آگ جیسے ہی میرے حلق سے نیچے اتری میرے جسم میں اچانک زندگی اور سکون کی لہریں سی دوڑنے لگیں اور میری ہر تکلیف نیند کا احساس بھوک پیاس اور زخموں سے اٹھنے والی ٹیسیں چند ہی لمحوں میں یوں کافور ہو گئیں جیسے کبھی ان کا کوئی احساس ہی نہ تھا اور میں یوں ہشاش بشاش ہو کر اٹھ بیٹھا جیسے طویل نیند لے کر سکون ہو کر ابھی ابھی جاگا ہوں۔ میرا یہ بشاش پن صرف اور صرف میرے اس سائے کا ہی مرہون منت تھا جس کے عرق سکوں نے میرے تہ و بالا ہوتے ہوئے وجود کے اندر جیسے زندگی کی نئی روح پھونک دی تھا۔ میں تشکرانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ اگر آج میں اس سائے کو کسی طرح قابو نہ کر لیتا تو چند دنوں میں ہی دشمنوں کی دی ہوئی ایذاؤں کی تاب نہ لا کر موت کی

آغوش میں جا سویا ہوتا۔

"جی ہاں میں اس وقت دشمن ملک بھارت کی قید میں تھا۔ مجھ پر پاکستان کا جاسوس اور آتنک وادی ہونے کا یعنی دہشت گردی اور امریکی طیارہ اغوا کرنے کا جھوٹا الزام لگایا گیا تھا اور میرا جرم ثابت کر کے مجھے موت کی سزا سنا دی جا چکی تھی۔ موت کی سزا پر بہتر گھنٹوں کے بعد عمل کیا جانے والا تھا۔ میں پچھلے چھ ماہ سے بھارتی فوج کی قید اذیت انگیز سزائیں بھگت رہا تھا جہاں کال کوٹھری میں رکھ کر وہ مجھ پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھا۔ مجھ پر بے دریغ کوڑے برسائے جاتے تھے میرے جسم کو گرم گرم سلاخوں سے داغا جاتا بلیڈ اور نشتروں سے میرے جسم کے مختلف حصوں پر زخم لگا کر ان زخموں میں نمک مرچ بھری جاتی اور ان وحشیوں نے انتہائی سفاکی سے میرے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ایک ایک ناخن تک کو کھینچ ڈالا تھا وہ مجھے اذیتیں دیتے ہوئے اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ میں اس بات کو قبول کروں کہ میں پاکستانی جاسوس اور آتنک وادی اور امریکی جہاز کو اغوا کرنے والے ہائی جیکروں کا ساتھی ہوں۔ ان کا کہنا تھا کہ میں یہ بھی قبول کروں کہ میں ان کے ملک میں ایک عرصے سے سرگرم ہوں ' دھماکوں اور دوسرے طریقوں سے سینکڑوں بھارتیوں کو ہلاک کر چکا ہوں۔ مگر آتنک وادیوں ' ہلاکتوں اور امریکی طیارہ اغوا کرنے والوں سے میرا دور کا بھی واسطہ نہ تھا پھر میں ان کی بات کیوں کر مان جاتا۔ میرے انکار پر وہ انتہائی اشتعال انگیز انداز میں مجھ پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ کر رکھ دیتے۔ میں چیختا چلاتا روتا پیٹتا اور ان سے رحم کی بھیک مانگتا اور چیخ چیخ کر انہیں کسی طرح یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ میں پاکستانی ضرور ہوں مگر آتنک وادی ' ہائی جیکر اور قاتل نہیں ہوں اور یہ کہ انہوں نے مجھے کسی غلط فہمی کی وجہ سے پکڑا ہے۔ مگر ان درندہ صفت بھیڑیوں کو میری کسی بات پر یقین ہی نہ آتا تھا۔ ظلم و تشدد سے انہوں نے مجھے ادھ موا کر کے رکھ دیا تھا۔ میرا رواں رواں کھینچ لیا گیا تھا

اور میرے بدن پر اس قدر زخم لگائے گئے کہ میرا صاف و شفاف بدن زخموں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا۔ میں اذیتوں کی تاب نہ لا کر کئی مرتبہ بے ہوش ہو جاتا مگر وہ مجھے کسی طرح ہوش میں لے آتے اور پھر مجھے مارنا اور تڑپانا شروع کر دیتے۔ اذیتیں دے دے کر آخر کار مجھ پر فرد جرم عائد کر دی گئی اور مجھے بہتر گھنٹوں بعد موت کی کرسی پر بٹھا کر موت کی سزا سنا دی گئی۔ اذیتیں دینے اور موت کی سزا سنانے میں کرنل ورما اور کرنل پرکاش پیش پیش تھے وہ دونوں تو جیسے میرے جانی دشمن تھے۔ مجھے یہاں تک لانے، تشدد دینے اور موت کی کرسی تک پہنچانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا وہ مجھے اذیتیں دے کر اور مجھے چیختے چلاتے دیکھ کر بلند بانگ قہقہے لگاتے تھے۔ جیسے مجھے تکلیف سے چیختا چلاتا دیکھ کر انہیں بے پناہ سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہو۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں اسلام آباد ائرپورٹ سے انٹرنیشنل فلائٹ پر ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے امریکہ جانے کے لئے سوار ہوا تھا اس سے پہلے کہ میں آپ کو اپنی المناک داستان سناؤں میں آپ کو مختصر طور پر اپنے بارے میں بتاتا چلوں تاکہ آپ پوری طرح سے حقائق کی روشنی میں یہ جان سکیں کہ میں کیا تھا اور میرے ساتھ کیا ہوا تھا اور میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس میں میرا کتنا عمل دخل تھا مجھے اپنے سائے کو قابو کرنے کی ضرورت کیونکر محسوس ہوئی اور اس سائے کو قابو کرنے کا نسخہ میرے ہاتھ کہاں سے لگا۔ اور میں نے اس پر کیسے عمل کیا۔ جب تک آپ پوری تفصیل نہ جان لیں گے آپ پر نہ ہی میرے کردار اور نہ ہی میرے مقصد کی صحیح تصویر کشی ہو سکے گی۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر سے مختصر الفاظ میں آپ کو اپنے پس منظر کے بارے میں بتاؤں۔

میرا پورا نام سکندر عظیم ہے پاکستان میں میرے والد عظیم حفیظ ایک بہت بڑے صنعت کار تھے۔ ان کی لاہور، کراچی اور کئی دوسرے بڑے شہروں

میں مختلف فیکٹریاں اور کارخانے تھے جن کی وجہ سے ان کا نام پورے ملک میں جانا پہچانا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے ہم اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈیفنس جیسے متمول علاقے میں ہماری کئی کنالوں کی کوٹھی اور اس میں موجود درجنوں مختلف اقسام کی کاریں ہماری امارت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ اس کوٹھی میں میں اپنے والدین کے ساتھ اپنی دو بہنوں اور ایک بھائی کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے رہتا تھا۔ دولت کی فروانی کی وجہ سے ہمیں کوئی غم کوئی فکر و تردد نہ تھا اچھے سے اچھا پہننا کھانا پینا اور ہر وقت کاروں میں گھومنا پھرنا ہمارا معمول تھا۔ ہم شہر کے سب سے بڑے اور مہنگے اسکولوں میں پڑھتے تھے میری دو بہنیں ایک پانچ سال اور دوسری مجھ سے دو سال بڑی تھی گریجویٹ کرنے کے بعد ان کی ہم نے شادیاں کر دی تھیں جہاں وہ اپنے گھروں میں خوشحال زندگیاں بسر کر رہی تھیں۔ میں نے بی ایس سی کرنے کے بعد میڈیکل میں داخلہ لے لیا تھا جہاں میں نے شب روز محنت کر کے ڈاکٹری کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لیا تھا میرا بھائی کاشف جو مجھ سے آٹھ سال چھوٹا تھا ہنوز ایک اسکول میں زیر تعلیم تھا اور میٹرک کا امتحان دینے میں مصروف تھا۔ دولت کی اس قدر فراوانی کے باوجود ہم بہن بھائیوں اور والدین میں امیر ہونے کی بو نہ تھی ہم انسان کو انسان کا ہی درجہ دینے کے قائل تھے یہی وجہ تھی کہ ہمارے گھر نوکر چاکر ضرور تھے مگر وہ سب وہاں ایک خاندان کے فرد کی حیثیت سے رہتے تھے اور خوش و خرم زندگی بسر کر رہے تھے ہمارے گھر آنے والا سائل کبھی خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں گیا تھا۔ دوسرے میری والدہ محترمہ بھی پرانے خیالات کی ایک مذہبی اور عبادت گزار خاتون تھیں جو ہمیں ہمیشہ نیکیوں اچھائیوں اور انسانیت کا ہی سبق دیتی تھیں۔

ہمارے گھر کا ہر فرد کھلے دل کا مالک تھا۔ والد صاحب بھی نماز روزے کے پابند اور نیک انسان تھے جن کی فیکٹریوں اور کارخانوں کے ملازمین ان کے

لئے نیک تمنائیں رکھتے تھے۔ خود میرے کئی ایسے دوست تھے جن کے گھروں میں بعض اوقات ایک وقت کا کھانا بھی نہیں پکتا تھا۔ کھلے دل سے بغیر کسی لالچ کے اور بغیر کسی صلے کے ان کی مدد کر کے خوش ہوتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ دوست یار اسے میرا احسان نہ سمجھیں ایک دوست کو دوست کی دوستی نبھانے کا پورا حق تھا پھر کیسا احسان کیسی احسان مندی۔ لیکن پھر بھی بعض دوست نہ جانے کیوں میرے سامنے شرمندہ اور عجز و انکساری کی تصویر بنے نظر آتے تھے۔ جس پر میں ان سے ناراض ہو جاتا بہرحال ڈاکٹری کا امتحان پاس کر کے میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ جاؤں گا۔ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد والد صاحب اور والدہ صاحبہ نے منظور کر لیا۔ میرے والد صاحب تو چاہتے تھے کہ میں نے جتنی تعلیم حاصل کر لی ہے اتنی ہی کافی ہے اب میں بڑا اور وہ بوڑھے ہو گئے ہیں اس لئے ان کے کاروبار میں مجھے ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ مگر مجھے ڈاکٹر بننے کا جنون تھا میں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا کہ اپنے کاروبار کے لئے وہ کاشف کو شریک کار بنا لیں وہ ویسے بھی والد صاحب کا بے حد لاڈلا تھا اور اسکول سے آنے کے بعد سیدھا ان کے پاس آفس چلا جاتا تھا اور رات گئے ان کے ساتھ ہی واپس لوٹتا تھا۔ پڑھائی کے ساتھ وہ ان کے کاروباری امور میں بھی بے حد دلچسپی رکھتا تھا اس لیے انہوں نے میری بات مان لی اور مجھے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہیں غیر ملک میں نہ ہی جاؤں تو بہتر ہو گا۔ چھوٹا موٹا ڈاکٹر تو بن ہی گیا ہوں کسی غریب علاقے میں جا کر کوئی بڑا ہسپتال یا کلینک کھول کر دکھی انسانیت کی خدمت کروں میں خود بھی یہی چاہتا تھا اور میرے خیالات بھی ان سے ملتے جلتے ہی تھا۔ اکثر غریب دوستوں کے ماں باپ بہن بھائی جب بیمار ہوتے تو ان کو دوا دارو کے لئے سرگرداں اور جگہ جگہ ہاتھ پھیلاتے دیکھ کر میرا دل دکھتا تھا اور ناصر جو میرا ایک غریب اور نہایت بہترین دوست تھا ایک

روز اس کو میں نے پریشان حال میں دیکھا اس سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ اس کی والدہ کینسر جیسے موذی مرض کا شکار ہیں اس موذی مرض نے ان کو موت کے دھانے تک پہنچا دیا ہے ان کے علاج کے لئے ان کے گھر کی ایک ایک چیز بک چکی تھی پھر بھی ان کی والدہ کو کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا عام سے ہسپتال میں وہ موت و زیست کی جنگ لڑنے میں مصروف تھیں اور اب ڈاکٹروں نے ان کو صاف جواب دے دیا تھا کہ ان کی والدہ کا علاج کرنا ان کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ اگر کسی طرح ان کی والدہ کو امریکہ بھیج دیا جائے تو وہاں اتنے قابل اور بڑے ڈاکٹر موجود ہیں جو ان کی والدہ کا اچھی طرح سے علاج کر سکتے ہیں۔ لیکن امریکہ جانے اور وہاں ان کا علاج کرانے کا پچاس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ کا خرچہ ہو سکتا ہے۔ مگر ان کی غربت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی والدہ کو امریکہ لے جائیں اور ان کا وہاں علاج کروا سکیں۔ میں اس کی بات سن کر اس پر سخت برہم ہوا کہ اس نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا۔ کیا وہ میرا دوست نہیں ہے۔ اس کی والدہ میری والدہ نہیں ہیں۔ اگر ایسی بات تھی تو اسے مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا میں اپنے ابو سے کہہ کر ان کو شہر کے سب سے اچھے ہسپتال میں ان کا علاج کروا دیتا۔ وہ نادم ہو کر سر جھکا کر رہ گیا۔ میں اسے اسی وقت اپنے والد صاحب کے پاس لے گیا اور ان کو ساری بات بتائی وہ بھی اس پر سخت ناراض ہوئے کہ سکندر کے دوست بن کر تم نے اس کو اپنی والدہ کے بارے میں کیوں نہیں بتایا۔ ابو نے اسی وقت اپنے پرسنل سیکرٹری ہارون صاحب کو بلایا اور انہیں میرے اور ناصر کے سامنے ساری بات بتا کر ہدایات دیں کہ وہ ناصر اس کے والد اور والدہ کا امریکہ جانے کا فوراً سے پہلے بندوبست کریں۔ امریکہ کے ایک ایک اچھے ہسپتال میں انہوں نے اسی وقت فون پر ایک ڈاکٹر سے بات کر کے اس کی والدہ کا نام لکھوا دیا ناصر کے ابو کو بلا انہوں نے ان کو سارے انتظامات سے آگاہ کیا اور کہا کہ وہ فوراً امریکہ روانہ

ہو جائیں ۔ ناصر اور اس کے والد صاحب وہاں ممنونیت کے آنسوؤں سے روتے لگے ۔ تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے ۔ تین روز بعد کی سیٹیں بھی کنفرم ہو کر آ گئیں ۔ مگر فلائیٹ سے ایک روز قبل ناصر کی والدہ صاحبہ چل بسیں ۔ جس سے ہمارے سارے کے سارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے ۔ اس کی امی کی موت کا ابو اور مجھے بھی بے حد دکھ ہوا تھا ۔ ٹھیک طرح سے علاج نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مرض اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکی تھیں ۔ ناصر کو روتا دیکھ کر اور اس کی تڑپ دیکھ کر میں بھی بے حد رویا تھا ۔ مجھے ڈاکٹروں اور ہسپتال والوں پر بے پناہ غصہ آیا کہ غریب لوگوں کا وہ ٹھیک طرح سے علاج کیوں نہیں کرتے تھے ۔ کیا غریب لوگ ہماری طرح کے انسان نہیں ہوتے اور ان کو دنیا میں جینے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا ۔ کیوں ۔؟

ہمارے ملک میں ایک سے ایک قابل اور بڑے سے بڑا ڈاکٹر موجود تھا یہاں ہر مرض کا علاج کیا جا سکتا تھا ۔ کیا سب ڈاکٹر صرف امیر ہونے کے لئے ہی ڈاکٹر بنتے ہیں ۔ وہ صرف امیروں کا ہی علاج کرتے تھے امیروں کو ہی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں غریب لوگ عام سے ہسپتالوں میں پڑے تڑپتے رہتے تھے اور ان کی طرف کوئی ڈاکٹر ' نرسیں دیکھنے تک کو بھی تیار نہ ہوتی تھیں اور اگر اسی ہسپتال میں کوئی بڑی شخصیت آ جائے تو وہ آگے پیچھے لائن لگا کر کھڑے ہو جاتے تھے ۔ اور دن رات ان کا خیال رکھتے ہیں تاکہ ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر سکیں ۔

انہیں باتوں اور اسی احساس نے مجھے ڈاکٹر بننے پر مجبور کیا تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں بڑا ہو کر ڈاکٹر ہی بنوں گا اور بڑے بڑے ہسپتال بناؤں گا اور مفت میں غریب لوگوں کا علاج کروں گا ۔ پھر صحیح طریقے سے علاج نہ ہونے کی وجہ سے کسی ناصر کی والدہ اس طرح نہیں مرے گی ۔

اپنی والدہ کو جب میں نے اپنے [illegible] سے آگاہ کیا تو انہوں نے مجھے

گلے سے لگا لیا اور میرا ماتھا چومتے ہوئے کہنے لگیں کہ اگر میں واقعی دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے بیرون ملک سے علم حاصل کرنے جا رہا ہوں تو وہ کون ہوتی ہیں مجھے نیک کام سے روکنے والیں ۔ انہوں ابو سے بھی اجازت دلا دی اور یوں ایک روز میں اسلام آباد کے ہوائی اڈے سے امریکہ جانے کے لئے ایک انٹر نیشنل فلائیٹ میں جا بیٹھا اور پھر اسی جہاز سے میری بدقسمتی کا آغاز شروع ہو گیا ۔

جہاز کو ابھی فلائی کئے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ جہاز کے مختلف حصوں میں بیٹھے ہوئے پانچ چھ افراد اچانک اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اچانک نہ جانے کہاں سے اسلحہ نکال کر ہاتھوں میں لے لیا ۔ اسلحہ لے کر وہ تیزی سے جہاز کے مختلف حصوں میں پھیلتے چلے گئے اور انہوں نے سب کو ہینڈز اپ کر لیا ۔

اسلحہ دیکھ کر جہاز میں موجود ہر شخص خوفزدہ ہو کر رہ گیا ۔ جہاز کو ہائی جیک ہوتا دیکھ کر عورتیں اور بچے بری طرح سے چیخنے چلانے لگے اور ہائی جیکروں نے ان کو بری طرح سے ڈانٹنا ڈپٹنا شروع کر دیا ان میں سے ایک ہائی جیکر ہاتھ میں ایک دستی بم اور ایک گن لئے کر کاک پٹ میں چلا گیا تھا اور پھر چند لمحوں بعد جہاز کے کیپٹن کی آواز سنائی دینے لگی ۔

"خواتین و حضرات مجھے افسوس کے ساتھ اعلان کرنا پڑ رہا ہے کہ ہمارا طیارہ ہائی جیک کیا جا چکا ہے ۔ آپ لوگ حوصلے کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں ہائی جیکروں کے کمانڈر جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس کا حکم ہے کہ آپ سب خاموش رہیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو ان کو اشتعال دلا دے اور یہ آپ کو نقصان پہنچائیں ۔ میری بھی آپ سب سے درخواست ہے کہ برائے مہربانی آپ خود کو سنبھالے رکھیں ۔" اعلان ختم ہوا اور لوگوں میں سراسیمگی پھیلتی چلی گئی یہ "صورتحال دیکھ کر میں بھی پریشان ہو کر رہ گیا تھا

میں بھی وی آئی پی کی نشستوں کی بجائے اکانومی کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ اس طرف تین افراد تھے جن کے خطرناک چہرے اور ہاتھوں میں موجود گنیں ہماری جانب اٹھی ہوئی تھیں دو افراد وی آئی پی سائیڈ میں چلے گئے تھے اور ہائی جیکر جیسا کہ جہاز کے کیپٹن نے بتایا تھا کہ وہ ان کے سروں پر اسلحہ لئے کاک پٹ میں موجود تھا اس لحاظ سے وہ کل چھ ہائی جیکر تھے۔ جنہوں نے آن واحد میں پورے جہاز پر کنٹرول سنبھال لیا تھا اور تقریباً ہر شخص کو خاموش اور خوفزدہ کر کے رکھ دیا تھا۔ لیکن چند بچوں کے رونے کی آوازیں ابھی بھی آ رہی تھیں جن کی ڈری ہوئی مائیں ان کو خاموش کرانے کی کوشش کر رہی تھیں اکانومی کلاس میں موجود تینوں ہائی جیکروں نے اپنی اپنی پوزیشنیں سنبھال لی تھیں ان میں سے ایک سب سے پچھلی طرف اور دوسرا کاک پٹ کی طرف جا کر اس طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا تھا تاکہ وہ آسانی سے تمام مسافروں پر نظر رکھ سکیں جبکہ تیسرا ہائی جیکر جو شکل و صورت سے ہی چھٹا ہوا غنڈہ نظر آ رہا تھا کندھے سے گن لٹکائے ٹریگر پر انگلی رکھے ایک ایک مسافر پر نظر ڈالتا ہوا ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اس کی دائیں آنکھ سے لے کر بالائی ہونٹ تک ایک لمبے اور پرانے زخم کا نشان تھا۔ زخم خاصا گہرا اور اس انداز میں بنا ہوا تھا کہ اس کی آنکھ قدرے سکڑ کر رہ گئی تھی اور بالائی ہونٹ کا ایک حصہ بھی کھل کر رہ گیا تھا جہاں سے اس کے پیلے پیلے دو دانت صاف دکھائی دے رہے تھے جس کی وجہ سے اس کا چہرہ بے حد بھیانک اور خوفناک نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں میں بلا کی سفاکی تھی۔ یہی حال دوسرے دونوں ہائی جیکروں کا تھا ان کے چہروں پر بھی درندگی اور سفاکی عیاں تھی۔

میں ان ہائی جیکروں کو دیکھ کر پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے یہ کون تھے کس قومیت سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے کس مقصد کے لئے جہاز کو ہائی جیک کیا تھا اور یہ کہ اب یہ جہاز کو کس طرف لے جائیں گے۔ بے شمار سوالات میرے ذہن میں چکرانے لگے لمبے زخم کے نشان والا ہائی جیکر پہلے ہی جہاز کے عملے کو پیچھے لے جا کر نہ جانے کہاں بند کر آیا تھا۔

میرے ساتھ والی نشستوں پر ایک ادھیڑ عمر مرد اور اس کے ساتھ ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی ان دونوں کے چہروں کا رنگ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ بوڑھی عورت جس کی عمر پچاس پچپن کی ہو گی بری طرح سے کانپ رہی تھی اور ادھیڑ عمر اس کا ہاتھ پکڑے ڈرے ڈرے انداز میں اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ ان دونوں کا تعلق بھی پاکستان سے ہی تھا۔ وہ بوڑھی عورت سے کہہ رہا تھا۔

"گھبرائیں نہیں ماں جی۔ یہ لوگ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے انہوں نے جہاز کو کسی اور مقصد کے لئے اغوا کیا ہے۔ ان کی ہم سے کوئی دشمنی تھوڑا ہی ہے جو یہ ہمیں نقصان پہنچائیں گے"۔

"ہاں بیٹا۔ مجھے ان کی صورتوں سے بڑا ڈر لگ رہا ہے ان سے کہو کہ یہ اس طرف نہ آئیں ورنہ خوف سے میری جان نکل جائے گی"۔ بوڑھی عورت نے لرزتے ہوئے کہا اور میں ان کی جانب ہمدردی سے دیکھنے لگا۔ صرف اس عورت کا ہی نہیں وہاں پر موجود ہر شخص کا تقریباً یہی حال تھا مجھے ان ہائی جیکروں پر غصہ آنے لگا کہ ان کم بختوں کو اغوا کرنے کے لئے یہی جہاز ملا تھا۔ جس میں میں سوار تھا۔ یہ لوگ کسی دوسرے طیارے کو بھی تو اغوا کر سکتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اس قدر بزدلانہ اقدام کرتے ہی کیوں ہیں ہزاروں فٹ کی بلندی پر زمین و آسمان کے درمیان لٹکے ہوئے جہاز پر اپنی بہادری کا سکہ جمانے کے لئے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو یرغمال بنا کر حکومتی سطحوں پر اپنی برتری ثابت کر کے اور ان کو بلیک میل کر کے اپنے مقاصد حل کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ "حد ہے ان کی بزدلی کی بھی"۔ میرے دل کی بات میری زبان پر آ گئی اور ادھیڑ عمر مرد چونک کر میری جانب دیکھنے لگا۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا بھائی صاحب"۔ اس نے میری جانب دیکھ کر دھیمے لہجے میں پوچھا۔ اس وقت زخم کے نشان والا ہائی جیکر آگے جا کر ہماری طرف واپس پلٹ رہا تھا۔

"نہیں جناب۔ مجھ میں اتنا دم خم کہاں کہ میں اس پوزیشن میں اور ہائی جیکروں کی موجودگی میں آپ سے کچھ کہہ سکوں"۔ میں نے آہستگی سے اسے جواب دیا اور انہوں نے سرہلا دیا۔

"بب۔ باقر بیٹا۔ وہ منحوس صورت پھر اس طرف آ رہا ہے اور ۔۔۔۔۔ اور دیکھو وہ مم ۔۔۔۔ میری جانب ہی دیکھ رہا ہے' اس سے کہو بیٹا کہ یہ اس طرح مجھے نہ دیکھے۔ مم ۔۔۔۔ میں" بوڑھی عورت حد سے زیادہ خائف معلوم ہو رہی تھی' اس کے بولنے کی وجہ سے ہائی جیکر غالباً اسی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور خوفناک نظروں سے ان کی طرف دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"ہائے۔ یہ موا تو سچ مچ ہماری طرف آ رہا ہے۔ مم مجھے بچاؤ۔ باقر بیٹا" وہ ہذیانی انداز میں چلائی اور اس نے جلدی سے ادھیڑ عمر کی بغل میں اپنا سر دے دیا اور تھر تھر کانپنے لگی۔ یہ دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ آئی تھی۔ اس کی چیخ سن کر کئی لوگ مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ "اے۔ یہ بڑھیا کیوں چلا رہی ہے۔ خاموش کرواؤ اسے ورنہ بھون کر رکھ دوں گا"۔ بڑھیا کی چیخ سن کر لمبے زخم کے نشان والا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہماری طرف آ گیا اور اس نے ادھیڑ عمر سے مخاطب ہو کر انتہائی غضبناک لہجے میں انگریزی میں کہا۔

"۔۔۔۔ بھ بھائی صاحب۔ ہمیں انگریزی نہیں آتی۔ اردو میں بات کرو۔ یہ میری ماں ہیں۔ ان کو علاج کے لئے امریکہ لے جا رہے ہیں۔ ان کو شوگر کی بیماری ہے اور یہ آپ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو رہی ہیں"۔ ادھیڑ عمر شخص نے کانپتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"شٹ اپ"۔ ہائی جیکر غصے سے دھاڑا اور وہ سہم گیا۔ میں نے آہستگی سے ادھیڑ عمر کو ہائی جیکر کی بات کا مفہوم بتایا تو ہائی جیکر قہر بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا۔

"اس سے کہہ دو۔ اگر اس نے ذرا بھی آواز نکالی تو میں اسے اٹھا کر جہاز سے باہر پھینک دوں گا"۔ اس نے مجھ سے کہا اور میں نے خوفزدہ انداز میں سرہلا کر ان کو اس کے الفاظ بتا دیئے جسے سن کر ادھیڑ عمر باقر صاحب تو سہم گئے مگر خاتون کو جیسے جاڑے کا بخار ہی چڑھ گیا تھا۔ ان کی تھرتھراہٹ سے ادھیڑ عمر باقر صاحب بھی کانپتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے' ہائی جیکر ان کی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا اور میں نے سکون کا سانس لیا اس کے چہرے اور اس کے انداز سے کچھ لمحوں کے لئے میں بھی خوفزدہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کا لہجہ سن کر بہت سے مسافر بھی دم سادھ کر بیٹھ گئے تھے۔ چند لمحوں بعد جہاز کے اسپیکروں سے ایک بار پھر جہاز کے کیپٹن کی آواز سنائی دینے لگی۔

"خواتین و حضرات جہاز کا کیپٹن ایک بار پھر آپ سے مخاطب ہے۔ ہائی جیکروں کے کمانڈر آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے' آپ برائے مہربانی ان کی بات حوصلے سے سنئے .... اور" پھر جیسے کسی نے اس کے ہاتھ سے مائیک چھین لیا اور اسپیکروں سے ایک کھردری اور بھاری آواز خارج ہونے لگی۔

"خواتین و حضرات' میں کمانڈر ایکس آپ سے مخاطب ہوں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے اور طیارے کے کیپٹن نے آپ کو بتا دیا ہے کہ اس وقت طیارہ کا کنٹرول ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہماری آپ سے کسی قسم کی کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ ہم آپ کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمارے بارے میں آپ کو یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ ہم کس ملک اور کس قومیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ ہم کشمیروں کے خیر خواہ ہیں ہم تحریک آزادی کے مجاہدین ہیں اور میرا جہاز کا اغوا کرنے کا مقصد صرف اور صرف

اپنے وطن کے چند مجاہدین کی رہائی سے ہے جو اس وقت انڈین آرمی نے ایک عرصہ سے قید کر رکھے ہیں اور ان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ کر ان پر دشمن ملک کا جاسوس اور دہشت گردی کے الزام تھوپ کر ان کو بے جا اپنی غنڈہ گردی کا نشانہ بنا رہے ہیں اور خوفناک تشدد سے ایک ایک کر کے ان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ ہم اس طیارے کو بھارت لے جا رہے ہیں۔ انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر ائر فورس تھری ایم کو اترنے کی آسانی سے اجازت مل جائے گی۔ اگر نہ ملی تو ہم اپنے طریقے سے اجازت لے لیں گے۔ بہرحال ان سے مذاکرات کئے جائیں گے۔ اگر وہ ہم سے مذاکرات پر تیار ہو گئے اور ہم تک ہمارے ساتھیوں کو حیل و حجت کے بغیر ہم تک پہنچا دیا گیا تو آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر آزاد کر دیں گے۔ یہ سب باتیں میں آپ کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ کسی اندھیرے میں نہ رہیں اور آپ میں سے کوئی جوش میں آکر ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو جہاز کے تین سو تیرہ مسافروں اور جہاز کے دیگر عملے کی موت کا باعث بن جائے۔ میرے ہاتھ میں ایک سیفٹی پن نکلا ہوا بم ہے اور میں کاک پٹ میں موجود ہوں۔ اگر آپ میں سے کسی نے ہم سے تعاون کرنے سے انکار کیا تو یہ بم بغیر کسی تاخیر کے پھٹ سکتا ہے اور اس بم کے پھٹنے کا مطلب آپ لوگ باسانی سمجھ سکتے ہیں"۔

"کشمیر کے دہشت گرد" میرے قریب بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا

"کشمیر کے دہشت گرد نہیں۔ کشمیر کے مجاہد کہیں جناب۔ جو اپنی آزادی کے لئے سروں پر کفن باندھے ہوئے ہیں۔ جنہیں اپنی جانوں سے زیادہ اپنے وطن اور اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لئے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں ہوتی اور جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں"۔ میں نے زخم کے نشان والے کو نگاہ میں رکھ کر نہایت آہستگی سے اسے جواب دیا۔

"یعنی" ادھیڑ عمر میری طرف جھک آیا جیسے اسے میری بات کی سمجھ نہ آئی ہو۔

"یعنی یہ جناب کہ اگر انڈین آرمی نے ان کی بات نہ مانی تو یہ ان کے لئے آخری حد سے بھی گزر جائیں گے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ" میں کہتے کہتے رک گیا جو بات میں کہنے جا رہا تھا اسے سن کر ادھیڑ عمر اور خاص طور پر بڑھیا تو شاید بری طرح سے چیخنے چلانے پر مجبور ہو جاتی اور ہائی جیکر آ کر اسے اسی وقت گولی مار دیتا۔ اس لئے میں نے فوراً بات بدل دی۔

"ہو سکتا ہے یہ لوگ وہ نہ ہوں جو ظاہر کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ بھارت کے بجائے کسی اور طرف جا رہے ہوں۔ ان کا مقصد مسافروں کو یرغمال بنا کر کسی حکومت کو بلیک میل کر کے بڑی رقم ہتھیانے کا ہو"۔

"ہاں یہ ممکن ہے۔ ان کی شکل و صورت بھی کشمیریوں جیسی نہیں ہے۔ جہاں تک میں نے سنا ہے کشمیری انتہائی گورے چٹے اور خوبصورت ہوتے ہیں جبکہ یہ سب کے سب پکے بدمعاشوں اور جرائم پیشہ افراد کا گروہ لگتا ہے" اس نے کہا۔

"آپ کی بات درست معلوم ہوتی ہے بزرگوار"۔ واقعی شکل و صورت سے یہ کشمیری نہیں لگتے تھے دوسرے ایسی حرکت کر کے چند آدمیوں کی رہائی کے لئے یہ لوگ پورے کشمیر کے لئے عذاب کھڑا کر سکتے تھے۔ اگر امریکی طیارے اور طیارے میں موجود افراد کے لئے انڈین آرمی ان کے آدمی چھوڑ بھی دے تو کشمیر میں پہلے سے موجود بھارتی فوجی بعد میں پورے کشمیر میں آگ اور خون کا بازار گرم کر کے رکھ دیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی اور ہیں اور ان کے مقاصد بھی کچھ اور ہی ہیں یہ صرف اور صرف کشمیریوں پر مزید ظلم کرانے یا دنیا کے سامنے یہ باور کرانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ کشمیری مجاہدین دہشت گرد ہیں۔ یا یہ الزام سیدھا سیدھا ہمارے وطن پاکستان پر تھوپ سکتے ہیں

کہ طیارہ اسلام آباد سے اڑا اور اڑتے ہی اسے ہائی جیک کر لیا گیا اور پھر بھارت لے جا کر انڈین حکومت کو مجبور کیا گیا کہ وہ کشمیر کے کچھ لوگوں کو غنڈہ گردی سے آزاد کروالیں"۔ میں دل ہی دل میں ادھیڑ عمر کے جملوں پر غور کرتا ہوا سوچتا چلا گیا۔ اس لحاظ سے یہ کشمیریوں اور خاص طور پر پاکستان کے خلاف اسے ساری دنیا میں بدنام کرانے کی انتہائی گھناؤنی سازش بھی ہو سکتی تھی۔ تب پھر اس کا تو یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ یہ نہ تو پاکستانی ہیں اور نہ ہی ان کا تعلق کشمیر کی کسی تحریک آزادی سے تھا۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھتا تھا کہ اگر ان کا تعلق انڈیا سے اور ہندوؤں کے کسی سازشی گروہ سے ہے تو پھر جہاز میں ان کے پاس اسلحہ کیسے آگیا؟۔ مگر دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آگیا کہ یہ طیارہ ڈائریکٹ پاکستان سے امریکہ کی طرف نہیں جاتا تھا۔ طیارہ بھارت سے ہی پاکستان آتا تھا اور یہاں سے مزید مسافروں کو لے کر آگے روانہ ہو جاتا تھا اور مجھے اچھی طرح سے یاد تھا کہ اسلام آباد ایئرپورٹ پر امریکہ جانے والے میرے ساتھ کل چوبیس افراد تھے جو اس جہاز میں سوار ہوئے تھے اور ان چھ ہائی جیکروں میں ان پر سوار ہونے والے چوبیس افراد میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا۔ اس کا واضح مطلب تھا کہ یہ لوگ دہلی سے ہی آئے تھے' اگر ان کا تعلق تحریک آزادی سے ہوتا تو یہ راستے میں ہی جہاز کو اغوا کر لیتے پھر پاکستان سے پرواز کرنے کے بعد ہی ان کو جہاز اغوا کرنے کا خیال کیوں آیا۔ میں سوچتا چلا گیا۔ مگر کوئی ایک سوچ میرے ذہن میں جگہ نہ بنا سکی۔ ذہن کبھی کسی طرف نکل جاتا کبھی کسی طرف۔

"پھر مجھے ان کے کمانڈر کے الفاظ یاد آئے جس نے کہا تھا کہ آپ کو یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا تعلق کس ملک اور کس قومیت سے ہے پھر وہ تحریک آزادی کا نام لے کر واضح الفاظ میں کشمیریوں کا حوالہ بھی دے رہا تھا۔ نہ جانے کیا چکر تھا۔ کیا مقاصد تھے ان کے بہرحال جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یا خود ہی سامنے آ جائے گا" میں نے یہ سوچ کر ذہن جھٹک دیا۔ ظاہر ہے اس

طیارے میں میں اکیلا ہی نہیں اور بھی بہت سے عقل مند موجود ہوں گے۔ یہ خیال ان کو بھی آیا ہو گا۔

جہاز کافی دیر تک محو پرواز رہا پھر کیپٹن نے ہمیں بتایا کہ "دہلی ایئرپورٹ پر وائرلیس سے حکومتی ارکان سے ان کے مذاکرات ہو گئے ہیں اور انہوں نے ان کو دہلی ایئرپورٹ پر اترنے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ لوگ اپنی اپنی حفاظتی پٹیاں باندھ لیں۔ جہاز چند ہی لمحوں بعد دہلی ایئرپورٹ پر لینڈ کر جائے گا"۔ ہم نے اپنی اپنی سیفٹی بیلٹیں باندھ لیں اور تقریباً بیس منٹ ادھر ادھر چکر لگانے کے بعد ہمارا طیارہ ایک بڑے رن وے پر اترتا چلا گیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا ائرپورٹ پر بے شمار فوجی گاڑیاں اور کمانڈوز ہر قسم کے اسلحے سے لیس کھڑے تھے' جہاز کے رکتے ہی اسے مکمل طور پر انہوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور پھر طیارے کے انجن بند ہونے لگے۔ جہاز میں مکمل سکوت طاری تھا۔ نہ جانے کاک پٹ میں ہائی جیکروں کے کمانڈر اور دہلی کنٹرول ٹاور میں موجود حکومتی ارکان کے درمیان کیا مذاکرات ہو رہے تھے' پھر تین گھنٹے بعد وی آئی پی میں گھسا ہوا ایک ہائی جیکر آیا اور ہم میں سے ایک کو اٹھا کر ایک طرف لے گیا۔ اس شخص کا خوف سے برا حال ہو رہا تھا۔ وہ لرزتا کانپتا اس ہائی جیکر کے کہنے پر اٹھا تھا۔ شکل وصورت سے وہ کوئی امریکی مسافر معلوم ہوتا تھا۔ ہائی جیکر اسے لئے ہوئے جہاز کے دروازے کے قریب چلا گیا۔ اس نے جہاز کا دروازہ کھولا اور اس امریکی کو باہر کودنے کا حکم دیا۔ امریکی بری طرح سے چیخنے چلانے لگا۔ یہ دیکھ کر طیارے کے مسافروں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ امریکی طیارے سے چھلانگ لگانے کو تیار نہیں ہو رہا تھا جس پر ہائی جیکر کو طیش آگیا۔ اس نے اپنی گن کا رخ اس کی جانب کیا تڑتڑاہٹ سے اس کے جسم میں بے شمار گولیاں اتار دیں۔ اس کی چیخوں سے طیارے میں موجود کمزور دل مسافروں کی بھی چیخیں نکل گئی تھیں' گولیاں کھا کر وہ امریکی اپنے ہی خون میں

تھا کر دروازے کے پاس گر پڑا تھا اور چند ہی لمحوں میں ساکت ہو گیا۔ اس کی لاش اٹھا کر اس ہائی جیکر نے دروازے کی اوٹ لیتے ہوئے باہر پھینک دی اور تیزی سے طیارے کا دروازہ بند کر دیا۔ ان کا سفاک پن اور بے رحمی دیکھ کر مسافر دم بخود رہ گئے تھے۔ غصے اور نفرت سے میرا چہرہ بھی سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے کھڑکی سے کئی فوجیوں کو اسٹریچر لئے جہاز کی جانب بڑھتے دیکھا پھر وہ اس امریکی کی لاش اٹھا کر تیزی سے واپس جاتے نظر آئے۔ اسی وقت اسپیکر دوبارہ آن ہو گئے 'اسے شاید ہائی جیکروں کے کمانڈر نے جان بوجھ کر آن کیا تھا۔

"دیکھئے مسٹر بھٹناگر۔ ہم نے ایک امریکی کی لاش بطور تحفہ آپ تک پہنچا دی ہے۔ اگر پندرہ منٹ تک آپ لوگوں نے ہماری بات نہ مانی تو طیارے کے ایک اور مسافر کو مار کر ہم باہر پھینک دیں گے۔ ہر پندرہ منٹ کے وقفے کے بعد آپ کو تحفے میں ایک عدد لاش ملتی رہے گی اور ان سب کا خون آپ کی گردن پر ہو گا"۔ دوسری طرف سے کچھ کہا گیا لیکن اسپیکروں میں وہ آواز واضح نہ ہو سکی۔ جس کے بعد دوبارہ کمانڈر کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"نہیں صرف پندرہ منٹ ہم پہلے ہی آپ کو تین گھنٹے دے چکے ہیں' اب پندرہ منٹ سے ایک منٹ بھی آپ کو زیادہ نہیں ملے گا"۔ پھر بھنبھناہٹ ہوئی اور کمانڈر کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے تو پندرہ منٹ بعد ایک اور لاش اٹھانے کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیج دیجئے گا" اس کے الفاظ اس قدر خوفناک تھے کہ طیارے کے تمام مسافر بری طرح سے چیخنے چلانے لگے جس پر ہائی جیکروں نے نہایت جارحانہ انداز اختیار کر لیا۔ ان کی گنوں کا رخ اپنی جانب دیکھ کر وہ سب خاموش ہو گئے

"آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔ تم لوگوں نے تو کہا تھا کہ تمہاری ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ پھر تم"۔ ایک جوشیلے نوجوان نے اٹھ کر تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی

عورت نے اس کو پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی مگر وہ شاید ضرورت سے زیادہ ہی جوش میں آ گیا تھا اور اس کا یہی جوش اس کے لئے موت کا پیغام بن گیا۔ لمبے زخم والے ہائی جیکر کی گن سے ایک شعلہ نکلا اور اس نوجوان کے عین ماتھے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور وہ چیخے چلائے بغیر ہی اپنی ساتھی لڑکی پر گرتا چلا گیا۔ لڑکی کے ساتھ ساتھ خوف سے دوسرے لوگوں کے حلق سے بھی چیخیں نکل گئیں۔

"خاموش اگر کسی کی آواز نکلی تو اس کا بھی یہی حشر ہو گا"۔ لوگوں کو چلاتے دیکھ کر لمبے زخم والا ہائی جیکر انتہائی غضبناک انداز میں دھاڑا اور لوگوں کی چیخیں ان کے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئیں البتہ وہ لڑکی جس کے ساتھی کو مارا گیا تھا۔ مرنے والے ساتھی کو جھنجھوڑتے ہوئے بری طرح سے چیخ چلا رہی تھی۔ "راشد کیا ہو گیا ہے تمہیں راشد اٹھو راشد" وہ چلا رہی تھی اور پھر وہ بھوکی شیرنی کی طرح اٹھ کر ہائی جیکروں کو برا بھلا کہنے لگی۔ جس پر لمبے زخم والے ہائی جیکر نے اس کے سر میں بھی گولی اتار کر اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا لمبے زخم کے نشان والے نے طیارے کے مسافر دو افراد کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں کی لاشوں کو اٹھا کر دروازے کے قریب لے جائیں۔ جن کو حکم دیا گیا تھا وہ موت کے ڈر سے فوراً حرکت میں آ گئے اور انہوں نے نوجوان جوڑے کی لاشوں کو اٹھا کر دروازے کے پاس لے جا کر ڈال دیا۔ ماؤں نے اپنے بچوں کے سر اپنی گود میں چھپا دیئے تھا تاکہ وہ یہ روح فرسا اور خونی منظر دیکھ کر چیخنے نہ لگ جائیں اور بربریت پسند ہائی جیکر ان کو بھی ہمیشہ کے لئے ان سے جدا نہ کر دیں۔ کئی کمزور دل اس خونی منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے بے ہوش ہونے والوں میں وہ خاتون بھی شامل تھی جو میرے ساتھ اپنے ادھیڑ عمر بیٹے کے ساتھ بیٹھی تھیں اور باقر صاحب آنکھیں بند کئے خوف سے لرزتے ہوئے اللہ اللہ کرتے نظر آ رہے تھے' پھر پندرہ پندرہ منٹ کے وقفوں کے بعد

اس پاکستانی جوڑے کی لاشوں کو بھی جہاز سے باہر پھینک دیا گیا۔ اب تو طیارے کے تمام مسافروں کو اپنی اپنی پڑ گئی۔ وہاں موجود ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے خداؤں کو یاد کرنے لگے۔ وقفے وقفے سے اسپیکروں پر کمانڈر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جو انتہائی غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ آدھے گھنٹے میں مزید دو افراد کو مار کر جہاز سے باہر گرا دیا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد کمانڈر نے طیارے کے مسافروں کو مخاطب کیا۔

"مبارک ہو خواتین و حضرات آخر کار بھارتی حکومت پانچ لاشیں اٹھانے کے بعد ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئی ہے اور انہوں نے ہمارے کشمیری مجاہد بھائیوں کو رہا کرنے کی شرط مان لی ہے اب آپ لوگ اطمینان رکھیں آپ میں سے کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا"۔ ان الفاظوں کے ساتھ کئی لوگوں کے چہرے تو کھل اٹھے تھے مگر بہت سے لوگ گو مگو کی کیفیت سے دوچار تھے کہ معلوم نہیں ہائی جیکروں کے کمانڈر نے ان سے سچ بھی کہا ہے یا محض ان کو تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری نظریں کھڑکی سے باہر جمی ہوئی تھیں، ہر طرف فوجی گاڑیاں اور مسلح فوجی ہی دکھائی دے رہے تھے، پھر میں نے وہاں ایک بڑی بند گاڑی آتے دیکھی جو جہاز کے کچھ فاصلے پر لا کر روک دی گئی، اس گاڑی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے آٹھ دس افراد کو اتارا گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور ان کے چہروں پر گردن تک سیاہ کپڑا سا ڈال دیا گیا تھا۔ کمانڈر نے اپنے کسی ساتھی کو جہاز کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ ایک ہائی جیکر نے دروازہ کھولا اور چند ہی لمحوں بعد جہاز کے ساتھ ایک سیڑھی آ لگی۔

"ہمارے ساتھی آ گئے ہیں خواتین و حضرات اب ہمارا ان لوگوں سے آدمیوں کا تبادلہ ہو گا۔ طیارے میں وہ ہمارے دو آدمی بھیجیں گے۔ جن کو ہم پہچان کر آپ میں سے دس افراد کو جہاز سے نیچے اتار دیں گے۔ اس طرح دو

دو کر کے ہمارے آدمی طیارے میں آتے رہیں گے اور دس دس بیس بیس افراد کو ہم تبادلے کی صورت میں طیارے سے باہر بھیجتے رہیں گے"۔ کمانڈر کی آواز آئی پھر دو افراد کو فوجی نگرانی میں میں نے جہاز کی طرف آتے دیکھا۔ جہاز کی سیڑھیوں کے پاس لا کر ان دونوں قیدیوں کے بندھے ہاتھ کھول دیئے گئے اور ان کے سروں سے سیاہ کپڑا اتار لیا گیا۔ وہ بڑھی ہوئی شیو میں سرخ سپید چہروں والے سچ مچ کشمیری ہی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بے حد پر جوش اور خوش دکھائی دے رہے تھے، بہرحال وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے طیارے میں آ گئے جن کا ان ہائی جیکروں نے پر جوش استقبال کیا۔ اس کے جواب میں ہائی جیکروں نے وعدے کے مطابق دس افراد کو طیارے سے نیچے اتار دیا۔ جن میں چھ عورتیں اور چار بچے شامل تھے، جونہی وہ طیارے سے نکل کر سیڑھیاں اترے انڈین آرمی والے ان کو اپنی نگرانی میں گھیر کر ایک جانب لے گئے اور میرے ساتھ کئی دیکھنے والوں نے سکون کا سانس لیا۔ ہائی جیکروں کے دو دو افراد اوپر آتے رہے اور یہ دس پندرہ دس پندرہ افراد کا تبادلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ طیارے میں مجھ سمیت سترہ مسافر باقی رہ گئے۔ بے ہوش ہونے والے افرادوں کو ان کے ساتھی کسی نہ کسی طرح اٹھا کر باہر لے گئے تھے جن میں میرے ساتھی ادھیڑ عمر باقر صاحب بھی شامل تھے، اب ان ہائی جیکروں کے صرف تین آدمی باہر تھے جو آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ رہے تھے۔ وہ اندر آئے تو ان کے ساتھی ان سے لپٹ گئے۔ مسافر بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ ان کی باری کب آئے اور وہ بھاگتے ہوئے طیارے سے نکل جائیں۔ خود میری بھی یہی حالت تھی اس طیارے سے میں بھی جلد سے جلد باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ اچانک میری نظر کھڑکی سے باہر پڑی اور میں چونک پڑا۔ فوجی غیر محسوس طریقے سے طیارے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

آس لگائے ہوئے اور طیارے سے نکلنے کے لئے بے تاب مسافروں

کی امیدوں پر اس وقت اوس پڑ گئی جب ایک ہائی جیکر نے طیارے کا دروازہ بند کر کے لاک لگا دیا۔

"کیا مطلب۔ آپ لوگ ہمیں طیارے سے باہر نہیں نکالیں گے"۔ ایک شخص نے گھبرائے ہوئے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ تم لوگ اس وقت تک ہمارے قیدی ہو جب تک ہم بہ حفاظت یہاں سے نکل نہیں جاتے۔ طیارہ اور آپ بدستور ہمارے قبضے میں ہیں ہم کسی جگہ آپ کو اور طیارے کو چھوڑ دیں گے۔ جہاں سے آپ کو آ کر کوئی نہ کوئی لے جائے گا۔ کاک پٹ سے ان کے کمانڈر جو سب سے لمبا تڑنگا جو کشمیری دکھائی دیتا تھا نے باہر آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ بم میں دوبارہ سیفٹی پن لگا کر جیب میں ڈال رہا تھا شاید اپنے ساتھیوں کے آنے کے بعد اب اسے بم کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی۔ اچانک کمانڈر کی نظر آنے والے ایک قیدی پر پڑی اور میں نے واضح طور پر اسے چونکتے دیکھا۔ "تم۔ تم کون ہو۔" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چیخنے والے انداز میں کہا اس کی بات سن کر دوسرے ہائی جیکر اور مسافر بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ مجھے نہ جانے کیوں کمانڈر ہائی جیکر کا یوں چونکنا مصنوعی مصنوعی سا لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی گن سیدھی کرتا۔ آنے والا وہ قیدی جو مسلسل سر جھکائے ہوئے تھا اس نے کمال پھرتی سے کوئی چیز جیب سے نکال کر جہاز کے فرش پر دے ماری۔ ایک دھماکا سا ہوا اور ایک لمحے سے کم وقفے میں طیارے میں تیز اور ناگوار بو پھیلتی چلی گئی' اس بو میں جانے کیا اثر تھا کہ مجھے یکبارگی یوں محسوس ہوا جیسے میرا وجود یکلخت پتھر کا ہو گیا ہو اور دوسرے ہی لمحے مجھے اپنے ذہن پر اندھیرے کی دبیز تہہ چڑھتی ہوئی معلوم ہوئی' یہی حال غالباً دوسرے مسافروں اور تمام ہائی جیکروں کا ہوا تھا کیونکہ بے ہوش ہونے سے قبل میں نے بہت سے لوگوں کے گرنے کی آوازیں سنی تھیں۔

اور پھر اچانک جیسے میرے دائیں گال پر کسی نے زوردار تھپڑ دے مارا ہو۔ چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی مجھے اپنے رخسار پر سخت جلن کا احساس ہوا اور میں نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ میرا ذہن ابھی شعور اور لاشعور کی کیفیت میں مبتلا تھا کہ اس وقت میرے بائیں گال پر ایک اور بھاری ہاتھ پڑا۔ میرا منہ دوسری جانب گھوم کر رہ گیا اور میرا بایاں رخسار جیسے انگاروں کی شدید جلن سے سلگ اٹھا اس تھپڑ نے ایک لمحے میں میرے لاشعور ذہن کو شعور کی دنیا میں پہنچا دیا تھا اور پھر اس بدلے ہوئے ماحول اور اپنی حالت کو دیکھ کر میں چونکے اور حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں اس وقت جہاز کے بجائے ایک قدرے تاریک اور بڑے ہال نما کمرے میں لوہے کی ایک کرسی پر بری طرح سے جکڑا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں اور جسم کرسی سے اس طرح سے باندھے گئے تھے کہ میں سر کے علاوہ اپنے کسی اعضاء کو معمولی سی جنبش بھی نہ دے سکتا تھا۔ میرے سامنے بے حد مضبوط جسموں والے فوجی لباس میں ملبوس خوفناک شکلوں والے اشخاص کھڑے تھے' جو چہروں مہروں سے انڈین آرمی کے آفیسر معلوم ہو رہے تھے ان کے خوفناک چہروں پر زمانے بھر کی خباثت' سرد مہری اور سفاک پن جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ ان میں سے ایک شخص کے ہاتھ میں چمڑے کا بیلٹ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چمکتے ہوئے پھل والا خنجر نظر آ رہا تھا۔ وہاں اور بھی کئی فوجی دائیں بائیں کھڑے تھے' ان کی خون اگلتی نگاہیں مجھ پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں خود کو اس ماحول میں اور اس بری حالت میں بندھا ہوا پا کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"آخر ہوش آ ہی گیا مہاشے کو۔ اے کیا نام ہے تیرا"۔ ایک بھاری چہرے نے میری جانب دیکھتے ہوئے انتہائی درشتگی سے پوچھا۔

"سس۔ سکندر۔ سکندر عظیم۔ مم۔ مگر میں یہاں۔ یہ کون سی جگہ ہے"۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہکلا کر پوچھا۔

"سکندر عظیم۔ ہوں۔ کہاں کے رہنے والے ہو"۔ اس نے میری بات ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"پاکستان میں لاہور کا رہنے والا ہوں لیکن جناب آپ لوگوں نے مجھے اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے"۔

"پاکستانی جاسوس۔ دیکھا کرنل ورما میں نہ کہتا تھا کہ اس کا تعلق پاکستان سے ہے"۔ اس فوجی نے دوسرے سے کہا اور وہ زور زور سے سر ہلانے لگا جبکہ میں اس کی بات سن کر بری طرح سے چونک کر رہ گیا تھا۔ یکلخت میرے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئیں۔

"آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے جناب۔ میں پاکستانی جاسوس نہیں ہوں۔ میرا نام سکندر عظیم ہے اور میں پاکستان میں رہنے والا ایک آزاد اور محب وطن شہری ہوں اور ایک بہت بڑے صنعت کار کا بیٹا ہوں"۔ میں نے جلدی سے کہا۔ میری بات سن کر وہ ایک لمحے کے لئے چونکے اور آپس میں کسی عجیب سی زبان میں باتیں کرنے لگے، میں انتہائی پریشانی کے عالم میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور ان لوگوں نے مجھے یہاں لا کر اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے میرے ذہن میں طیارے کے اغوا والا واقعہ گھومنے لگا۔ آخر ان قیدیوں کے بھیس میں آنے والا وہ کون تھا جس کو دیکھ کر ہائی جیکروں کا کمانڈر بری طرح سے چونک اٹھا تھا اگرچہ اس کے چونکنے کا انداز مجھے مصنوعی سا محسوس ہوا تھا مگر اس نے اچانک طیارے کے فرش پر کوئی چیز دے ماری تھی جس سے نکلنے والی گیس نے آن واحد میں پورے طیارے میں پھیل کر مجھے اور شاید دوسرے مسافروں اور ہائی جیکروں کو ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ مجھے ہوش آیا تو میں کسی قید خانے میں فوجیوں کے درمیان گھرا ہوا اور لوہے کی کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ مسافر کہاں گئے جن کو ہائی جیکر یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے اور ان ہائی جیکروں کا کیا بنا؟ کیا وہ پکڑے گئے تھے، بے ہوش کر دینے والی گیس کا بم پھینکنے والا شاید بھارتی کمانڈوز کا کوئی آدمی تھا جو بھیس بدل کر ہائی جیکروں کے قیدیوں کے ساتھ طیارے میں گھس آنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس نے گیس بم پھینک کر طیارے میں موجود سب کو بے ہوش کر دیا۔ پھر شاید کمانڈوز فوراً حرکت میں آ گئے ہوں گے اور جہاز میں گھس کر انہوں نے تمام ہائی جیکروں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہو گا۔ لیکن اگر ہائی جیکر پکڑے گئے تھے تب میں ان کی قید میں کیوں موجود تھا۔ پھر مجھے میرے سوال کا جواب دے دیا گیا۔ دونوں فوجی جن کا رینک کرنل کا تھا آپس میں صلاح مشورے کرنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے اور انہوں نے مجھ پر الزام لگا دیا کہ میں ان ہائی جیکروں کا ساتھی ہوں جنہوں نے امریکن ائرلائن اغوا اور پانچ بے گناہ افراد کو ہلاک کیا تھا۔ انہوں نے بروقت کارروائی کر کے اپنے ایک کمانڈو کو ہمارے قیدی ساتھیوں کے ساتھ گیس بم دے کر طیارے میں بھیج دیا جس نے طیارے میں بم پھینک دیا اور ہائی جیکروں سمیت تمام افراد بے ہوش ہو گئے اور پھر کمانڈو حرکت میں آ گئے انہوں نے تمام مسافروں کو نہ صرف بہ حفاظت طیارے سے اتار لیا بلکہ تمام ہائی جیکروں جن میں میں بھی شامل تھا قابو میں کر لیا۔ پندرہ قیدیوں سمیت کل اکیس ہائی جیکر تھے جن کو مختلف قید خانوں میں ڈال دیا گیا ہے اور ان سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے، مجھے بھی اس ٹارچر سیل میں پوچھ گچھ کے لئے ہی لایا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر میں آسانی سے قبول کر لوں کہ میں پاکستانی جاسوس ہوں اور ان کے ملک میں پہلے بھی دہشت گردی کرتا رہا ہوں اور یہ کہ امریکی طیارہ اغوا کرنے والا ہائی جیکر ہوں تو وہ میرے ساتھ رعائت برت سکتے ہیں ان کی باتیں اور اپنے اوپر لگے الزامات کی بھرمار سن کر میں سکتے میں رہ گیا پھر جیسے مجھے ہوش آ گیا۔ میں چیخ چیخ کر ان کو اپنے بارے میں بتانے لگا۔ مگر وہ میری بات سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں تھے، ان میں ایک کرنل ورما تھا اور دوسرا کرنل پرکاش وہ

ایک ہی بات کہتے تھے کہ میں ان کی بات مان جاؤں اور تمام الزامات قبول کر لوں۔

مگر یہ کیسے ممکن تھا جن لوگوں اور جن واقعات سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ان الزامات کو میں اپنے سر کیسے لے سکتا تھا۔ اگر میں ان کی بات مان لیتا تو اس کا مطلب تھا کہ نہ صرف میرا مستقبل تاریک ہو کر رہ جاتا بلکہ یہ لوگ مجھ پر جھوٹے مقدمے چلا کر مجھے پھانسی پر بھی لٹکانے سے دریغ نہ کرتے' میرے انکار پر دونوں کرنل مشتعل ہو جاتے اور پھر انہوں نے مجھ کو ایذائیں دینا شروع کر دیں۔ گرم گرم سلاخوں سے میرے جسم کو داغا گیا۔ زنبور سے میرے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے تمام ناخن کھینچ لئے گئے' میرے صاف و شفاف بدن پر تشدد کے اتنے زخم لگائے گئے کہ مجھے ہر طرف موت کے بھیانک سائے رینگتے دکھائی دینے لگے۔ چھ ماہ انہوں نے اپنی وحشت' بربریت اور سفاکی کی وہ مثالیں قائم کیں جو میرے بدن کے ایک ایک حصے پر زخموں کی صورت میں رقم ہو کر رہ گئی تھی۔ ظلم و تشدد کرکے مجھے کال کوٹھری میں پھینکوا دیا جاتا اور مجھے کئی کئی روز بھوکا پیاسا رکھا جاتا۔ اور میں خدا سے اپنے ناکردہ گناہوں کی گڑگڑا کر معافیاں مانگتا کہ میں نے ایسا کون سا جرم گناہ کیا ہے جو اس نے مجھے ان وحشی درندوں کے سپرد کر رکھا ہے جو میرا روم روم کھینچ ڈالتے ہیں۔ جنہوں نے مجھے موت سے زیادہ بھیانک اور اذیت ناک سزائیں دے رکھی تھیں پھر ایذاؤں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا میرا فوجی عدالت میں کورٹ مارشل کیا گیا۔ کرنل ورما اور کرنل پرکاش نے اس طیارے کے کئی ہندوستانی مسافروں کو بطور گواہ پیش کیا جنہوں مجھے بحیثیت ہائی جیکر پہچان لیا اس کے علاوہ ان کرنلوں نے میرے خلاف عدالت میں ایسے ایسے ثبوت پیش کئے کہ اس وقت میں سچ مچ خود کو دنیا کا بہت بڑا مجرم اور دہشت گرد سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔

میں نے وہاں بھی چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی ثابت کرنا چاہی مگر نقار خانے

میں بھلا طوطی کی آواز کون سنتا ہے میری کوئی دلیل کوئی بات نہ سنی گئی اور مجھے بہتر گھنٹوں بعد الیکٹرک چیئر پر بٹھا کر موت کی سزا سنا دی گئی۔

موت کی سزا سن کر میرے اعصاب جواب دے گئے اور میں اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گیا۔ کرنل ورما اور کرنل پرکاش میری جانب فاتحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے' جیسے ایک سیدھے سادھے اور عام انسان کو انہوں نے جس چالاکی اور ہوشیاری سے ہائی جیکر' آتنک وادی اور قاتل ثابت کرکے انہوں نے واقعی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ ہر شخص ان کی تعریفیں کر رہا تھا اور ان کو دیکھ کر میرے دل و دماغ میں لاوا پک رہا تھا۔ کاش میرے پاس طاقت ہوتی' کاش میں سچ مچ قاتل یا بہت بڑا دہشت گرد ہوتا۔ پھر میں ان کو بتاتا کہ آتنک وادی کون ہوتا ہے اور قاتل کیا ہوتا ہے' میرا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح بھری عدالت میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دوں۔

مجھے ایک کال کوٹھری میں لے جا کر بند کر دیا گیا اور میں اس کال کوٹھری میں اکیلا بری طرح سے چیخنے چلانے لگا میں رو رو کر خدا سے فریاد کر رہا تھا کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے۔ میں نے زندگی میں ایسی کون سی بھول کر دی تھی جو مجھے اس اذیت ناک سزا مل رہی ہیں مجھے اپنی والدہ کا پرنور چہرہ والد صاحب کی شفقتیں اور بہن بھائیوں کے ساتھ بیتے کھیلتے پل یاد آنے لگے اور روتے روتے میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ میرے جسم پر موجود میرے زخم پھر سے ہرے ہو گئے جن کی ٹیسوں سے میرے حلق سے کراہیں اور چیخیں نکلنے لگیں۔ میں ٹھنڈے اور یخ بستہ فرش پر کئی گھنٹے اسی عالم میں پڑا رہا پھر ایک فوجی آیا اور مجھے کھانا دے کر چلا گیا۔ مگر میں نے کھانے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔ جب مقدر میں موت ہی مل رہی تھی پھر کھا پی کر کیا کرنا تھا۔ میں اسی طرح فرش پر پڑا روتا رہا۔ یہاں تک کہ پہریدار فوجی گالیاں بکتا فرش کھانا لے کر واپس چلا گیا۔ میری کال کوٹھری میں مکمل طور پر اندھیرا تھا

وہاں ایسا کوئی سوراخ یا روشن دان بھی نہیں تھا جس سے روشنی کی معمولی سی کرن بھی آ رہی ہو اور مجھے اندازہ ہو سکے کہ اس وقت دن ہے کہ رات۔

میرے دل و دماغ پر موت کا خوف چھایا ہوا تھا۔ یہ سچ ہے کہ جس انسان کو اپنی موت کا پہلے سے ہی علم ہو جائے تو اندر ہی اندر مرنے سے پہلے وہ ہزاروں بار جی جی کر مرتا رہتا ہے۔ میں بھی انسان تھا نازو نعم سے پلا ہوا ایک ایسا انسان جس کو ماں باپ نے کبھی مارنا تو کجا کسی بات پر کبھی ڈانٹا بھی نہیں تھا اور ان درندوں نے میرا بدن ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اگر اس حالت میں میرے ماں باپ مجھے دیکھ لیتے تو شاید دکھ اور غم سے ان کی جان ہی نکل جاتی۔ مجھ پر موت کا خوف طاری تھا اور میری نگاہوں کے سامنے لوہے کی وہ کرسی گھوم رہی تھی جس سے درجنوں تار منسلک تھے۔ اس کرسی میں ہزاروں وولٹ بجلی دوڑ رہی ہوتی مجھے اپنے بدن میں اس بجلی کے جھٹکے لگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"نوجوان۔ یہ لو تمہارا آخری وقت ہے۔ اس طرح رو رو کر یا چلا چلا کر ہلکان ہونے کی بجائے خدا کو یاد کرو اور یہ قرآن پاک پڑھو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کر دے اور تم مرنے کے بعد شاید جنت میں کوئی مقام مل ہی جائے"۔ اچانک ایک فوجی ہاتھ میں ایک قرآن پاک اور ایک موٹی بتی والا دیا لے کر کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔ لوہے کے دروازے پر ایک چھوٹی کھڑکی تھی اور اس میں سے دو ہاتھ اندر آئے ہوئے تھے، جن میں ایک پر قرآن پاک اور دوسرے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس پہریدار کا لہجہ بے حد نرم اور محبت آمیز تھا اور اس کی گفتار اس بات کی غماز تھی کہ وہ کوئی مسلمان پہریدار تھا۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور اس کے ہاتھوں سے قرآن پاک اور دیا لے لیا۔ اس نے ہاتھ پیچھے کر لئے اور اس کا چہرہ کھڑکی سے آ لگا۔

"تم نے کھانا واپس کر دیا تھا اس لئے کرنل ورما اور کرنل پرکاش نے تمہارا کھانا پینا بند کر دیا ہے۔ بہتر گھنٹوں میں سے آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں تمہارے پاس زندگی کے جتنے گھنٹے باقی ہیں اسے یاد الٰہی میں گزار دو تاکہ خدا تم پر رحمت کے دروازے کھول دے اور تم آسانی سے موت کی منزل پار کر جاؤ"۔ اس نے سنجیدگی اور دکھ بھرے لہجے میں کہا!

"تم مسلمان ہو"۔ میں نے اس کی طرف پر نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اسی لئے تو میں تمہارے لئے یہ کلام پاک لایا ہوں"۔ اس نے جواب دیا۔

"میرے بھائی، میں قاتل نہیں ہوں۔ میں دہشت گرد نہیں ہوں اور نہ ہی امریکی جہاز اغوا کرنے میں میرا ہاتھ تھا۔ میں تو پاکستان سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے امریکہ جا رہا تھا۔ پھر یہ سب۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔ مجھ پر اتنے بڑے بڑے الزام کیوں لگا دیئے گئے اور مجھے موت کی سزا کیوں دی جا رہی ہے"۔ میں نہ جانے کیوں اس کے سامنے بری طرح سے رو پڑا۔ دیئے کی روشنی میں میں نے اس کی آنکھوں میں بھی نمی تیرتے دیکھی۔

"بعض اوقات انسان کو اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھی جھیلنی پڑتی ہے میرے بچے۔ یہ خدا کی طرف سے امتحان ہوتا ہے اور جو لوگ ہنسی خوشی اس امتحان سے گزر جاتے ہیں اللہ کی نظر میں ان کا بڑا مرتبہ بڑا مقام ہوتا ہے"۔ اس کے لہجے میں درد تھا۔

"مگر میرے ماں باپ، ان کا کیا ہو گا بھائی صاحب۔ چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ میں اس قید میں سڑ رہا ہوں۔ میری ماں رو رو کر اندھی ہو گئی ہو گی اور میرا باپ وہ نہ جانے کس حال میں ہو گا۔ میں بے گناہ ہوں بھائی صاحب میں بے گناہ ہوں"۔

"میں جانتا ہوں بیٹا کہ تم بے گناہ ہو"۔ اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا

"اگر آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ میری مدد کیوں نہیں کرتے' ان لوگوں کو آپ نے میری بے گناہی کا کیوں نہیں بتایا۔ اس وقت تو آپ بھی ان بھیڑیوں کے ساتھ تھے جب وہ میری کھال ادھیڑ رہے تھے' مجھ موت کی سزا سنا رہے تھے' اس وقت آپ بالکل خاموش تھے اور آب جبکہ مجھے موت کی سزا سنا دی گئی ہے میری زندگی کے صرف چند گھنٹے باقی رہ گئے ہیں آپ مجھے یہ بتانے آگئے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں۔" میں بری طرح سے پھٹ پڑا تھا۔ اس نے میری بات سن کر شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ میں اسی طرح اس بے چارے پر گرجتا برستا رہا اور وہ خاموشی سے سر جھکائے سب کچھ سنتا رہا۔ میری بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ جواب دیتا بھی کیسے اس کے پاس میری باتوں کا جواب ہی نہیں تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔ دروازے پر لگی کھڑکی بند کر دی گئی اور مجھے اس کال کوٹھری اور اس ماحول سے وحشت ہونے لگی مجھے ہر طرف موت کے بھیانک سائے ناچتے ہوئے نظر آنے لگے دیئے کی روشنی میں میں خود اپنا طویل سایہ بھی دیکھ کر لرز کر رہ گیا تھا کہ شاید وہ موت کا فرشتہ ہے اور وقت سے پہلے میری جان نکالنے آگیا ہے۔ دیوانگی' بے پناہ خوف اور خوفناک ماحول نے مجھے سخت ہراساں کر رکھا تھا۔ اس خوف و ہراس پر غلبہ پانے کے لئے میں کلام پاک کھول کر بیٹھ گیا۔ وضو کرنے کے لئے پانی تو وہاں موجود نہ تھا۔ فرش پر مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس مٹی سے تیمم کیا اور قرآن پاک پڑھنے لگا۔ دیا کافی بڑا اور تیل سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی موٹی بتی کی وجہ سے وہاں اچھی خاصی روشنی ہو رہی تھی۔ جوں جوں میں کلام الٰہی کا ورد کرتا جا رہا تھا۔ میرا بے چین دل پر سکون ہوتا جا رہا تھا اور ذہن میں چھایا ہوا موت کا خوف کائی کی طرح چھٹنے لگا تھا۔ قرآن پاک پڑھتے ہوئے میری نظر کوٹھری کے ایک کونے میں موجود ایک سوراخ پر پڑی اس سوراخ سے کسی کاغذ کا سرا سا جھانکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔۔ میں سر جھٹک کر دوبارہ قرآن پاک پڑھنے

لگا۔ مگر میرا ذہن نہ جانے کیوں بار بار اس سوراخ اور اس سے جھانکتے ہوئے کاغذ کے سرے کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ پھر جب مجھ سے نہ رہا گیا تو میں قرآن پاک بند کر کے دیئے کو لے کر اس طرف آگیا۔ انگلیوں کی پوروں سے میں نے کاغذ کے سرے کو پکڑا اور اسے باہر نکال لیا۔ بارہ انچ یعنی ایک فٹ لمبا اور چھ سات انچ چوڑا ایک چھپا ہوا کاغذ تھا جسے لپیٹ کر نہایت احتیاط سے اس سوراخ میں پھنسایا گیا تھا۔ خاصا پرانا اور نرم کاغذ تھا جو دیوار میں سیلن زدہ ہونے کے باوجود ٹھیک حالت میں تھا۔ اس سے نہ ہی کوئی لفظ اڑا تھا اور نہ ہی وہ کسی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ اس پر موٹے حروف میں "مجرب عمل ہمزاد (نورانی) لکھا ہوا تھا۔ میں یہ پڑھ کر چونک پڑا۔

"ہمزاد تو غالباً انسان کے ساتھ اس کا ہمشکل اپنا سایہ ہی ہوتا ہے۔ جس کو اگر کسی عمل سے تسخیر کر لیا جائے تو وہ انسان کے سامنے آکر اس کے تابع ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑا ناممکن سے ناممکن کام کرتا۔ دور دور کی پل میں خبر لانا اس کے لئے معمولی سا کام ہوتا ہے۔ خداوند کریم کی اس مخفی مخلوق میں اس قدر زبردست طاقت پنہاں ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا قوی ہیکل انسان بھی اس کے کرتب دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے"۔ میں نے بچپن میں ہمزاد کے متعلق کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں' اس کاغذ پر اس مخفی مخلوق کو تسخیر کرنے اور اس سے کام لینے کے طریقے درج تھے۔ جسے پڑھ کر میرے دل میں بھی ہوک اٹھی کہ اگر کسی طرح میں بھی اپنے سائے اپنے ہمزاد کو قابو میں کر لوں تو اس جہنم زار سے نکلنا میرے لئے کس قدر آسان ہو جائے گا۔ یہی نہیں اس طاقت کے بل بوتے پر میں کرنل ورما' کرنل پرکاش اور ان جیسے ان تمام لوگوں سے بدلہ بھی لے سکتا تھا جنہوں نے انتہائی بے رحمی سے میرے جسم پر اپنے لئے' نفرت' بدلے اور غارت گری کے نشان ثبت کئے تھے' ان لوگوں کو ہمزاد کے ذریعے اٹھا کر میں ہزاروں فٹ کی بلندی سے سنگلاخ چٹانوں پر گرا کر ان کے

جسموں کے ہزاروں ٹکڑے کر سکتا تھا۔ ان پر سانپ بچھو چھوڑ سکتا تھا اور ان کا وہ حشر کر سکتا تھا کہ مرنے کے بعد بھی ان کی بد روحیں میرے نام سے لرزتی اور تڑپتی رہتیں۔ میں سوچتا چلا جا رہا تھا میں نے ہمزاد تسخیر کرنے کا عمل پڑھا اس میں چالیس گھنٹوں اور چالیس دنوں کے دو عمل تھے' چالیس دن کا عمل پر سکون اور قدرے سادہ عمل تھا مگر چالیس گھنٹوں والے عمل میں مسلسل چالیس گھنٹے کھڑے رہنے کی شرط تھی' اس میں بھوکا پیاسا رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور دوران عمل اگر نیند آجائے اور عامل اگر اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکے تو بہت نقصان کا اندیشہ تھا۔ اس سے عامل ایک لمحے میں جل کر خاک ہو سکتا تھا۔ عمل کے وقت ایک پیالے میں تیل بھر کر موٹی سی بتی ڈال کر اسے روشن کر کے اپنی پشت کی طرف رکھ کر اس انداز میں کھڑا ہونے کی ہدایات دی گئی تھی کہ پیروں سے لے کر سر تک کا سایہ زمین پر پڑ کر پوری طرح نظروں میں رہنا چاہئے تھا۔

عمل پڑھ کر ہمزاد یا سائے کو قابو کرنے کا خیال شدت سے جڑ پکڑنے لگا اور مجھے موت کے اندھیرے میں زندگی کی چھوٹی سی کرن چمکتی نظر آنے لگی ہمزاد کا وجود سچ تھا بھی یا نہیں۔ یہ اس عمل کے تحت قابو میں آ بھی سکتا تھا یا نہیں اور اس سے وہ کام لئے بھی جا سکتے تھے کہ نہیں اور کیا پھر اس عمل کو میں پورا بھی کر سکتا۔ بہرحال اگر اس دوران واقعی مجھے موت آجاتی ہے تو یہ موت جدوجہد کرتے ہوئے اتفاقیہ اور کم از کم اس الیکٹرک چیئر پر آنے والی موت سے کم اذیت ناک ہو گی۔ الیکٹرک چیئر پر ہزاروں وولٹ سے لگنے والے خوفناک جھٹکوں اور جسم میں موجود ایک ایک شریان پھٹنے کے خیال سے ہی جھرجھری آتی تھی' اس سے تو بہتر یہ موت تھی کم از کم ایک شعلہ سا لپکے گا اور جسم ایک لمحے میں خاک کا ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔ آسان اور تکلیف بھی کم ہی ہو گی۔ اتفاقاً" اس عمل کو پورا کرنے کی تمام شرائط پر بھی میں پورا اترنے

کے قابل تھا۔

موٹی بتی والے چراغ میں اچھا خاصا تیل تھا جو تیس چالیس گھنٹے آسانی سے جلتا رہ سکتا تھا۔ کھانا پینا ویسے ہی میرے لئے بند کر دیا گیا تھا اور موت کے خوف سے پھانسی پانے والے مجرم کو آسانی سے نیند آتی ہی کہاں تھی۔ اس میں بس مسلسل چالیس گھنٹے پتھر کا بت بن کر کھڑا رہنے کا حوصلہ درکار تھا۔ اگر میں کسی طرح مسلسل چالیس گھنٹے کھڑا رہ کر یہ عمل پورا کر لینے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تب اس ہمزاد کو تسخیر کر لینا میرے لئے قطعی مشکل نہیں تھا۔ میں کافی دیر تک گومگو کی کیفیت سے دوچار رہا۔ آخر کار میں نے کافی سوچ بچار کے بعد عملی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا میں نے عمل ہمزاد اچھی طرح سے یاد کیا اور خدا کا نام لے کر عمل کے لئے تیار ہو گیا۔ چراغ کو میں نے اپنے پیچھے ایک قدرے اونچی جگہ پر رکھا اور ایسی جگہ کھڑا ہو گیا کہ میرا سایہ بالکل میرے سامنے پڑنے لگا۔ کھڑے ہونے سے قبل میں نے نسخے کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تین بار آیت الکرسی اور تین تین بار چاروں قل پڑھ کر اپنے گرد حصار باندھ لیا تھا تاکہ دوران عمل اگر مجھے ڈرایا دھمکایا جائے تو ہمزاد میرا عمل روکنے کے لئے مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ تین سو باون مرتبہ وہ عمل پڑھنا تھا۔ عمل قرآنی پڑھتے ہوئے مجھے مسلسل اپنے سائے پر نظریں جمائے رکھنی تھیں' میں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنے عمل کا آغاز کر دیا۔

شروع شروع میں تو میں ایک دو گھنٹے کھڑا مسلسل عمل پڑھتا رہا۔ پھر مجھے اپنی ٹانگیں شل ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی اور میرا جسم تکلیف سے بری طرح سے کانپنے لگا۔ دل چاہا کہ عمل ترک کر دوں۔ مگر موت کا خوف ایک بار پھر مجھ پر غالب آگیا اور میں جلدی جلدی عمل پڑھنے لگا۔ چند ہی گھنٹوں میں میری حالت اس قدر ابتر ہو کر رہ گئی کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر مجھے ہر طرف سے چیخ و پکار اور خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ کوئی چیخ چیخ کر مجھے عمل ترک کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ پہلے تو ان خوفناک آوازوں کو سن کر میں سر سے پیر تک کانپ کر رہ گیا۔ مگر پھر یاد آیا کہ دوران عمل کوئی ہر ممکن طریقے سے مجھے عمل ترک کرانے کے لئے ڈرائے دھمکائے گا اور اس حد تک خوفزدہ کرے گا کہ میں ڈر کر اگر ایک لمحے کے لئے بھی عمل پڑھتے پڑھتے رک گیا تو وہ لمحہ میری زندگی کا آخری لمحہ ہو گا۔ اس خوفناک احساس نے مجھے ایک لمحے کے لئے بھی عمل پڑھنے سے نہ رکنے دیا۔ ہمزاد مجھے مسلسل ڈرا رہا تھا۔ کبھی مجھے ہر طرف آگ بھڑکتی ہوئی دکھائی دیتی۔ کبھی مجھے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیتیں جو خوفناک انداز میں زندہ ہو کر میری جانب چھرے کلہاڑے لئے بڑھتی نظر آتیں۔ مگر حصار کے قریب پہنچتے ہی وہ آن واحد میں غائب ہو جاتیں اور ان کے اس طرح سامنے آنے اور غائب ہونے کا سلسلہ جاری رہا مگر میں پوری لگن اور ہمت سے عمل پڑھنے میں مصروف رہا۔ کئی بار مجھے میری والدہ صاحبہ اور والد صاحب کی آوازیں بھی سنائی دی تھیں' جو میرے سامنے آکر اچانک نہایت مشفقانہ انداز میں بلا رہی تھیں' مگر یہ سب دھوکہ فریب تھا۔ میں بھارت کے نہ جانے کس علاقے میں ان سے سینکڑوں ہزاروں میل دور کس قید خانے میں پڑا تھا وہ اس جگہ بھلا کیسے آ سکتے تھے۔ میں نے ان کی جانب بھی کوئی توجہ نہ دی۔

وقت گزرتا رہا اور میں اپنا عمل پڑھتا رہا۔ تھکاوٹ اور زخموں کی ٹیسوں سے میرے بدن کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ نیند بھی میری آنکھوں میں بار بار آکر لوٹ رہی تھی۔ لیکن میں ہمت اور جستجو زیست کے حصول کے لئے کوشاں اپنے آپ کو نہایت صبر سے عمل جاری رکھے ہوئے تھا۔ اور پھر وہ لمحہ آگیا۔ شاید عمل کے مطابق چالیس گھنٹوں کا عمل پورا ہو گیا تھا۔ میں کامیابی کی منزلوں پر بس قدم رکھنے ہی والا تھا۔ جب میں نے اپنے ساکت و جامد سائے میں لرزش دیکھی اور پھر وہ مجھ سے الگ ہو کر میرے سامنے آگیا۔ یہ تھی اب تک کی کہانی جو مجھے اس کال کوٹھری تک لانے کا باعث بنی آگے کے حالات اب آپ خود پڑھیں۔

میں کال کوٹھری کی دیوار سے سر ٹکائے پر سکون حالت میں بیٹھا تھا۔ ہمزاد کے پلائے ہوئے عرق سکون نے ہر درد' ہر اذیت اور ہر تردد سے نجات دلا دی تھی اور یہ سارے واقعات اس وقت کسی فلم کی طرح میری آنکھوں کے

سامنے چل رہے تھے۔ ہمزاد سایہ بنے میرے سامنے موجود تھا۔ مسلسل جلنے کی وجہ سے دیئے کا تیل شاید ختم ہو گیا تھا اس کی بتی آہستہ آہستہ مدہم پڑتی جا رہی تھی۔

"آقا۔ اس چراغ میں تیل ڈال دوں۔ تاکہ یہ جگہ پھر سے روشن ہو جائے"۔ اچانک سائے نے کہا اور میں چونک کر اپنے خیالوں سے نکل آیا۔

"کیا ضرورت ہے۔ رہنے دو ابھی موت کے اہلکار آتے ہی ہوں گے۔ بہتر (۷۲) گھنٹے پورے ہونے ہی والے ہیں۔ مجھے یہاں کہاں رکنا ہے جو اس جگہ کو روشن رکھوں"۔

"ضرورت ہے آقا۔ بہت ضرورت ہے آپ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے بلانے کے لئے آپ کو روشنی کی ضرورت ہوا کرے گی"۔ اس نے کہا اور میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"غلطی۔ کیسی غلطی" اس کی بات سن کر میں پریشان ہو گیا۔

"آپ نے مجھے "سایہ" کہہ کر پکارنے کا عہد لیا ہے اور سایہ اندھیرے کا ایک جز ہوتا ہے۔ اندھیرے میں ہر چیز کا سایہ اس میں مدغم ہو کر رہ جاتا ہے۔ میں سایہ ہوں، میں بھی اندھیرے میں گم ہو جاؤں گا اور اندھیرے میں گم ہونے کی وجہ سے نہ میں آپ کی پکار سن سکوں گا اور نہ ہی آپ کی کسی قسم کی کوئی مدد کر سکوں گا۔ اس لحاظ سے میں صرف آپکا روشنی کا ساتھی ہوں۔ روشنی کی معمولی سی کرن بھی میرے لئے بہت ہے۔ آپ سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ آپ نے مجھے بلانے کے لئے سائے کا لفظ مختص کیا ہے اگر ہمزاد کہتے تو میں دن اور رات دونوں میں آپ کا ساتھی ہوتا"۔ اس نے بتایا۔

"تو کیا ہوا۔ میں تمہیں ہمزاد ہی کہہ لیا کروں گا" میں نے سکون کا سانس لے کر کہا

"اب یہ ممکن نہیں، یہ عہد لیتے وقت ہی ممکن تھا اب میں صرف آپ کے لفظ "سایہ" کا ہی پابند ہوں"۔

"اوہ یہ تو تم بڑی عجیب بات بتا رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے اگر میں اندھیرے میں ہوا کروں گا تو تم میری کوئی مدد کرنے نہیں آیا کرو گے"۔ میں نے قدرے پریشان لہجے میں پوچھا۔

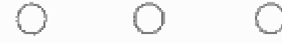
"قطعی نہیں۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں، کہ دیا پھر سے روشن کر دوں۔ بلکہ اب تو میں آپ کا تابع ہوں، آپ حکم دیں تو آپ کو یہاں سے نکال کر آپ کے گھر نہ پہنچا دوں"۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ گھر میں جاؤں گا مگر ابھی مجھے کچھ لوگوں سے اپنے زخموں کا حساب لینا ہے ان لوگوں کے جسموں سے اس قدر خون بہانا ہے جس قدر میری غیر موجودگی میں میری ماں نے میرے لئے آنسو بہائے ہوں گے۔ میں تمہاری ہر طاقت سے واقف ہوں۔ تم مجھے یہاں سے ایک لمحے میں غائب کر کے کہیں کا کہیں پہنچا سکتے ہو۔ میرے بڑے سے بڑے دشمن کو ایک لمحے میں [illegible] کر سکتے ہو۔ مگر اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام میں خود لوں گا۔ ان کو سزا اور موت میں اپنے ہاتھوں سے دوں گا۔ تمہیں بس میرا ساتھ دینا ہے"۔ میں نے خوفناک لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں اس وقت دشمنوں سے بدلہ لینے کی ایک عجیب و غریب پلاننگ مرتب پا رہی تھی۔ جس سے میں دشمنوں یعنی بھارتی فوجیوں کے ہوش اڑا سکتا تھا۔ ان سب کو خاص طور پر میں کرنل ورما اور کرنل پرکاش کو کیسے معاف کر سکتا تھا۔ جن کی وجہ سے میں نے اس قدر اذیتیں اور عذاب سہے تھے اور پھر میں نے کوٹھڑی سے باہر بھاری قدموں کی آواز سنی۔ وقت پورا ہو گیا تھا۔ گویا موت کے ہرکارے مجھے لینے کے لئے آ رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہر انگیز اور انتہائی نفرت بھری مسکراہٹ آ گئی۔

"آؤ۔ آؤ میرے دشمنو! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ آؤ اور مجھے

یہاں سے گھسیٹتے ہوئے موت کی کرسی تک لے جاؤ۔ پھر دیکھو میں کیا تماشہ کرتا ہوں"۔ میرے حلق سے غراہٹ نما آواز نکلی۔ پھر میں جلدی جلدی اپنی طاقت اپنے سائے کو کچھ ہدایات دینے لگا اور وہ غائب ہو گیا۔

قدموں کی آواز میری کوٹھڑی کے دروازے کے قریب آکر رک گئی' دروازے پر موجود کھڑکی کھلی کسی نے جھانک کر مجھے دیکھا۔ میں آنکھیں بند کرکے اس اثناء میں زمین پر لیٹ چکا تھا۔ کھڑکی بند ہونے کی آواز آئی اور پھر تالے میں چابی لگنے کی آواز آئی اور کوٹھری کا دروازہ کھل گیا۔



چھ ماہ کی مسلسل اذیتیں جھیل جھیل کر میں انتہائی لاغر اور ذہنی طور پر تقریباً مفلوج ہی ہو کر رہ گیا تھا۔ لیکن ہمزاد کے پلائے ہوئے عرق سکون میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ جسمانی تکلیفوں کے ساتھ ساتھ میرا ذہن بھی پوری طرح تندرست اور توانا ہو گیا تھا میں چاہتا تو اپنے ہمزاد کی مدد سے اس قید خانے سے آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔ مگر میں ان مکرو فریب کی دنیا والے بھیڑیوں کو ایسا خوفناک سبق دینے کا فیصلہ کر چکا تھا کہ آئندہ یہ کسی دوسرے بے گناہ شخص کو اس طرح زبردستی گناہ گار اور مجرم بنانے کی سعی نہ کرتے' خاص طور پر میں کرنل ورما اور کرنل پرکاش کو تو کسی بھی صورت میں زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو نہ جانے کتنے معصوم اور بے گناہ لوگوں پر ہولناک تشدد کرکے انہیں مجرم بنا کر موت کی سزائیں دلا چکے تھے'' اگر وہ زندہ رہتے تو اور بھی نہ جانے کتنے لوگ ان کے ظلم کا شکار ہونے والے تھے' ان کی زندگی انسانیت کی موت اور

ان کی موت انسانیت کی بقاء تھی ' ہمزاد کی طاقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے ان دونوں دشمنوں کو اس کال کوٹھری میں لا کر پھنکوا سکتا تھا اور ان سے خود مجھ پر کئے ہوئے ظلموں کا پورا پورا حساب لے سکتا تھا۔ لیکن ہمزاد کو تسخیر کرکے میرا مشن کسی اور طرف ہی چل نکلا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ ضرور کیا تھا۔ لیکن ان کے لئے اچانک موت بہت آسان سی سزا تھی ' میں ان کو ترسا ترسا کر مارنا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ ان کے ساتھ میں نئے ایک کھیل کھیلنے کا پروگرام بنایا تھا۔ میں ان کو تگنی کا ناچ نچا کر ان کو ناکوں چنے چبوانے کا سوچ رہا تھا اپنا سارا پروگرام ہمزاد کو بتا کر میں نے اسے غائب کر دیا تھا ۔ اور خود زمین پر اس طرح سے لیٹ گیا تھا۔ جیسے بھوک پیاس اور قید کی سختیاں جھیل جھیل کر میرے اعصاب جواب دے گئے ہوں۔

کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور کئی فوجی گنیں لئے اندر آ گئے ' ان کے ساتھ کیپٹن ملہوترا تھا۔ مجھے ٹارچر سیل میں اذیتیں پہنچانے میں اس کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ میں بند آنکھوں کی جھریوں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو بھوک پیاس سے اس کا دم تو نہیں نکل گیا"۔ کیپٹن ملہوترا نے اپنے ایک ساتھی سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ایک فوجی مجھ پر جھک گیا۔ میرے دل کی دھڑکن اور نبض چیک کرکے اس نے کہا۔

"نو سر۔ ابھی زندہ ہے"۔ اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔ اٹھاؤ اسے۔" کیپٹن ملہوترا نے خوش ہو کر کہا۔ وہ شاید میرے زندہ ہونے پر اس لئے خوش ہوا تھا کہ مجھے الیکٹرک چیئر پر بٹھا کر میری دردناک چیخیں سننا چاہتا تھا۔ مجھ پر کوڑے برساتے ہوئے اس نے ایک بار کہا تھا کہ "چیخو اور زور زور سے چیخو...... مجھے انسانوں کو تڑپانے اور ان کی چیخیں سن کر بے حد لطف آتا ہے۔ میرے دشمنوں کی فہرست میں اس کا نام بھی تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس کو میں بھی چیخیں سناؤں گا۔ اس کی اپنی چیخیں ...... دیکھتا ہوں دوسروں کی چیخوں کو سننے والے کو اپنی چیخیں سن کر کتنا لطف آتا ہے۔

کیپٹن ملہوترا کے حکم پر دو سپاہیوں نے مجھے اٹھا لیا۔ ایک فوجی نے میرا دایاں ہاتھ اپنے کندھوں پر رکھ لیا دوسرے نے بایاں ہاتھ اور اس طرح وہ مجھے اٹھائے ہوئے کال کوٹھری سے نکلتے چلے گئے۔ میں نے اپنے اعصاب ڈھیلے چھوڑ رکھے تھے جس سے وہ مجھے بے ہوش سمجھ رہے تھے ' مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ مجھے اسی طرح اٹھائے ہوئے ایک بڑے ہال نما کمرے میں آ گئے وہاں بھی کئی فوجی مسلح اور مستعد کھڑے تھے ' کمرے کے عین درمیان میں ایک چبوترا سا بنا ہوا تھا جس پر لوہے کی ایک کرسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کرسی کے قریب ایک موٹا جلاد نما انسان کھڑا تھا۔ جس نے سیاہ رنگ کی شلوار پہن رکھی تھی ' اس کا اوپر والا بدن ننگا تھا۔ ایک طرف کرنل ورما اور کرنل پرکاش موجود تھے ' ان کے ساتھ چند سینئر افسر اور دو ڈاکٹروں کے لباس والے افراد تھے۔ گویا میری موت اور میری موت کی تصدیق کا پورا پورا بندوبست کر رکھا تھا"۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

موت کی کرسی کے قریب ایک جنریٹر نما مشین بھی موجود تھی۔ جس پر ایک طرف چند بٹن اور بلب بھی لگے ہوئے تھے ' شاید موت کرسی میں اس جنریٹر نما مشین سے کرنٹ چھوڑا جاتا تھا۔ جو چند ہی لمحوں میں انسان کو جھٹکے دے دے کر موت کی وادیوں میں دھکیل دیتا تھا۔

کیپٹن ملہوترا کے حکم سے مجھے اس موت والی کرسی پر بٹھا دیا گیا اور جلاد نما شخص نے کرسی سے منسلک بیلٹوں سے مجھے باندھنا شروع کر دیا۔

"ہوش میں لاؤ اسے" کرنل پرکاش نے کہا اور ایک فوجی پانی کا جگ لئے ہوئے آگے بڑھا۔ اس نے مجھ پر پانی کے دو تین چھینٹے مارے اور بھرپور اداکاری کرتا ہوا کراہتا ہوا جیسے ہوش میں آ گیا۔ اور میں خود کو کرسی پر بندھا

ہوا اور موت کے فرشتوں کو اپنے سامنے موجود پا کر بری طرح نروس ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"مسٹر سکندر، تم پر قتل، آتنک وادی اور امریکی طیارہ اغوا کرنے اور اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ مل کر طیارے میں پانچ افراد کو مارنے کا جرم ثابت ہو چکا ہے، انڈین، تھرٹی سکس اے ون کورٹ مارشل کے تحت تمہیں موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ تمہیں بہتر (۷۲) گھنٹوں کا وقت دیا گیا تھا۔ جس میں سے اکہتر (۷۱) گھنٹے پچپن منٹ اور تیس سیکنڈ گزر چکے ہیں۔ اب تمہارے پاس صرف چار منٹ تیس سیکنڈ باقی ہیں۔ وقت پورا ہوتے ہی تمہاری کرسی میں گیارہ ہزار وولٹ یکدم چھوڑ دیا جائے گا۔ جس سے تمہاری موت واقع ہو جائے گی، میں کیپٹن ملہوترا۔ تم سے تمہاری آخری خواہش پوچھتا ہوں۔ اگر تم ان آخری لمحات میں کسی کے لئے کوئی پیغام چھوڑنا چاہو تو تمہارا پیغام اس تک پہنچا دیا جائے گا"۔ کیپٹن ملہوترا نے آگے بڑھ کر میرا فرد جرم سناتے ہوئے کہا۔

"میری آخری خواہش"۔ میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں، اگر تمہاری کوئی آخری خواہش ہے تو بتاؤ۔ کیپٹن ملہوترا نے سر ہلا کر کہا۔

"کیا تم اسے پورا کرو گے"۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اوش پورا کریں گے تم بتاؤ"۔

"تو پھر ایسا کرو کسی ڈربے میں جا کر انڈا دے کر دکھاؤ۔ میں مرنے سے پہلے تمہارا انڈا دیکھنا چاہتا ہوں" میں نے اپنی ہنسی پیٹ میں دباتے ہوئے کہا اور وہ چونک کر میری جانب دیکھنے لگے، جیسے انہیں میری دماغی حالت پر شبہ ہو رہا ہو کیپٹن ملہوترا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر پھر فوراً بند کر لیا۔ میں نے اس پر سیاہ سایہ سا لہراتے دیکھا۔ وہ سر ہلا کر مڑا اور ایک طرف جانے لگا۔

"کیپٹن ملہوترا۔ کہاں جا رہے ہو" اسے اس طرح مڑ کر جاتے دیکھ کر کرنل ورما نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔ دوسرے آفیسرز بھی حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"انڈا دینے" کیپٹن ملہوترا نے رکے بغیر کہا اور وہ سب بری طرح اچھل پڑے۔

"کیا کہا۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ملہوترا۔ یا تم نشے میں ہو۔ کیپٹن ...... کیپٹن ملہوترا" کرنل ورما نے گرجتے ہوئے کہا اور چیختے ہوئے اسے آوازیں دینے لگا لیکن کیپٹن ملہوترا جیسے اس کی بات سن ہی نہیں رہا تھا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال نما کمرے سے باہر نکل گیا۔

"نانسنس۔ لگتا ہے باسٹرڈ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ دیکھا سر آپ نے مجرم نے کہا کہ وہ آخری خواہش کے طور پر اس کا دیا ہوا انڈا دیکھنا چاہتا ہے اور وہ انڈا دینے چلا گیا۔ جیسے اس کا تعلق انڈے دینے والی مرغیوں سے ہو"۔ کرنل ورما نے اپنے ایک سینئر افسر سے کہا۔

"ہاں میں نے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے لہذا میں بھی جا رہا ہوں"۔ سینئر افسر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور وہ بھی باہر جانے کے لئے قدم اٹھانے لگا۔

"آپ بھی جا رہے ہیں۔ کک کیا مطلب۔ آپ کہاں جا رہے ہیں سر" کرنل ورما نے اسے بھی جاتا دیکھ کر حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"کیپٹن ملہوترا کو دیکھنے جا رہا ہوں کہ وہ انڈا کیسے دیتا ہے"۔ اس نے جواب دیا اور کرنل ورما کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جبکہ اس کی بات سن کر وہاں پر موجود دوسرے لوگوں کے چہروں پر دبی دبی سی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"کرنل پرکاش۔ کیپٹن ملہوترا اور ایس اے بھٹناگر صاحب کی طبیعت تو ٹھیک تھی نا۔ یا سچ مجھے وہ دونوں پاگل ہو گئے ہیں"۔ کرنل ورما نے

کرنل پرکاش کی جانب دیکھتے ہوئے استعجاب انداز میں پوچھا۔

"میں خود بھی ان دونوں پر حیران ہوں کرنل ورما۔ پاگل تو نہیں لیکن نشے میں تو ضرور لگتے ہیں جو ایسی احمق پن کی باتیں کر رہے تھے"۔

"ہونہہ۔ اب اس کا کیا کریں۔ کاز آف ڈیتھ سرٹیفکیٹ پر تو بھٹناگر صاحب نے یہ دستخط کرنے تھے۔" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بھٹناگر صاحب چلے گئے ہیں تو کیا ہوا۔ ساگر وتی صاحب بھی تو یہیں موجود ہیں۔ کیوں ساگر صاحب۔ مجرم کو سزائے موت دینے کا سے ہو رہا ہے 'کیا خیال ہے سزا پر عمل درآمد کیا جائے"۔ کرنل پرکاش نے اپنے دوسرے سینئر آفیسر کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی نہیں" اس نے نفی میں زور زور سے گردن مارتے ہوئے کہا اور وہ حیرانی سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیوں سر۔ آپ بھی تو بھٹناگر صاحب کے رینک کے اعلیٰ فوجی افسر ہیں۔ بھٹناگر صاحب کی جگہ آپ بھی تو ڈیتھ سرٹیفکیٹ پر سائن کر سکتے ہیں"۔

"ہاں کر سکتا ہوں۔ مگر دستخط تب کروں گا جب اس مہاشے کو موت کی سزا دے دی جائے گی اور ڈاکٹر آنند اور ڈاکٹر شرمی نند صاحب اس کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ جاری کریں گے۔"

"جی ہاں۔ ڈاکٹر صاحبان اس کے مرنے کے بعد ہی اس کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ جاری کریں گے 'پھر کاروائی شروع کی جائے سر"۔ کرنل ورما نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا ناکہ ابھی نہیں۔ بھٹناگر اور ملہوترا کو آ لینے دو تب کاروائی کا آغاز کرنا۔ جب تک مجرم کی انتم اچھا پوری نہیں ہو جاتی ہم اسے سزا نہیں دے سکتے"۔ اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور دونوں کرنل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنا شروع ہو گئے۔

"آ۔ آپ کا مطلب ہے۔ جب تک کیپٹن ملہوترا 'سزائے موت کے مجرم کو اپنا انڈا کر نہیں دکھا دیتا اس وقت تک ہم اسے سزائے موت نہیں دے سکتے 'کرنل پرکاش نے انتہائی تعجب بھرے انداز میں کہا

"بالکل۔ بالکل۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ ملہوترا کوئی چھوٹا موٹا آفیسر نہیں ہے وہ انتہائی ہوشیار اور بھارتی فوج کا انتہائی ذہین آدمی ہے 'وہ مجرم کے کہنے پر اگر انڈا دینے باہر گیا ہے تو یقیناً" اس میں انڈے دینے کی صلاحیت ہو گی۔ ورنہ وہ کوئی پاگل تھوڑا ہی ہے جو یوں باہر چلا جاتا 'اس نے خوش ہو کر کہا اور اس کی باتیں سن کر دونوں کرنل چکرا کر رہ گئے اور ایک دوسرے کی جانب احمقانہ انداز میں دیکھنے لگے۔ ڈاکٹرز اور دوسرے فوجی ان کی باتیں سن کر بوکھلائے جا رہے تھے 'اپنے آفیسرز کے سامنے وہ کھل کر ہنسنے کی جرات بھی نہیں کر سکتے تھے ورنہ ان کے حلق میں پھنسے ہوئے قہقہوں کے طوفان سے یہاں کی چھت ہی اڑ کر رہ جاتی۔ میں خود بمشکل اپنی ہنسی دبائے ہوئے تھا۔

"س۔ سر آ۔ آپ"۔

"کرنل ورما میں سینئر آفیسر ہوں یا تم"۔

"آپ سینئر ہیں سر۔ مگر"

"کوئی اگر مگر نہیں۔ جو کہا ہے ویسا ہی کرو"۔ اس نے سخت لہجے میں کہا اور دونوں کرنل پریشانی اور بے بس کے عالم میں جبڑے بھینچ کر رہ گئے کرنل ورما اور کرنل پرکاش میری جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد اچانک کیپٹن ملہوترا تیزی سے اور نہایت پرجوش انداز میں بھاگتا ہوا وہاں آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گیند تھا۔

"سر۔ سر میں نے انڈا دے دیا۔ یہ دیکھئے سر" اس نے ان کے قریب

آتے ہوئے انتہائی مسرت بھرے اور پر جوش لہجے میں کہا اور وہاں پر موجود سب کی ہنسی نکل گئی ' انڈا دیکھ کر اس بار کرنل ورما اور کرنل پرکاش کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آگئی تھی ۔ کیپٹن ملہوترا ہاتھ میں انڈا لئے کھلا پڑ رہا تھا ۔ جوش و جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو کر رہ گیا تھا ۔ جیسے انڈا دے کر اس نے واقعی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے ڈالا ہو ۔ سینئر آفیسر ساگروتی متعجب نگاہوں سے کیپٹن ملہوترا کے ہاتھ میں موجود انڈے کو دیکھ رہا تھا ۔ پھر اس نے اس کے ہاتھ سے انڈا لے لیا ۔

"ویل ڈن کیپٹن ملہوترا ۔ ویل ڈن ' تم واقعی ہمارے ایک ہونہار اور نہایت ذمہ دار آفیسر ہو ۔ تم نے انڈا دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم میں اتنا بڑا اور خوبصورت انڈا دینے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے تمہاری اس صلاحیت کو میں ایک کارنامے کی حیثیت سے لکھ کر اوپر بھجواؤں گا ۔ مجھے یقین ہے تمہارے اس کارنامے کو اوپر والی سطح پر بے پناہ سراہا جائے گا اور تمہیں بہادری چکر کا نشان دیا جائے گا" ۔ سینئر آفیسر ساگروتی نے کیپٹن ملہوترا کی تعریف کرتے ہوئے کہا ۔

"تھینک یو سر ۔ تھینک یو ویری مچ" ۔ کیپٹن ملہوترا نے خوش ہوتے ہوئے کہا ۔ دوسرے فوجی ہنس رہے تھے جبکہ دونوں کرنل سر پکڑے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے ۔ اپنے سینئر آفیسر کی موجودگی میں وہ خاموش تھے ورنہ شاید کیپٹن ملہوترا پر وہ بری طرح سے گرجتے برسنے لگ جاتے ۔

"کیپٹن ملہوترا ۔ بھٹناگر صاحب یہاں ہیں" کرنل پرکاش نے کیپٹن ملہوترا کی طرف اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا ۔

"میرا انڈا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے تھے اب ایک خالی کمرے میں بیٹھ کر وہ خود بھی انڈا دینے کی کوشش کر رہے ہیں" ۔ اس نے جلدی سے جواب

ہوئے حیرت زدہ لہجے میں کہا ۔

"شغ نہیں ہم تم سے شما مانگ رہے ہیں شری سکندر ' یعنی معافی ' ہمیں معاف کر دو ۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی شکتیوں کے مالک اور اتنے مہان ہو" ۔ کرنل پرکاش نے لرزتے ہوئے لہجے میں تصحیح کرتے ہوئے جلدی سے کہا

"مہمان ' ارے نہیں بھائی میں تو موت کی سزا پانے والا مجرم ہوں ' ابھی چند ہی لمحوں میں مجھے موت کی سزا ملنے والی ہے ' اتنی دیر میں تم کہاں میری مہمان نوازی کرتے پھرو گے ۔ ہاں چند گھڑیوں کا مہمان ضرور کہہ سکتے ہو تم مجھے" ۔ میں نے احمقانہ انداز میں کہا ۔

"شری سکندر ' تمہیں ہماری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہم تمہیں کچھ کہہ رہے ہیں اور تم جواب کچھ دے رہے ہو" اس نے خوفزدہ ہونے کے باوجود حیرت کا اظہار کیا ۔

"نہیں یار ۔ کباب بھی نہیں کھاؤں گا میں ۔ کباب کھانے سے میرے گھٹنوں میں مروڑ اٹھنے لگتے ہیں" ۔ میں نے حماقت سے بھرپور لہجے میں کہا اور وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے ۔

"لگتا ہے شری سکندر ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں ۔ ہمیں شما کر دو ' شری سکندر ۔ ہم سے بھول ہو گئی ' بہت بڑی بھول جو ہم تمہیں سزا دینے کے لئے یہاں لے آئے ' ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی شکتیوں کے مالک ہو اور بندھے ہونے کے باوجود اور ہاتھ پیر ہلائے بغیر ان سب کو ہلاک کر دو گے ۔ تم پر بجلی نے اثر کیا اور نہ ہی تم پر گولیوں کا ہی کوئی اثر ہوا ۔ یہاں تک کہ تم نے اپنی غیبی شکتی سے ان گنوں کو بھی ہوا میں معلق کر دیا اور خالی گنوں سے گولیوں کی برسات بھی کر دی ۔ شری سکندر ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم ایک بہت بڑے جادو گر یا کسی دیوتا کے اوتار ہو جسے ہم معمولی سا بھی زک نہیں پہنچا سکتے

اور تم چاہو تو ہمیں ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ ہم تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں شری سکندر' تم ہمیں مت مارو۔ اور ہمیں معاف کر دو ہم نے تم پر جو ظلم کیے ہیں اس کا ہم پر اشچت کرنے کو تیار ہیں۔ اگر کہو تو ہم تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے ملک واپس بھجوا دیں گے۔ پرنتو بھگوان کے لئے اپنی شکتی سے کہو کہ یہ گنیں نیچی کر لے۔ ہم........ ہم" سینئر آفیسر ساگر وتی خوفزدہ لہجے میں کہتا چلا گیا۔ میرے سائے نے غالباً" اس پر سے اپنا اثر ختم کر دیا تھا۔ کیپٹن ملہوترا بھی انتہائی خوفزدہ اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ ساگروتی نے کہتے ہوئے میرے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ اس کی دیکھا دیکھی ان سب نے بھی میرے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے مجھ سے معافیاں مانگنا شروع کر دیں مگر میں احمق بن کر جان بوجھ کر ان کا مذاق اڑاتا رہا۔

"تم لوگ اپنی زندگیاں بچانا چاہتے ہو" اچانک میں نے سنجیدہ ہو کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور انہوں نے جلدی جلدی اثبات میں سر ہلانا شروع کر دیا "تب پھر تمہیں میری چند شرائط ماننا ہوں گی"۔

"مانیں گے شری سکندر ہم تمہاری ساری شرطیں مانیں گے۔ بس تم ہماری جان بخش دو اور ہمیں نہ مارنے کا وچن دے دو" کیپٹن ملہوترا نے جلدی سے کہا۔

"میرے وچن کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے اس لئے میں وہ تمہیں نہیں دے سکتا۔ بہرحال تم لوگ واقعی اگر مرنے کے خواہاں نہیں ہو تو ایسا کرو اپنے کپڑے اتار دو"۔

"کپڑے"۔ ان کے منہ سے تحیر زدہ انداز میں ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں۔ تم لوگوں نے فوجی وردیاں پہن رکھی ہیں۔ ان کے نیچے لامحالہ تم لوگوں نے جانگئے بھی پہن رکھے ہوں گے۔ ان کو چھوڑ کر اپنا سب کچھ اتار دو" میں نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پرنتو' شری سکندر' تم ہمارے کپڑے کیوں اتروا رہے ہو" کرنل پرکاش نے بوکھلا کر کہا۔

"تم لوگوں کا ننگا ناچ دیکھنے کے لئے" میں نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور وہ منہ کھول کر میری شکل دیکھنے لگے۔

"شری مہاراج سکندر' ہم پر رحم کرو۔ ہم سے ہمارے کپڑے مت اترواؤ۔ ہم"۔

"ہونہہ ٹھیک ہے۔ میں تم پر رحم کرتے ہوئے ان گنوں کو حکم دے دیتا ہوں کہ یہ گولیاں برسا کر تمہیں ہلاک کر دیں۔ کیا خیال ہے۔ کر دوں رحم" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں ہم کپڑے اتار دیتے ہیں۔ گولیاں مت چلوانا ہم پر" انہوں نے سہم کر کہا اور ایک دوسرے سے نظریں چراتے ہوئے اپنی وردیاں اتارنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں وہ میرے سامنے جانگیوں میں کھڑے اپنا وجود چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

"شاباش۔ اب اس طرح ناچنا شروع کر دو" میں نے کہا اور وہ احمقوں کی طرح میری طرف دیکھنے لگے ان کی نظریں بتا رہی تھیں جیسے وہ میری دماغی حالت پر شک کر رہے ہیں۔ میں نے دلی زبان میں اپنے سائے کو حکم دیا کہ وہ مجھے بندشوں سے آزاد کر دے' سائے نے فوراً" ہی میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مجھے کرسی کی بندشوں سے آزاد کر دیا اور میں ہاتھ پاؤں مسلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے بندشوں سے آزاد ہو کر اٹھتا دیکھ کر ان کی آنکھیں ایک بار پھر پھیل گئیں۔

"ارے یہ تم احمقوں کی طرح منہ پھاڑے میری جانب کیا دیکھ رہے ہو' میں نے تمہیں ناچنے کو کہا تھا۔ ناچو"۔ میں نے چیخ کر کہا اور وہ احمقانہ انداز میں ناچنے لگے۔ ان کے ناچنے کا انداز اس قدر بے ڈھنگا تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی میں ہنس پڑا۔

"بہت خوب۔ اسی طرح ناچتے رہو۔ اور ناچتے ناچتے اپنے اپنے جوتے اٹھا کر ایک دوسرے کے سروں پر مارنا شروع کر دو"۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بے بسی اور خوف بھری نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے ناچ رہے تھے اور پھر موت کو سروں پر منڈلاتے دیکھ کر انہوں نے چاروناچار اپنا اپنا ایک ایک جوتا اٹھا لیا اور ایک دوسرے کے سروں پر جوتے مارنا شروع کر دیا۔ جس کے سر پر جوتا پڑتا وہ پٹ کر جوتا مارنے والے کی جانب خونخوار نظروں سے دیکھتا اور پھر جواب میں اس کے سر پر اس زور سے جوتا مارتا کہ اس کے منہ سے چیخ نکل جاتی۔ میں ان کے بے ہنگم ناچ اور انہیں ایک دوسرے پر جوتے برساتے اور چیختے ہوئے دیکھ کر دل کھول کر ہنس رہا تھا۔ فوج کے اتنے بڑے اور اعلیٰ افسروں کو میں حقیقتاً" ننگی کا ناچ نچا رہا تھا۔ وہ ناچتے ہوئے اور ایک دوسرے پر جوتے برساتے ہوئے بے حال ہوئے جا رہے تھے۔

"ہم پر دیا کرو مہاراج سکندر۔ بھگوان کے لئے ہمیں شما کر دو۔ ہم مانتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ پرنتو تم بھی تو ہمارے اتنے آدمیوں کو مار چکے ہو۔

ہمیں اب تو چھوڑ دو۔ میں بوڑھا اور دل کا مریض ہوں اگر میں کچھ دیر اور اسی طرح ناچتا رہا تو میں مر جاؤں گا"۔ کیپٹن ٹھوترا نے ناچتے ناچتے رحم بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے التجائیہ لہجے میں کہا اسی وقت کرنل ورمانے اس کے سر پر زور سے جوتا دے مارا اور اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکل گئی۔

"واہ کیپٹن صاحب۔ آپ تو ناچتے بھی بہت اچھا ہیں اور آپ کے چیخنے کا انداز بھی بے حد سریلا ہے۔ آپ کو تو انسانوں کی چیخیں سن کر بہت لطف آتا تھا نا۔ آج اپنی چیخیں سن کر آپ کو لطف نہیں آ رہا کیا"۔ میں نے طنز سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"کیا خیال ہے آقا، ان کا ابھی آپ نے ناچ دیکھنا ہے یا مار ڈالوں انہیں"۔ اچانک سائے نے میرے کان میں کہا اور میں چونک اٹھا۔

"نہیں ابھی ان لوگوں کو ہلاک نہیں کرنا۔ ان کو میں خود ماروں گا۔ ان کو میں ایک بار نہیں سینکڑوں بار اور وہ بھی ترسا ترسا کر ماروں گا۔ ویسے بھی ابھی مجھے ان لوگوں سے بہت کچھ پوچھنا ہے"۔ میں نے اسے جواب دیا۔

"آپ ان سے جو پوچھنا چاہتے ہیں وہ سب کچھ میں بھی آپ کو بتا سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔ وہ شاید میری بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ مگر میں سب کچھ ان سے خود پوچھوں گا۔ اپنے طریقے اور اپنے انداز سے۔ انہوں نے مسلسل چھ ماہ مجھ پر جو الزام لگائے ہیں۔ میں وہ الزام ان کو سچ ثابت کر کے دکھاؤں گا۔ انہیں بتاؤں گا کہ قاتل کون ہوتا ہے اور دہشت گرد کسے کہتے ہیں۔ انہوں نے میرے خلاف اور میرے ملک کے خلاف جو سازش کی تھی نہ صرف میں اس کا بدلہ لوں گا بلکہ ان کا ایسا حشر کروں گا کہ مرنے کے بعد ان کی روحیں بھی میرے نام سے لرزتی اور کانپتی رہیں گی"۔ میں نے کہا اور ہمزاد سایہ خاموش ہو گیا۔ یہ بات کہتے ہوئے میرے ذہن میں ایک بار پھر لاوا سا پکنے لگا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے وہ اذیت انگیز لمحات اور میرے جسم پر ان کے لگائے ہوئے زخموں کی تکلیف جیسے پھر سے جاگ اٹھی۔ میری آنکھوں اور چہرے پر بلا کی نفرت اور غصہ عود کر آیا تھا۔ وہ ناچتے ہوئے اور ایک دوسرے پر جوتے برساتے ہوئے چیخ رہے تھے اور چیخ چیخ کر مجھ سے رحم کی بھیک مانگ رہے تھے، مگر ان کی التجائیں ان کی چیخوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بربریت پسند اور انتہائی سفاک درندے تھے، جو مجھ سمیت نہ جانے کتنے بے گناہ اور معصوم لوگوں کو اپنی درندگی اور سفاک پن کا نشانہ بنا چکے تھے۔ انہوں نے مجھ پر رحم نہیں کیا تھا تو میں کیوں ان پر رحم کرتا۔ میں نے ہمزاد کو حاصل کرنے کے بعد دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ جن لوگوں نے مجھ پر دہشت گردی، قاتل اور پاکستانی جاسوس ہونے کے جو الزامات لگائے تھے، اتنی آسانی سے انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ اپنے پر لگے الزامات کو میں سچ کر کے دکھانا چاہتا تھا۔ یوں بھارت میں خاص طور پر کشمیر میں ہونے والے ظلموں کی داستانیں پڑھتا اور سنتا رہتا تھا۔ میرا دل بھی ایک مسلمان ہونے کے ناطے ان کے ظلم و ستم اور سفاکی پر جلتا اور کڑھتا تھا۔ میرا جی بھی چاہتا تھا کہ کاش کسی طرح میں بھی بھارت میں جا سکوں اور جس طرح بھی بن پڑے کشمیری مسلمانوں کو ان بھارتی افواج کے ظلم سے نجات دلاؤں۔ مگر میں اکیلا اور تن و تنہا ان کی کیا مدد کر سکتا تھا۔ نہ ہی مجھ میں اتنی ہمت تھی اور نہ ہی ایسے ذرائع کہ میں آسانی سے کشمیر میں داخل ہو سکتا تھا۔ غیر مسلح ہزاروں لاکھوں مسلح افواج کا بھلا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر اب میں سازش سے ہی سہی تھا تو بھارت میں ہی اور میرے قبضے میں سائے کی ایک ایسی طاقت تھی جو لاکھوں تو کیا کروڑوں مسلح افواج پر بھی بھاری پڑ سکتا تھا۔ کشمیر کو آزاد تو نہیں کروا سکتا تھا اور ان نوجوانوں کی مدد کر سکتا تھا جنہیں زبردستی ان کے گھروں سے پکڑ کر فوجی نہ جانے کہاں لے جاتے تھے اور پھر ان کو بلاوجہ میری طرح آتنک وادی اور قاتل بنا کر

گولیوں سے اڑا دیا جاتا تھا۔

یہ جذبہ جنوں میرے اندر اس وقت جاگا تھا جب مجھے جھوٹے الزام میں پکڑ کر ہائی جیکر' قاتل اور دہشت گرد بنا کر اس زندان خانے میں مقید کر دیا گیا تھا اور مجھ پر وحشیانہ تشدد کر کے زبردستی یہ قبول کرنے کو کہا جا رہا تھا کہ میں دہشت گرد' قاتل اور پاکستانی جاسوس ہوں۔ اگر یہ لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک کر سکتے تھے تو معصوم کشمیریوں پر نہ جانے کیسے کیسے مظالم ڈھاتے ہوں گے۔ اور ان کا کیا حشر کرتے ہوں گے' اس لئے میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس موقع کا فائدہ ضرور اٹھاؤں گا اور جس قدر ممکن ہو سکا ان کی مدد کروں گا۔ مگر پہلے میں کرنل ورما۔ کرنل پرکاش' کیپٹن ملہوترا اور ان جیسے دوسرے درندہ صفت لوگوں کو مزہ چکھانا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ ابھی مجھے اس سازش کی اصل حقیقت کی تہہ تک بھی پہنچنا تھا کہ وہ ہائی جیکر کون تھے' ان کا امریکی طیارہ اغوا کرنے کا مقصد کیا تھا۔ وہ کہاں ہیں اور ان کی جگہ مجھے اور مجھ جیسے کئی اور لوگوں کو پکڑا گیا تھا اور میرے ساتھ پکڑے گئے دوسرے بے گناہ لوگ کون تھے اور کہاں تھے' اس ساری سازش کے پیچھے کس کا دماغ کام کر رہا تھا اور کیوں۔

میں یہ سب باتیں اپنے ہمزاد سے پوچھ سکتا تھا۔ جو اپنی طاقت سے نہ صرف مجھے سب کچھ بتا سکتا تھا بلکہ میری ہر مشکل کو نہایت آسانی سے حل کر سکتا تھا لیکن میں اصل میں اپنی مدد آپ کرنے کا قائل تھا۔ ایڈونچر' جستجو اور سسپنس سے بھرپور کام کر کے اور لوگوں کو حیران کر کے مجھے بے پناہ خوشی حاصل ہوتی تھی' دولت کی فراوانی تھی' کوئی غم و فکر اور ذمہ داری کا بوجھ شروع سے ہی سر پر نہیں پڑا تھا۔ دوستوں یاروں کے ساتھ مل کر کالج میں اور کالج سے باہر ایسے ہی کھیل کھیلتا تھا جس میں جاسوسی اور حیرت کا کوئی نیا رنگ واضح ہوتا ہو۔ جاسوسی کہانیاں پڑھنے اور جاسوسی فلمیں دیکھنے کا مجھے بچپن سے ہی شوق تھا۔ دوستوں یاروں کا خیال تھا کہ مجھے ڈاکٹر کے بجائے سراغرسانی کے محکمے میں چلا جانا چاہیے تھا جہاں میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے ملک کے لئے کارہائے کارنامے سرانجام دے سکتے تھا اور میں ہمیشہ ان کی بات مذاق میں اڑا دیا کرتا تھا۔

آپ کو یہ سب باتیں بتانے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ مجھے ایسے کام کرنے کا نہ صرف شوق تھا بلکہ ایسے کاموں میں میں انتہائی دلچسپی اور لطف محسوس کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ قید خانے میں لگنے والے الزامات نے میرے اندر بے پناہ تجسس بیدار کر دیا تھا کہ یہ سب کیا تھا اور کیوں ہوا تھا اس کے پس پردہ کیا حقیقت تھی' اس سارے راز سے پردہ اٹھانے کے لئے میں از خود میدان عمل میں قدم رکھنا چاہتا تھا۔ اگر ناکام بھی رہتا تو اب تو میرے قبضے میں میرا ہمزاد میرا سایہ تھا جو میری ہر ممکن معاونت کرتا' کرنل ورما وغیرہ ابھی تک مسلسل ناچ رہے تھے اور ایک دوسرے کے سروں پر جوتے برسا برسا حال سے بے حال ہوئے جا رہے تھے' سینئر آفیسر ساکر وتی کو کسی کا زور سے جوتا پڑنے کی وجہ سے سر بھی پھٹ گیا تھا۔ جہاں سے خون نکل نکل کر ان کے چہروں تک آ گیا تھا۔ مگر ہوا میں معلق گنوں اور موت کے خوف سے وہ اسی طرح ناچتے اور ایک دوسرے سے جوتے کھاتے جا رہے تھے' کیپٹن ملہوترا ایک دو بار ناچتے ناچتے تھک کر گر بھی چکا تھا۔ مگر جیسے ہی وہ گرتا ہوا میں معلق ایک گن تیزی سے نیچے آ جاتی اور اس کی نال جب کیپٹن ملہوترا کے سر سے لگتی تو وہ بوکھلا کر پھر اٹھ کھڑا ہوتا اور منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکالتا ہوا ناچنے لگتا' ان سب کا ایک دوسرے سے جوتے کھا کھا کر اور ناچ ناچ کر برا حال ہو چکا تھا۔ اگر وہ کچھ دیر اور ناچتے رہتے تو شاید ان میں سے ایک آدھ ضرور دنیا سے کوچ کر جاتا۔ اس لئے میں نے ان کو ناچنے سے روک دیا۔ میرا حکم سنتے ہی وہ فوراً رک گئے اور رکتے ہی یوں زمین پر گرتے چلے گئے جیسے اپنے پیروں پر کھڑا رہنے کی معمولی سی بھی سکت نہ رہی ہو۔ وہ ہلکائے ہوئے جانوروں کی طرح ہانپ رہے تھے۔ ان

کے جسم پسینے سے شرابور ہو رہے تھے' ہونٹ خشک اور آنکھیں اوپر کو چڑھی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں' اور وہ اس بری طرح سے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے ہانپ رہے تھے جیسے میلوں دوڑ لگا کر آئے ہوں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب آگیا۔ میں نے دبی زبان میں سائے کو ہدایات دیں اور ان کے قریب آکر زور سے چٹکی بجائی' چٹکی بجاتے ہی فضا میں معلق گنیں آن واحد میں غائب ہو گئیں۔

"ہاں میرے ننگے شیرو! ناچتے ہوئے جوتے کھا کر طبیعت صاف ہوئی تمہاری یا ابھی اور ناچنے اور جوتے کھانے کا ارادہ ہے۔"

م۔ مہاراج۔ بب۔ بس۔ بھگوان کیلئے۔ ہم پر مزید اتیاچار (ظلم) نہ کرو۔ ہماری قوت برداشت جواب دے چکی ہے۔ اس سے تو اچھا تھا کہ تم ہمارے ساتھیوں کی طرح ہماری بھی ہتھیا کر دیتے۔" ساگروتی نے ہاتھ جوڑ کر مضروب زدہ لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے میں تم پر مزید اتیاچار نہیں اتیاپانچ کرنا شروع کر دیتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اتیاپانچ۔ کک۔ کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ شریمان مہاراجو کہ میں اپنی شکتی کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تم سب کو یہاں الٹا لٹکا دے اور میں گرم گرم سلاخوں سے تمہارے جسموں پر مینا کاری کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ کیا خیال ہے۔"؟

"نہیں۔ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتا۔ تم لوگوں نے بھی تو میرے ساتھ کچھ ایسا ہی تو کیا تھا۔ پھر میں گرم سلاخوں سے تمہارے جسم داغ دوں گا۔ تمہیں کوڑے ماروں گا اور تمہارے بدنوں پر زخم لگا کر ان میں نمک مرچ بھر دوں گا تو یہ سب کچھ کرنے سے مجھے کون روک سکتا ہے کرنل ورما تم' کرنل پرکاش تم یا کیپٹن ملہوترا تم۔؟" اور انکے سر جھک گئے۔

"تم کیا چاہتے ہو۔؟" کرنل ورما کے لہجے میں بے بسی عیاں تھی'

"میں چاہتا ہوں کہ اب تم گدھوں کی طرح رینکنا شروع کر دو۔ میں تم سے جو پوچھوں صاف صاف اور سچ سچ اس کا جواب دے دو۔ ہو سکتا ہے مجھے تم پر ترس آجائے اور میں تم پر مزید کوئی اتیاچار کئے یہاں سے واپس چلا جاؤں۔"

"ٹھیک ہے ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری ہر بات کا ٹھیک ٹھیک جواب دے سکیں۔" کرنل ورما نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"کوشش نہیں۔ میرے سوالوں کا تمہیں صحیح جواب دینا ہو گا۔ ہر حال میں اور ہر صورت میں ورنہ۔" میں نے جان بوجھ کر ورنہ کہہ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اس نے چند لمحے توقف کے بعد اثبات میں سر ہلا دیا۔

"گڈ یہ ہوئی نہ بات۔ اب سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ میرا مطلب ہے کہ بھارت کی زمین پر واقع یہ قید خانہ کس شہر یا کس علاقے میں ہے۔" میں نے انکی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس وقت دلی کے آرمی سیکشن کے جیل خانے میں موجود ہو۔ دلی شہر سے دو سو کلو میٹر دور ایک غیر آباد اور ملٹری ایریا کے زمین دوز جیل میں" کرنل پرکاش نے میری بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آرمی جیل خانہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اس پورے علاقے میں مکمل کنٹرول تمہارے یعنی ملٹری والوں کے پاس ہے۔"

"ہاں"۔ اس نے جواب دیا۔

"تب تو اس سارے ایریئے میں ہر طرف آرمی والے ہی رہتے ہوں گے"۔ میں نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں میں نے تمہیں ابھی بتایا تھا کہ یہ علاقہ شہر سے دور اور غیر آباد

ہے، جہاں ہم لوگوں نے اسپیشل جیل خانے بنا رکھے ہیں۔ حکومت کے باغی اور آتنک وادی جیسے بڑے مجرموں کے لئے"۔

"یعنی مجھ جیسے بے گناہ اور ایسے انسانوں کے لئے تم لوگوں نے یہ جیل خانہ بنا رکھا ہے جن پر تم اپنے ظلم و تشدد سے انہیں زبردستی اپنے ناکردہ گناہوں کا اعتراف کروا سکو۔ اگر وہ اعتراف جرم کرلے تو ٹھیک ورنہ ان کو مار کر یہیں دفن کر دو۔ کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں" میں ان کی طرف نفرت اور طنز بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو" کرنل ورما نے ڈھٹائی سے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو نہیں، ایسا ہی ہے"۔ میرا لہجہ تلخ ہو گیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ امریکی طیارہ جنہوں نے اغوا کیا تھا وہ ہائی جیکر کہاں ہیں" میں نے ان کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرے اس سوال پر وہ ایک لمحے کے لئے چونکے پھر ان کے چہرے نارمل ہوتے چلے گئے۔

"ہمیں نہیں معلوم۔ وہ ہائی جیکر یعنی تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں ان کے بارے میں ہم سے بہتر تم جانتے ہو"۔ اس نے کہا اور میں اس بار چونک اٹھا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم اب بھی یہی سمجھ رہے ہو کہ میں ان ہائی جیکروں کا ساتھی ہوں اور ان کے ساتھ طیارے کو اغوا کرنے میں میرا بھی ہاتھ تھا"۔

"حقیقت سے کیوں منہ موڑ رہے ہو شری سکندر۔ اب تو بازی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پھر بھی تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ تم ان کے ساتھی نہیں ہو" کرنل ورما نے منہ بنا کر کہا اور میں حیران رہ گیا۔ اس نے جس وثوق سے کہا تھا میں الجھ سا گیا تھا۔ کہاں وہ مجھے اذیتیں دے کر مجھے جرم قبول کرنے کا کہہ رہے تھے اور کہاں اب بھی اسی طرح سر پر کھڑی موت کو دیکھ کر بھی مجھے طیارہ اغوا

کرنے والوں کے ساتھ شریک جرم ٹھہرا رہے تھے۔

"کرنل ورما تم نے تو کہا تھا کہ تم لوگوں نے مجھے ہائی جیکروں کے ساتھ ہی گرفتار کیا تھا۔ اگر وہ سب گرفتار ہو گئے تھے تو پھر اب تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ ان کے بارے میں میں تم سے بہتر جانتا ہوں"۔ میں نے اس کی جانب شک بھری نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہم نے تم سب کو گرفتار ایک ساتھ ضرور کیا تھا۔ مگر ہم جب تم لوگوں کو ایک بند گاڑی میں گرفتار کرکے لے جا رہے تھے تو راستے میں اچانک آتنک وادیوں کے ایک گروہ نے گاڑی پر آتشی اسلحہ اور بموں سے حملہ کر دیا۔ سخت حفاظت کے باوجود وہ اپنے سب ساتھیوں کو چھڑوا کر لے گئے، ان کے خوفناک حملے سے گاڑی الٹ گئی تھی۔ تم اور تمہارے مزید دو ساتھی ہمارے ساتھیوں کے نیچے دب گئے تھے اس لئے وہ جلدی میں تمہیں چھوڑ گئے، اس طرح ایکس آتنک وادیوں میں سے ہمارے ہاتھ آنے والے تم تین آتنک وادی ہی تھے" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سچ یا جھوٹ کو تلاش کرتے ہوئے پوچھا۔ لیکن وہ یا تو واقعی سچ کہہ رہا تھا یا پھر شاید وہ مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا کہ مجھے اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔

"بالکل سچ" اس نے وثوق سے کہا اور میں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"اب وہ دونوں کہاں ہیں"۔ میں نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"وہ دونوں کرنا ٹک جیل میں ہیں۔ انہوں نے اپنا جرم فوراً قبول کر لیا تھا اور تمہیں بھی اپنے ساتھی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا"۔

"انہیں وہاں کیوں لے جایا گیا تھا اور مجھے یہاں کیوں رکھا گیا تھا اس کی کوئی خاص وجہ تھی"۔

"ہاں ۔ بہت ہی خاص وجہ تھی اور وہ خاص وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں اس ملٹری ٹارچر سیکشن سے اچھی طرح سے واقف تھے ایذاؤں اور صعوبتوں سے بچنے کے لئے انہوں نے فوراً" ہی اعتراف جرم کر لیا تھا جبکہ تم کسی طور اپنا جرم قبول کرنے کو تیار ہی نہیں ہو رہے تھے ' اس لئے انہیں کرنانک جیل میں بھیج دیا گیا اور تمہیں یہیں رکھ لیا گیا تاکہ تم سے اعتراف جرم کروایا جا سکے"۔

"وہ دونوں اصلی ہائی جیکر ہی تھے یا میری طرح بے گناہ افراد کو ہی تم لوگوں نے پکڑ لیا تھا"۔ میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"اگر اصلی نہ ہوتے تو اعتراف جرم کیوں کرتے"۔

"اس جیل میں اور کتنے قیدی ہیں اور ان پر کیا جرم عائد کئے جا رہے ہیں" میں نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"چھ قیدی ہیں یہاں اور سب کے سب آتنک وادی اور خطرناک قاتل ہیں ۔ چار اقبال جرم کر چکے ہیں جبکہ دو تمہاری طرح اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں کہ وہ نہ ہی قاتل ہیں اور نہ ہی ان کا کسی آتنک وادیوں کے گروہ سے کوئی تعلق ہے ۔ ان کو بھی ملٹری کورٹ سے سزائے موت دے دی جا چکی ہے"۔ اس نے بتایا اور میں پر خیال انداز میں سر ہلانے لگا۔

"لگتا ہے بے گناہ لوگوں کو گناہ گار ثابت کرنے میں تم لوگوں کو خاصی مہارت حاصل ہے ۔ ان چھ افراد کو کہاں سے پکڑا تھا تم لوگوں نے ' کیا وہ بھی اس جہاز کے مسافروں میں شامل تھے جس کا میں مسافر تھا"۔

"نہیں ان میں امریکی طیارے کا کوئی مسافر نہیں ہے ان کو ہمارے کمانڈوز نے ریڈ ہینڈڈ بھارت کے مختلف صوبوں سے گرفتار کیا تھا ۔ لیکن شری سکندر تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو ۔ تمہارا دوسرے قیدیوں سے کیا لینا دینا ہے ' تم اس وقت ایک آزاد اور شکتی شالی منش ہو تم اگر یہاں سے جانا چاہو تو آسانی سے جا سکتے ہو ۔ پھر اس طرح ہم سے سوال و جواب کر کے تم اپنا وقت

کیوں نشٹ کر رہے ہو ۔ میں نے تمہیں بتایا ہے ناکہ یہ ملٹری ٹارچر سیکشن ہے ' یہاں ہمارے آدمیوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے ۔ اس وقت تو تم ہمیں چھوڑ کر باقی سب محافظوں کو ہلاک کر چکے ہو ۔ لیکن اگر وہ لوگ آگئے تو تمہارا یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا"۔ کرنل ورما نے کہا

"دھمکی دے رہے ہو" میں نے اسے گھورا۔

"نہیں ۔ صرف تمہیں بتا رہا ہوں"۔ اس نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا

"میرا خیال ہے کہ تم مجھے خاصا چکر دے چکے ہو ۔ تم نے کمال اداکاری سے مجھے بہلانے اور بے وقوف بنانے کی پوری کوشش کر ڈالی ہے ۔ لیکن میں کوئی بچہ نہیں ہوں جو تمہاری باتوں سے بہل جاؤں ' اس لئے بہتر یہی ہے کہ اب پوری طرح سے کھل جاؤ اور مجھے اصل حقیقت بتا دو کہ وہ ہائی جیکر کون تھے ' انہیں تم نے کیوں چھوڑا اور ان کی جگہ مجھے کیوں پکڑا گیا تھا ۔ تم نے کہا تھا کہ مجھے ہائی جیکروں کے ساتھ ان کے قریب سے پکڑا تھا جبکہ میں جہاز کی ان نشستوں پر موجود تھا جہاں سے ہائی جیکر کافی فاصلے پر موجود تھے ' پھر تم لوگوں نے مجھے ہائی جیکروں کے ساتھ کیسے پکڑ لیا ۔ پھر جب مجھے تم لوگوں نے سزائے موت دی اس وقت جہاز کے کئی مسافروں کو تم نے مجھے ہائی جیکر کے طور پر شناخت کے لئے بطور گواہ کے طور پر پیش کیا ۔ اس کے علاوہ تم لوگ جبراً" مجھے اپنا گناہ ماننے پر مجبور کر رہے تھے ' سب سے اہم بات یہ کہ میرے پاس میرا اصلی پاسپورٹ میرے تمام ڈاکو منٹس اور میرا ٹکٹ میرے ہمراہ تھا کیا اسے دیکھ کر تم لوگوں کو میرے بارے میں علم نہیں ہوا کہ میں ہائی جیکر ہوں یا کوئی مسافر ۔ میرے ڈاکو منٹس تم لوگ امریکی ایمبیسی سے کنفرم بھی کروا سکتے تھے اور تم نے لامحالہ میرے متعلق تمام تر معلومات حاصل کی ہوں گی ' پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں واقعی ہائی جیکروں کا ساتھی تھا"۔ میں نے اپنی ایک ایک بات پر زور

دیتے ہوئے کہا اور وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"یہ سب کچھ ہم تمہیں نہیں بتا سکتے" چند لمحے توقف کے بعد کرنل ورما نے ہونٹ بھینچتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں نہیں بتا سکتے"۔ میں غرایا

"جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ سکندر مہاراج۔ اس کے لئے ہم پرائشچت کرنے کو تیار ہیں۔ ہم تمہیں وچن دیتے ہیں کہ ہم تمہیں زندہ سلامت چھوڑ دیں گے اور تمہیں کسی نہ کسی طرح تمہارے ملک میں واپس پہنچانے کا بھی انتظام کر دیں گے"۔ کرنل پرکاش نے کہا

"بکو مت' میں تم سے جو پوچھ رہا ہوں مجھے اس بات کا جواب دو' تم لوگوں نے میرے ملک کے خلاف کیا سازش کی تھی' اور اس کا نتیجہ کیا رہا۔ ہائی جیکر اصل میں کون تھے وہ اس وقت کہاں ہیں ان کے بجائے تم لوگوں نے مجھے اور مجھ جیسے کن کن لوگوں کو پکڑ کر اس صعوبت خانے میں ڈال رکھا ہے اور یہ کہ وہ کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں"۔

"ہم اس وقت تمہاری جادوگری کی طاقت کے سامنے بے بس ہیں شری سکندر' لیکن ہم غدار وطن نہیں ہیں۔ تم ہم سے جو کچھ بھی پوچھ رہے ہو اس کا جواب دینے کے بجائے ہم مرنا زیادہ پسند کریں گے۔ تم بے شک ہمیں مار ڈالو"۔ سینئر آفیسر نے بے بسی کی ملی جلی کیفیت میں مجھے سختی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ تمہاری اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ تم لوگ واقعی میرے ملک کے خلاف کسی گھناؤنی اور مذموم سازش میں ملوث ہو۔ ٹھیک ہے فی الحال تم مجھے کچھ نہیں بتاتے تو نہ بتاؤ۔ مگر میں بہت جلد تم سے ان ساری باتوں کا پتہ لگا لوں گا۔ تم سب کو مجبور کر دوں گا کہ تم خود ہی اس سازش کے چہرے پر سے نقاب اتار دو۔ پھر میں تم سب کا وہ حشر کروں گا جو رہتی دنیا تک کو یاد رہے گا

اس کے علاوہ تم لوگوں نے میرے ملک کے خلاف جو چال چلی ہو گی اس کو بے نقاب کر کے میں پوری دنیا کے سامنے نہ لے آیا تو میرا نام سکندر نہیں۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے مجھ سے جتنا دور بھاگ سکتے ہو بھاگ جاؤ۔ لیکن جس وقت تم میری گرفت میں آ گئے' وہ دن اور وہ لمحہ تمہاری زندگیوں کا آخری دن ہو گا۔ دفع ہو جاؤ" میں حلق کے بل غرایا اور وہ اپنی جان بچتی دیکھ کر جلدی سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور پاگلوں کی طرح باہر بھاگتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنا لباس اور جوتے تک پہننا گوارا نہیں کیا تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ہال نما کمرے سے باہر نکل چکے تھے'

"سایہ" ان کے جاتے ہی میں نے اپنے سائے کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے وہ مجسم انسان میرا ہمشکل میرے سامنے تھا۔

"آقا" اس نے کورنش کرتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا

"میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ اس ایریئے سے دور نکل جائیں اور ان کے ذہنوں سے یہ سارے واقعات اور تمہاری طاقت کا خیال محو ہو جائے' ان کے ذہن میں میری پوری تصویر رہنی چاہیے اور ان کو صرف اتنا پتہ ہونا چاہیے کہ سکندر نامی دہشت گرد ان کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے اور ان کے ملٹری ٹارچر سیل کو تباہ کر کے فرار ہو گیا ہے۔ وہ میرے اور میں ان کا جانی دشمن ہوں اور انہیں یہ باور کروا دو کہ مجھے پکڑنے کے لئے انہیں ہر ممکن کاروائی کرنا ہو گی ورنہ میں ان کے لئے ہی نہیں ان کے ملک کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہوں"۔ میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اسے حکم دیا۔ میری باتیں سن کر ایک لمحے لئے اس کی پیشانی پر حیرت کی سلوٹیں نمودار ہوئیں پھر میرے دل کی بات اور مقصد بھانپ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"حکم کی تعمیل ہو گی آقا" اس نے کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں اس کے غائب ہونے کے بعد الیکٹرک کرسی پر بیٹھا دیر تک اپنے ذہن میں

ہوں ۔ جاسوسی کے عملی میدان میں قدم رکھ کر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں اس میں کس حد تک کامیاب ہو سکتا ہوں اور حالات کو کہاں تک فیس کر سکتا ہوں تمہارا ساتھ فی الحال میرے ساتھ اس قدر ہونا چاہئے کہ تم آنے والے خطرے سے مجھے پہلے آگاہ کر دو ۔ اور یقینی موت سے ہمکنار ہونے سے بچا لو ۔ میری ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری تمہاری ہی ہے ' مجھے وقتاً" فوقتاً" جاسوسی کے آلات ' ہتھیار اور دشمن ملک کی کرنسی کی ضرورت رہے گی ' یہ سب پورا کرنا بھی تمہارا کام ہے ' تمہارے ساتھ مل کر میں جاسوسی کی دنیا میں ایک نیا قدم رکھنا چاہتا ہوں اس میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں ' یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔ لیکن بہرحال میں کوشش ضرور کروں گا۔ اپنے لئے یا اپنے بدلے کے لئے نہیں بلکہ اپنے ملک و قوم کے مفاد کے لئے ۔ میرا اندازہ ہے کہ دشمن ملک نے میرے ملک کے خلاف کوئی انتہائی گھٹیا اور گھناؤنی چال چلی تھی ' جس سے میرے ملک کو نہ جانے کس قدر ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچا ہو گا ۔ بہرحال میں اس سازش کی تہہ تک جانا چاہتا ہوں ' ہو سکا تو اس سازش سے اپنے ملک کو پہنچنے والے نقصان کی کسی حد تک تلافی کر سکوں ' ویسے ایک بات بتاؤ ۔ کیا تم ساری حقیقت جانتے ہو" ۔ میں نے آخری الفاظ اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھے تھے '

"ہاں ۔ اگر آپ چاہیں تو میں ساری حقیقت آپکے سامنے بیان کر دوں"

"نہیں ۔ بس اتنا بتا دو ۔ کیا واقعی اس سازش کی وجہ سے پاکستان کو کوئی نقصان پہنچا ہے میں نے اضطراری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"ہاں ' دشمنوں کی سازش کی وجہ سے پاکستان کی ساکھ بہت خراب ہو گئی ہے ۔ عالمی برادری نے پاکستان کو ایک عالمی دہشت گرد قرار دے دیا ہے اور عالمی برادری کی لسٹ سے پوری طرح پاکستان کو الگ کر دیا گیا ہے" ۔ ہمزاد نے کہا اور میں پریشان ہو کر رہ گیا ۔

"آقا اگر آپ پوری طرح اس سازش کے متعلق جان لیں تو بہتر رہے گا اس سے آپ کو بے حد مدد ملے گی اور آپ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھا سکیں ۔ اگر واقعی آپ اپنے ملک پر لگے داغ کو دھونا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہاں رہ کر آپ کو بہت کام کرنا پڑے گے ' طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا اور آپ کو میں یہ بھی بتا دوں کہ ہر جگہ اور ہر وقت میں آپ کی مدد بھی نہیں کر سکوں گا" ۔ اس نے کہا اور میں بری طرح سے چونک اٹھا ۔

"کیا مطلب ۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم" ۔

"مجھے آپ نے صرف چالیس گھنٹوں کے مختصر عمل سے حاصل کیا ہے جبکہ ہمزاد حاصل کرنے کا دورانیہ اور پورا عمل چالیس روز کا ہوتا ہے ۔ اگر آپ چالیس روز کا چلہ مکمل کر کے مجھے حاصل کرتے تو میں انتہائی طاقتور اور کمال باخبر ہوتا ۔ دوسرے آپ نے مجھے ہمزاد کے بجائے سایہ کہہ کر مخاطب کر کے [illegible] لیا تھا جن کی وجہ سے میری طاقتیں اور بھی کم ہو کر رہ گئی ہیں ۔ میں خود سے آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا ' نہ آنے والے حالات سے آپ کو پہلے خبردار کر سکتا ہوں ۔ میں آپ کا صرف اس حد تک غلام ہوں کہ آپ مجھ سے جو کہیں وہ میں پورا کر دوں ۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں صرف روشنی میں ہی آپ کے کام آ سکتا ہوں اندھیرے میں نہیں آپ کے سامنے آ سکتا ہوں اور نہ ہی آپ کی پکار سن سکتا ہوں ' اس کے علاوہ میری مدد حاصل کرنے کے لئے آپ کا پاک صاف ہونا بھی بے حد ضروری ہے ' گندگی اور ناپاکی کی معمولی سی چھینٹ بھی آپ کی اور میری راہ میں رکاوٹ بن جائے گی ۔ مثال کے طور پر آپ کے بدن پر کسی انسان یا جانور کے خون کا قطرہ بھی لگ گیا یا شراب یا پیشاب کے قطروں سے آپ کا وجود یا لباس گندہ ہو گیا تب بھی میرے لئے آپ کے سامنے آنا ممکن نہ ہو گا ۔ آپ جو تکلیفیں ' اذیتیں یا کسی کے ہاتھوں زخم

لگیں گے ان کو بھی روکنا میرے بس سے باہر ہے ہاں البتہ آپ کے بلانے پر میں آپ کو زخموں تکلیفوں سے راحت ضرور دلا سکتا ہوں۔ مگر وہ بھی اس صورت میں جب آپ بالکل پاک صاف ہوں اور اپنی تکلیفوں کو رفع کرنے کے لئے خود سے مجھے نہ کہیں۔ آپ نے یہاں رہ کر جاسوسی کرنے کا جو بھی ارادہ کیا ہے یہ اصل میں آپ کے ذہن کا ہی اختراع نہیں ہے ایسا سب کچھ ہونا آپ کے مقدر میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو دنیا میں کسی نہ کسی مقصد سے ہی بھیجتا ہے۔ آپ ڈاکٹر بن کر انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کا راستہ دوسرا تھا جس پر حالات نے آپ کو لا کھڑا کیا ہے۔ جاسوسی کر کے اپنے ملک و قوم کی بھلائی کا کام کرنا بھی انسانیت کی بہت بڑی خدمت میں شمار ہوتا ہے' جاسوسی کہانیوں کے پڑھنے اور جاسوسی فلمیں دیکھنے سے آپ کا ذہن شروع سے ہی اس طرف راغب تھا اس لئے اپنے شوق کی تکمیل کے لئے کالج کے لڑکوں کے ساتھ جاسوسی کھیل کھیل کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ انتہائی ذہین مضبوط اعصاب کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین لڑاکا بھی ہیں۔ جوڈو کراٹے اور مارشل آرٹس پر بھی آپ کو مکمل عبور حاصل ہے۔ ہر قسم کا اسلحہ بھی آپ آسانی سے چلا سکتے ہیں۔ یہ سب خوبیاں ایک جاسوس میں ہونا بہت ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ آپ میں ایک خاص بات اور بھی ہے"۔ وہ لمبی چوڑی تقریر کر کے مسکرایا۔

"وہ کیا" میں نے اس کی لمبی چوڑی تقریر سن کر بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"وہ یہ کہ حالات جیسے بھی ہوں آپ ہمت نہیں ہارتے اور آخری دم تک لڑتے ہیں اور جب تک فیصلہ ہو جائے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹتے میرا قابو کرنے کا عمل چالیس گھنٹوں کا تھا۔ مسلسل کھڑے رہنا۔ ایک لمحے کی بھی نیند نہ لینا اور بھوکا پیاسا رہنا۔ واقعی اگر آپ ہمت نہ کرتے تو اب تک آپ کی روح ساتویں آسمان پر ہوتی"۔ اس نے مسکرا کر کہا اور میں ہنس پڑا۔

"موت سر پر ہو تو بچنے کے لئے ہر کوئی ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ کوئی ہمت کر کے اپنی عمر بڑھا لیتا ہے اور کوئی وقت سے پہلے ہی اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے' لیکن موت کا ایک وقت متعین ہوتا ہے' اگر میرا وقت پورا ہو گیا ہوتا تو اول تو تم میرے قابو میں ہی نہ آتے اور اگر آ بھی جاتے تو مجھے مرنے سے نہیں بچا سکتے تھے میں بچ گیا ہوں اس کا مطلب ہے کہ ابھی خدا کو میری زندگی مقصود تھی' بہرحال تم نے اتنی لمبی چوڑی تقریر کر کے جو کچھ بتایا ہے اسے سن کر میں خوش بھی ہوا ہوں اور پریشان بھی۔ خوش اس لئے ہوا ہوں کہ مجھے اپنی زندگی کا اصل مقصد مل گیا ہے کہ میں ایک ڈاکٹر نہیں جاسوس ہوں اور جاسوس بن کر اپنے ملک و قوم کے کام آ سکتا ہوں پریشانی کی بات یہ ہے کہ تم میرے لئے اس قدر کار آمد نہیں ہو جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ اس لحاظ سے تمام حالات کا مجھے خود ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ اور تمہاری مدد کے لئے مجھے اپنی پاک صافی کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑے گا"۔

"بالکل" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔

"اچھا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کتنا عرصہ اور زندہ رہوں گا"

"یہ مجھ سے نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے ورنہ آپ کو حالات کا مقابلہ کرنے اور کام کرنے میں دلچسپی محسوس نہیں ہوگی" اس نے کہا اور میں اس کی طرف تیز نظر سے گھورنے لگا۔

"یہ بھی نہ پوچھوں' وہ بھی نہ پوچھوں تو پھر میں تم سے پوچھوں کیا۔ جس کا تم مجھے سیدھی طرح سے جواب دے سکو"۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر مصنوعی غصے سے کہا۔

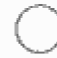
"میں تو کہتا ہوں کہ اس وقت کچھ بھی نہ پوچھیں' خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیں۔ دیکھیں کر آپ کے ساتھ کیا ہوتا ہے اور آپ کیا کرتے

ہیں"

"لاحول ولا قوۃ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ میں سازش کی تفصیل تم سے سن لوں تاکہ میں بہتر طریقے سے حالات کا مقابلہ کر سکوں اور اب کہہ رہے ہو کہ کچھ بھی نہ پوچھوں"۔ میں نے جھلا کر کہا!

"ہاں واقعی تفصیل کا جاننا آپ کے لئے بے حد ضروری ہے' ورنہ آپ اندھیرے میں ہی ٹاک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں گے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات اس قدر تیز اور خطرناک ہوں گے کہ آپ کو صحیح طرح سوچنے سمجھنے کا بھی موقع نہیں ملے گا اور آپ بے مقصد ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے"۔ اس نے کہا۔

"اچھا یار بتا دو تفصیل تاکہ میں بامقصد ہاتھ پاؤں مار سکوں"۔ میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ اور وہ مجھے تفصیل بتانے لگا۔



"اوہ اگر ایسی بات ہے تو وہ فائل کیا تم مجھے لا کر نہیں دے سکتے' تاکہ میں اسے لے جا کر اپنے ملک کی حکومت کے حوالے کر سکوں"۔ میں نے چونک کر اس سے پوچھا۔

"بلیک ماسٹر کالی طاقتوں کا مالک ہے اور میں اتنا طاقتور نہیں ہوں کہ کالی طاقتوں کا مقابلہ کر سکوں' لیکن اگر آپ چاہیں تو نہ صرف بلیک ماسٹر بلکہ اس کی کالی طاقتوں کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بلیک ماسٹر اور اس کی کالی طاقتوں سے مقابلے کا طریقہ میں آپ کو بتلا دوں گا۔ اور جس قدر ممکن ہو سکا اس سلسلے میں میں آپکی بھرپور مدد بھی کروں گا۔" اس نے کہا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔

"ہونہہ اپنے ملک کے مفاد کیلئے مجھے بلیک ماسٹر اور اس کی کالی طاقتوں سے تو کیا موت سے بھی نبرد آزما ہونا پڑے تو میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔"

"سایہ۔" میں نے چند لمحوں کے بعد اچانک اس سے کہا۔

"آقا۔" اس نے ہمہ تن گوش ہو کر جلدی سے کہا۔

"میں اس عقوبت خانے کو کسی طرح سے تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے کہیں سے دو تین ٹائم بم لا کر دے سکتے ہو۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی آقا۔" سائے نے کہا اور اس کی بات سن کر میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔"

"آقا آپ کے حکم سے میں نے آپکے دشمنوں کو انکے گھروں میں پہنچا دیا تھا ان کے ذہنوں سے میں نے آج کے ہونے والے ہر ہنگامے کو نکال پھینکا ہے۔ انہیں میں نے انکے گھروں میں ہی اطلاع پہنچا دی ہے کہ جیل خانے میں آپ جیل توڑ کر فرار ہونے کی کوشش میں ہیں اور اب تک جیل کے کئی محافظوں کو ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ پہلے تو انہیں معلوم تھا کہ آپ اصل مجرم نہیں ہیں مگر اب وہ آپ کو سچ مچ ایک انتہائی خطرناک اور خوفناک مجرم سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے آپکو ختم کرنے کیلئے وہ ہر ممکن قدم اٹھانے کیلئے تیار ہیں۔ کرنل ورما اور کرنل پرکاش سمیت کئی فوجی مسلح ہو کر اس طرف آ رہے ہیں۔ وہ باہر سے ہی پہلے آپ کو وارننگ دیں گے کہ آپ خود کو ان کے حوالے کر دیں۔ پھر وہ اپنی جانیں بچانے کیلئے اس جیل خانے کو ہی بموں سے اڑا دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تاکہ آپ جیسے خطرناک مجرم کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی جیل خانے میں دفن کر کے رکھ دیں۔" اس نے آخری الفاظ مسکراتے ہوئے کہے تھے اور میرے لبوں پر بھی ایک معنی خیز مسکراہٹ عود کر آئی۔

"بہت خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں ابھی سے ہی میدان عمل میں آ جاؤں۔ لگتا ہے تم میرے دل کا بھید پوری طرح سے جان چکے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہوں۔ پھر تو مجھے ان کے استقبال کیلئے جلدی سے تیار ہو جانا چاہیئے۔" میں نے کہا اور پھر میں نے وہاں سے ایک گن اٹھا لی اور کئی فاضل راونڈ اٹھا کر جیبوں میں بھر لئے' اور ہمزاد کے ساتھ چلتا ہوا جیل خانے سے باہر آ گیا۔ جیل خانہ واقعی زمین دوز تھا۔ باہر دور دور تک ویرانے کا راج تھا۔ ہر طرف چٹانیں اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جن کے درمیان ایک سرنگ بنا کر انہوں نے زمین دوز جیل خانہ بنا رکھا تھا۔ اس غار نما راستے کے آگے انہوں نے مصنوعی چٹان نما دروازہ بنایا ہوا تھا جو اندر اور باہر سے بٹن دبانے سے کھلتا تھا۔ اگر میرے ساتھ ہمزاد نہ ہوتا تو جیل سے باہر نکلنا میرے لئے واقعی بے حد مشکل کام ہوتا۔ میں چٹان کو ہٹانے والے بٹنوں کو ہی تلاش نہ کر پاتا جو انہوں نے نہایت خفیہ جگہ لگا رکھے تھے۔ کیونکہ وہ بٹن بھی پتھروں جیسے تھے جنہیں عام آدمی آسانی سے تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے غار نما راستے سے باہر نکل کر ہمزاد کے کہنے پر اس کا راستہ بند کر دیا۔ اور پھر ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ مگر بڑے بڑے ٹیلوں کی وجہ سے مجھے وہاں کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"وہ لوگ کتنی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے۔" میں نے ہمزاد سے پوچھا جو میرے ساتھ ہی موجود تھا۔

"زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے پر خیال انداز میں سر ہلا دیا۔

"تم نے اچھا کیا کہ ان کے ذہنوں سے آج کے ہونے والے ہنگامے اور اپنی طاقت کا ہر خیال محو کر دیا۔ میں ان لوگوں کا مقابلہ کر کے اور انہیں زبردست قسم کا نقصان پہنچا کر اس انداز میں فرار ہونا چاہتا ہوں کہ صرف یہ لوگ ہی نہیں پوری کی پوری بھارتی فوج مجھے اپنے لئے انتہائی خطرناک مجرم سمجھ کر میرے پیچھے بھاگتی پھرے اور میں انہیں تگنی کا ناچ نچاتا رہوں۔ تم ایسا

کرو مجھے جیل خانے میں پڑی ہوئی چند مزید گنیں لا دو' اور ان کو مختلف ٹیلوں میں اس انداز میں چھپا دو تاکہ دشمن کو آسانی سے وہ نظر نہ آسکیں۔ میں تمہاری کارکردگی دیکھ چکا ہوں۔ دشمنوں پر میں یہ تاثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے اکیلا فرار نہیں ہوا بلکہ مجھے چھڑانے کیلئے ایک گروہ نے باقاعدہ ان پر حملہ کیا تھا۔ تم ٹیلوں کے پیچھے چھپی ہوئی گنیں چلاتے رہنا اور دشمن کو جس قدر نقصان پہنچا سکو پہنچا دینا۔ میں انکی کسی گاڑی کو ہی لے کر فرار ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے اسے اپنا پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ میری سکیم سمجھ کر وہاں سے غائب ہو گیا اور پھر جلد ہی اس نے مجھے آکر خبر دی کہ وہ درجن بھر گنوں کو مختلف ٹیلوں پر نصب کر چکا ہے' دشمن پر وہ ان گنوں کو بیک وقت استعمال کرے گا۔ تاکہ دشمنوں کو یہی شبہ رہے کہ ان کا مقابلہ کرنے والوں کی تعداد کافی ہے۔ اور پھر کچھ دیر بعد مختلف ٹیلوں کے پیچھے سے کئی فوجی گاڑیاں اور ٹرک نمودار ہوئے جو جیل خانے میں جانے والے راستے سے کافی فاصلے پر رک گئے' ان گاڑیوں اور ٹرکوں سے مسلح فوجی اترنے لگے اور وہ جھکے جھکے انداز میں ادھر ادھر پھیلتے چلے گئے' اور انہوں نے جیل خانے کے خفیہ راستے پر نظریں مرکوز کر کے اسے اپنے نشانے پر لے لیا۔ پھر ایک جیپ سے کرنل ورما اور کرنل پرکاش اترے' ان کے ہاتھوں میں بھی گنیں تھیں' چند لمحوں بعد دوسری جیپ سے کیپٹن ملہوترا نکلے ان کے ہاتھ میں میگافون تھا۔ وہ تینوں ایک بڑی چٹان کی آڑ میں آگئے جو خفیہ راستے کے دائیں جانب تھی' وہاں سے خفیہ راستے پر آسانی سے نظر رکھی جا سکتی تھی' میں اس اثناء میں ایک ایسے ٹیلے پر چڑھ گیا تھا جہاں سے میں ان سب پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا مگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"مسٹر سکندر' ہم جانتے ہیں کہ جیل خانے میں اس وقت تمہارا مکمل کنٹرول ہے' اور تم جیل کے تمام محافظوں کو ہلاک کر چکے ہو۔ تمہیں آج سزائے موت دی جانے والی تھی' مگر کسی کارن ہم نے فی الحال تمہاری سزا ملتوی کر دی ہے۔ تم اس وقت جیل خانے میں ہو۔ اگر تم اپنی زندگی کی خیریت چاہتے ہو اور کچھ دن اور جینا چاہتے ہو تو اپنے ہتھیار گرا دو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ ہم تمہیں ہلاک کرنے کے لئے اس جیل خانے کو بھی اڑا دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔" کیپٹن ملہوترا نے میگا فون منہ کے قریب کر کے اچانک چیختے ہوئے کہنا شروع کر دیا اور میرے لبوں پر اس کی بات سن کر مسکراہٹ آگئی کہ کسی کارن انہوں نے میری موت کی سزا ملتوی کر دی ہے۔

"ہم تمہارے لئے جیل خانے سے باہر آنے کا خفیہ راستہ کھول رہے ہیں۔ اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر اس راستے سے باہر آجاؤ۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہو گا۔" اس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے نہایت چوکنے اور جھکے جھکے انداز میں آگے بڑھ کر ایک پتھر زور سے دبا کر جیل خانے کا خفیہ راستہ کھول دیا اور تیزی سے بھاگتا ہوا ایک چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔

خفیہ راستے کی چٹان گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ایک طرف سرکتی چلی گئی۔ اور فوجیوں نے اپنی گنوں کے ٹریگروں پر انگلیاں جما لیں۔

"خفیہ راستہ کھل چکا ہے۔ مسٹر سکندر۔ ہم صرف بیس تک گنیں گے۔ اگر بیس تک گنتی پوری ہوتے ہی تم باہر نہ آئے تو ہم تمہارے لئے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔" اس نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں نے مسکرا کر ہمزاد کی جانب دیکھا جو بڑے لاپرواہانہ انداز میں کھڑا شاید میرے حکم کا منتظر تھا۔ میرے حکم کی دیر تھی اور وہ غائب ہو کر مختلف جگہوں پر رکھی ہوئی گنوں کے منہ کھول دیتا اور ہر طرف ان فوجیوں کی لاشیں بچھنا شروع ہو جاتیں۔ مگر میں ابھی انکی مزید کارروائی دیکھنا چاہتا تھا۔

"ایک۔ دو۔ تین۔" کیپٹن ملہوترا نے گنتی شروع کر دی ان سب کی

نظریں غار کے دہانے پر مرکوز تھیں جیسے میں گنتی پوری ہونے سے پہلے ان سے خوفزدہ دونوں ہاتھ سر پر رکھے باہر نکل آؤں گا اور وہ مجھے یکدم چھاپ لیں گے' انہیں کیا خبر تھی جو میری موت کا وہ جال بچھا رہے تھے' اسی جال کو میں ان پر ہی الٹنے والا تھا اور ان پر موت بن کر جھپٹنے والا تھا۔ کیپٹن ملہوترا گنتی گن رہا تھا اور میں ان گاڑیوں کی جانب دیکھ رہا تھا جس میں سے ایک گاڑی کو لے کر مجھے وہاں سے فرار ہونا تھا۔

"اٹھارہ۔ انیس۔" کیپٹن ملہوترا انیس تک پہنچ کر رک گیا ہر طرف جیسے موت کا خوفناک سناٹا چھا گیا۔ فوجیوں نے اپنے دم تک سادھ لئے تھے' انکی آنکھوں میں بے چینی مترشح تھی اور وہ اپنی جگہوں پر ساکت و جامد گنوں کو لئے الرٹ ہو گئے تھے کہ جیسے ہی کیپٹن ملہوترا بیس کہے گا ان کی گنوں سے آگ نکلنا شروع ہو جائے گی۔ کیپٹن ملہوترا اضطراری نگاہوں سے کرنل ورما اور کرنل پرکاش کی جانب دیکھنے لگا۔ ان دونوں کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور انکی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں' پھر کرنل ورما نے کیپٹن ملہوترا کو اشارہ کیا۔

"بیس۔ ایک۔" کیپٹن ملہوترا نے بری طرح چیخ کر کہا اور دوسرے ہی لمحے فوجیوں کی گنوں سے آگ نکلنے لگی اور میں نے سرخ انگاروں کو غار کے دہانے میں جاتے دیکھا۔ گنوں کے خوفناک دھماکوں کی آوازوں سے پورا علاقہ گونجنے لگا تھا۔ اس وقت میں نے ہمزاد کو بھی حملے کا اشارہ دیدیا۔ ہمزاد غائب ہوا اور پھر مختلف جگہوں سے اچانک بے شمار گنیں چل پڑیں۔ کئی فوجی ان گنوں سے نکلنے والی گولیوں کی زد میں آ گئے' انکی دلخراش چیخیں نکلیں اور وہ الٹ کر اپنے ہی خون میں نہاتے ہوئے گر کر تڑپنے لگے' اس قدر اچانک اور غیر متوقع حملے نے ان فوجیوں اور دونوں کرنلوں اور کیپٹن ملہوترا کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان پر اچانک اور اس انداز میں بھی حملہ ہو سکتا ہے' ایک لمحے کیلئے صورتحال سمجھنے کیلئے انہیں اپنی فائرنگ روکنا پڑی اور پھر وہ بری طرح سے چیختے ہوئے اپنی پوزیشنیں بدلتے چلے گئے' دوسرے ہی لمحے وہاں میدان کارزار کا سا سماں نظر آنے لگا۔ فوجیوں نے اس طرف گولیاں برسانا شروع کر دیں جس طرف ٹیلوں کے پیچھے سے ان پر فائرنگ کی جا رہی تھی۔ ان کی فائرنگ سے وہاں اگر کوئی ہوتا تو اسے نقصان پہنچتا وہ تو ہمزاد تھا جو بجلی کی سی سرعت سے ادھر ادھر آ جا کر ان پر گولیاں برسا رہا تھا۔ اسکی تیز رفتاری دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ بارہ گنوں کو اس قدر تیزی سے کنٹرول کرنا کہ ایک لمحے کیلئے بھی کسی گن کی نال سے گولیاں نکلنا بند نہیں ہوئی تھیں واقعی میرے لئے بھی اس قدر انتہائی حیران کن اور ناقابل یقین بات تھی' مگر ہمزاد کو میں جس تیزی سے ادھر ادھر آتے جاتے دیکھ کر گولیاں چلاتے دیکھ رہا تھا اسے میں کیسے جھٹلا سکتا تھا۔ دشمنوں کی گنوں سے ٹیلوں کے پتھر اور چٹانیں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہی تھیں اور ہمزاد کی فائرنگ سے بے شمار فوجی اچھل اچھل کر گر رہے تھے' ہمزاد کی گنوں سے نکلی ہوئی گولیاں چٹانوں کے پیچھے چھپے ہوئے فوجیوں تک کسی نہ کسی سوراخ سے پہنچ جاتیں۔ اور چیختا ہوا ہاتھ پیر مارتا ہوا چند لمحے تڑپ کر ہلاک ہو جاتا۔

جو فوجی میری نگاہوں میں آ رہے تھے ان پر میں نے بھی گولیاں برسانا شروع کر دیں' دشمن خوفزدہ ہو کر اپنی پوزیشن بدل رہے تھے' اپنے ساتھیوں کو اس طرح سے ہلاک ہوتے دیکھ کر دونوں کرنلز اور کیپٹن ملہوترا کے چہرے زرد پڑ گئے تھے' انکی پریشانی اس بات کی بھی غماز تھی کہ ان کے ساتھیوں کو دھڑا دھڑ ہلاک کیا جا رہا ہے۔ جبکہ انکے ساتھیوں کی چلائی ہوئی گولیوں سے ابھی تک ان پر حملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی بھی چیخ سنائی نہیں دی تھی۔

"سر دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم پوری طرح چھپنے کے باوجود انکی نظروں میں ہیں اور وہ ہمیں زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں جبکہ ہم نے

ابھی تک کسی دشمن کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دیکھی۔" ایک فوجی نے چیخ کر کرنل ورما اور کرنل پرکاش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بم۔ بم پھینکو ان پر۔" کیپٹن ملہوترا نے چیخ کر کہا۔ اور فوجیوں کو جیسے عقل آ گئی' دوسرے ہی لمحے انہوں نے دستی بموں سے سیفٹی پنیں نکال کر پوری قوت سے اس طرف اچھالنا شروع کر دیئے اطراف سے ان پر فائرنگ کی جا رہی تھی' بم فضا میں اڑتے ہوئے اس جانب بڑھے اور ان ٹیلوں کے پیچھے غائب ہو گئے مگر دوسرے ہی لمحے وہی بم دوبارہ ان ٹیلوں کے پیچھے سے نکلے اور فضا میں اڑتے ہوئے ان فوجیوں کے ارد گرد آ کر پھٹنے لگے' بموں کے خوفناک دھماکوں سے پورا علاقہ تھرا کر رہ گیا۔ جن جگہوں پر بم گرے تھے' وہاں چٹانوں کے پتھروں کے ساتھ ساتھ انسانی گوشت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھرتے چلے گئے تھے' اب تو دشمنوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو کر رہ گئے' وہ اپنی جانیں بچانے کیلئے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ مگر ہمزاد کی گولیاں مسلسل ان کا تعاقب کرتی رہیں اور وہ اچھل اچھل کر گرتے رہے۔

میں ٹیلے کی پچھلی جانب سے اترا اور چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا اس جانب بڑھنے لگا جس طرف ان کی گاڑیاں کھڑی تھیں' کچھ فوجی اپنی جان بچانے کیلئے ان گاڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے' میں رک کر ان کو نشانہ بنانے لگا۔ اور اسی طرح چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا میں آخر کار ایک گاڑی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ جیپ نما ایک بند گاڑی تھی میں زمین پر رینگتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں تیزی سے اٹھا اور دوسرے ہی لمحے میں گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ چکا تھا۔ میں نے گاڑی کے اگنیشن میں موجود چابی دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اور پھر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ سامنے سے دو فوجیوں کو گنیں لئے بھاگ کر آتے دیکھ کر میں نے جلدی سے گاڑی کی کھڑکی سے گن والا ہاتھ باہر نکالا اور یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے اور بھاگ کر آنے والے دونوں فوجی زمین سے کئی فٹ اونچا اچھلنے کے بعد زمین پر گر پڑے اور میں نے گاڑی آگے بڑھا دی' مگر شاید دشمنوں نے مجھے گاڑی پر قبضہ کرتے دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ ایک ساتھ کئی گولیاں گاڑی کی باڈی سے ٹکرائی تھیں اور ونڈ سکرین چھناکے سے چکنا چور ہوتی چلی گئی' اگر میں بروقت سر نیچے نہ کر لیتا تو کئی گولیاں میرے سر میں گھس گئی ہوتیں یا پھر ونڈ سکرین کی کرچیوں سے میں ہمیشہ کیلئے اندھا ہو کر رہ گیا ہوتا۔ موت کے خوف سے یکبارگی میرا دل زور سے دھڑک اٹھا اور میں نے سر جھکائے آگے دیکھے بغیر ایکسیلیٹر پر زور سے پاؤں کا دباؤ ڈالا۔ گاڑی کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور گاڑی اچھل کر بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسی وقت ہمزاد میری ساتھ والی سیٹ پر نمودار ہوا۔ اس نے ایکدم ڈرائیونگ وہیل پکڑ کر پوری قوت سے اپنی جانب موڑ لیا۔ گاڑی دائیں طرف گھوم گئی اور تقریباً الٹتے الٹتے بچی۔

"ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالے رکھیں اور سر کو نیچے ہی رکھیئے گا آقا۔ اسے سنبھالنا میرا کام ہے۔" اس نے چیخ کر کہا اور میں نے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر نیچے کر لیا۔ سینکڑوں گولیاں گاڑی سے ٹکرا رہی تھیں' نہ جانے گاڑی میں کتنے سوراخ ہو گئے تھے' اس کے تمام شیشے چکنا چور ہو گئے تھے' میں ایکسیلیٹر پر مسلسل دباؤ ڈالے ہوئے تھا اور ہمزاد سٹیرنگ وہیل تیزی سے دائیں بائیں گھماتا جا رہا تھا۔ گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے کبھی دائیں طرف الٹنے لگتی کبھی بائیں طرف۔ مگر صرف سٹیرنگ وہیل سے ہمزاد اسے اس طرح کنٹرول کئے ہوئے تھا کہ ابھی تک نہ ہی گاڑی الٹی تھی اور نہ ہی کسی ٹیلے یا چٹان سے ٹکرا پائی تھی' دشمنوں کی چلائی ہوئی گولیوں سے مجھے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ مگر ہمزاد کو سامنے کھڑا کر کے اس پر توپ کے گولے بھی برسا دیئے جاتے تب بھی اسے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا وجود تو ایک ماورائی تھا ایک سائے کو بھلا کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا۔

"آپ اس طرف آجائیں۔ گاڑی کا کنٹرول مکمل طور پر مجھے دیدیں۔" اس نے مجھ سے کہا اور میں اٹھ کر ہمزاد کی سیٹ پر آگیا اور ہمزاد اپنے وجود کو سکیڑ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ میں نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا اور پھر میری روح تک کانپ کر رہ گئی' گاڑی کی رفتار اس قدر خوفناک حد تک تیز تھی کہ سامنے ٹیلے اور بڑی بڑی چٹانیں آن واحد میں ہمارے آگے آجاتے' اور اگر ہمزاد اسٹیرنگ موڑ کر گاڑی کا رخ نہ بدل لیتا تو گاڑی کسی چٹان یا ٹیلے سے ٹکرا جاتی اور جو گاڑی اور میرا حشر ہونا تھا اس کے بارے میں لفظوں میں بیان کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ میں نے بے اختیار خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ گاڑی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی بار بار دائیں بائیں اٹھ رہی تھی' لا محالہ موڑ مڑتے ہوئے وہ کبھی دائیں دو ٹائروں پر اٹھ جاتی ہو گی کبھی بائیں ٹائروں پر۔ اس قدر تیز اور خوفناک ڈرائیونگ میں نے آج تک دیکھی نہ تھی۔

"گولیوں کے دھماکوں کی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی پھر ہمزاد گاڑی بھگاتا ہوا کافی دور لے آیا تھا۔ ایک لحاظ سے ہم انکی پہنچ سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اور پھر ان ٹیلوں اور چٹانوں کا سلسلہ ختم ہونے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد گاڑی ایک کھلی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک پر آتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار ہلکی کر لی۔

"خدا کی پناہ۔ اس قدر تیز رفتار ڈرائیونگ۔ اگر گاڑی کسی چیز سے ٹکرا جاتی یا الٹ جاتی تو۔" میں نے خوف بھری نظروں سے اسکی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو آپکا اور گاڑی کا کچومر نکل جاتا۔ میرے سائے کے وجود کو معمولی سی خراش تک نہ آتی۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور میں اسے گھور کر رہ گیا۔

"ارے باپ رے آپ تو غصے میں آگئے۔ اس طرح مجھے مت گھوریئے آقا ورنہ میرا خوف سے دم نکل جائے گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"بکو مت' ایک تو جان نکال لینے والی حرکتیں کر رہے ہو اوپر سے شوخیاں بھی دکھا رہے ہوں۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔ اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"کیا کروں' آقا۔ میں اصل میں آپکے اندر کا وہ حصہ ہوں۔ جسے آپ اپنی خواہش کہہ لیں' ضمیر کہہ لیں' یا روح کہہ لیں۔ آپکے ساتھ ہی پیدا ہوا تھا۔ بچپن کی شرارتیں' آپکی وہ ساری خواہشیں جو حالات کی مجبوری کے تحت آپ دل میں دبا لیتے تھے' کہ آپ یہ ہوتے وہ ہوتے' کسی فلم کے ہیرو ہوتے' یا ایک بہت بڑے جاسوس ہوتے وغیرہ تو یہ کر دیتے' ایسے ایسے ایکشن دکھاتے' دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا دیتے۔ مجھے ظاہری وجود میں لا کر اصل میں آپ نے اپنی ان تمام جذبوں' امیدوں اور خواہشوں کو جلا بخشی ہے۔ پھر ان سب باتوں سے آپ کیوں گھبرا رہے ہیں۔ میرے ہوتے ہوئے آپکو کوئی نقصان پہنچا دے یہ کیسے ممکن ہے۔" اس نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"یار ایک بات بتاؤ۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔"

"تم احمق ہو یا میں۔"

"دونوں۔" اس نے برجستہ جواب دیا اور میرے لبوں پر مسکراہٹ عود کر آئی۔

"وہ کیسے بڑے بھائی۔"

"وہ ایسے جناب کہ میں آپ ہی کا سایہ ہوں۔" رنگ روپ شکل و صورت' عقل وغیرہ وغیرہ ہر چیز آپ ہی جیسی ہے اس لیے اگر میں احمق ہوں تو آپ بھی احمق ہیں۔ آپ عقلمند ہیں تو میں بھی عقلمند ہوں' آپ گدھے ہیں تو

میں بھی ۔اور ---- اوہ ---- یہ میں کیا کہہ گیا۔" اس نے یہ بات کچھ اس انداز میں کہی تھی کہ میں کسی طرح اپنی ہنسی نہ روک سکا۔ مجھے ہنستا دیکھ کر وہ بھی ہنسنے لگا۔

"آقا۔"

"کون آقا۔ کس کو کہہ رہے ہیں۔"

"آ۔ آپ کو۔" اس نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا آقا واقا نہیں ہوں سمجھے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے آقا کہنا چھوڑ دو' میرا نام سکندر ہے اور تم میرے دوست ہو' اگر تمہیں میری دوستی منظور نہیں ہے تو بے شک مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔ نہ میں کسی کا آقا ہوں اور نہ ہی مجھے کسی کو اپنا غلام بنانے کی عادت ہے' میں نے اسے خفگی دکھاتے ہوئے کہا اور وہ چونک کر میری جانب دیکھنے لگا۔

"آپکو میری ضرورت نہیں ہے۔ میں آپکو چھوڑ کر چلا جاؤں۔" اس نے میری جانب جھکتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ تمہیں میں نے اس لئے نہیں بلایا تھا کہ تم مجھے آقا۔ آقا کہہ کر میری توہین کرتے رہو۔ مجھے ایک دوست کی حیثیت سے تمہاری ضرورت تھی' اگر واقعی تمہیں میری دوستی کی ضرورت نہیں ہے تو میری طرف سے تم آزاد ہو۔ جانا چاہو تو تم جا سکتے ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" میں نے خفگی سے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پھر سوچ لیں۔ آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس پوزیشن میں جب بھارتی فوجی پوری طرح آپکی دشمن بن چکی ہے' اور ان کا مشن اب صرف اور صرف آپکو کسی طرح ہلاک کرنے کا ہے۔" اس نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو ہوا کرے۔ اگر میری قسمت میں اسی ملک میں مرنا لکھا ہے تو میں

اپنی موت تو ٹالنے سے رہا۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم ہر وقت اور ہر لمحے مجھے موت کے منہ میں جانے سے نہیں روک سکتے۔ نہ آنے والے وقت کے بارے میں پیشگی اطلاع دے سکتے ہو۔"

"بذات خود میں آپکو کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ یہ میں نے کہا تھا۔ اگر آپ مجھے طلب کر کے پوچھتے تو میں آپکو ہر بات بتانے کا پابند ہوتا۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ہونہہ' لگتا ہے تم مجھ سے کچھ زیادہ ہی بدظن ہو۔ ٹھیک ہے' مجھے میرے حال پر چھوڑ دو' میرے ساتھ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم جاؤ۔ میں تمہیں واقعی اپنے ہر قول و فعل سے آزاد کرتا ہوں۔' میں نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ پھر اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ اور میری جانب گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔" اس نے میری جانب گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ جاؤ۔ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ آزاد کیا۔ آزاد کیا۔ بس یا کسی کاغذ پر لکھ کر دوں۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"توبہ ہے' آپ نے آزاد کیا۔ آزاد کیا تین بار اس طرح سے کہا ہے جیسے آپ اپنی بیوی کو طلاق دے رہے ہیں۔ بہر حال میں تین بار آپکے منہ سے اپنی آزادی کا سننا چاہتا تھا۔ اب میں واقعی آپکے ہر قول و فعل سے آزاد ہوں۔ نہ میں آپکے تابع ہوں اور نہ ہی اب آپ میرے آقا ہیں۔ اس لئے اب آپکا آقا اور غلام والا مسئلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ جاؤں۔" اس نے پھر پوچھا۔ "جاؤ۔" میں نے بیزاری سے جواب دیا' اسکی باتوں سے مجھے سچ مچ چڑ سی ہو گئی تھی' میں نے اپنے گھر کے ملازم کو کبھی اپنا ملازم نہیں سمجھا تھا۔ میں انہیں ہمیشہ عزت و تکریم سے بلاتا تھا۔ اور یہ مسلسل

مجھے آقا۔ جی جناب کہہ کہہ کر مجھے چڑائے جا رہا تھا جس پر مجھے شدید غصہ آگیا تھا اور میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس وقت دشمن ملک میں ہوں اور اس سے کہہ کر میں نے بھارتی فوجیوں کو پوری طرح سے اپنا دشمن بنوالیا تھا۔ جو اب مجھے مار ڈالنے کیلئے خونخوار بھیڑیوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ ایک بار میں انکی نظروں میں آجاتا تو وہ میرے جسم کے اتنے ٹکڑے کر ڈالتے کہ گننا مشکل ہو جاتا۔

"جانے سے پہلے اگر کہیں تو آپکو آپکے ملک آپکے گھر واپس پہنچا دوں۔" اس نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" میں نے منہ پھلا کر جواب دیا۔

"بہتر۔ تو پھر مجھے اجازت ہے۔" اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ میں نے بے دلی سے اس سے مصافحہ کیا اور وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر گاڑی سے اتر گیا۔

"سکندر تم نے مجھے ہمیشہ کیلئے آزاد کر کے میرے سر سے غلامی کا بوجھ اتار کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم آزاد اور قید کی زندگی سے اچھی طرح واقف ہو' تمہارا غلام بن کر میں واقعی خوش نہیں تھا۔ دوسرے تم نے مجھ سے معینہ مدت بھی مختص نہیں کی تھی کہ مجھے کب تک تمہارا غلام بن کر رہنا ہو گا۔ اس وجہ سے میں اندر سے مجروح ہو کر رہ گیا تھا۔ تمہارے حکم کے آگے سر جھکانا میرے مجبوری بن گئی تھی' مگر تم مجھے محض اس بات پر چھوڑ دو گے کہ تمہیں میرا آقا کہنا پسند نہیں اور تم مجھے محض اپنا دوست بنانا چاہتے ہو۔ پہلے میں تمہاری اس بات کو مذاق سمجھا تھا مگر تم نے آپ نہایت سنجیدگی اور اپنی مرضی سے مجھے آزاد کر کے حیران کر کے رکھ دیا ہے۔ بہر حال تم واقعی ایک اچھے انسان ہو۔ پہلے میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ جاتے جاتے تمہیں یہ بتا دوں کہ تیز رفتاری سے میں تمہیں یہاں تک تو لے آیا ہوں' مگر یہ مت

سمجھنا کہ تم یہاں محفوظ ہو گئے ہو یا دشمنوں کی پہنچ سے بہت دور نکل آئے ہو۔ کرنل ورما۔ کرنل پرکاش اور کیپٹن ملہوترا ابھی زندہ ہیں۔ وہ اپنے اتنے ساتھیوں کی ہلاکت پر تم پر اور زیادہ برہم ہو گئے ہیں۔ نہ صرف وہ تمہارے پیچھے ہیں بلکہ انھوں نے وائرلس سیٹ پر تمہارے فرار ہونے کی خبر بھی نشر کر دی ہے۔ جس راستے پر تم جا رہے ہو' آگے ہر طرف تمہارے لئے ناکہ بندی کی جا چکی ہے۔ تمہارے آگے بھی دشمن ہیں اور پیچھے بھی۔ اس کے علاوہ یہ جو ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سن رہے ہو یہ بھی تمہاری تلاش میں بھیجے گئے ہیں اور کسی بھی لمحے تم تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان سب لوگوں کا تمہیں زندہ پکڑنے کا کوئی ارادہ نہیں بلکہ یہ تمہیں ہر صورت میں مارنا چاہتے ہیں۔ ایسے کڑے وقت میں تم نے مجھے آزاد کر کے کوئی عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ بہر حال اب کیا ہو سکتا ہے۔ تم چاہو بھی تو میری کوئی مدد نہیں لے سکتے۔ اس لئے خدا حافظ۔" اس نے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہاں سے غائب ہو گیا۔ اسکی باتیں اور اسے غائب ہوتا دیکھ کر میں قدرے پریشان ہو گیا۔ واقعی مجھے ہیلی کاپٹروں کے پروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' مگر وہ آوازیں بے حد دھیمی تھیں' یا تو ہیلی کاپٹر ابھی دور تھے یا پھر وہ خاصی بلندی پر پرواز کر رہے تھے' میں جلدی سے گاڑی سے نکلا اور سر اٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔ دور بہت دور مجھے دو تین سیاہ نقطے دکھائی دیئے جو آہستہ آہستہ بڑے ہوتے جا رہے تھے' وہ نقطے ہیلی کاپٹر ہی تھے۔ جنہیں دیکھ کر میں پریشان ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اوہ۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ ہمزاد کو آزاد کر کے میں نے تو خود کو مصیبت میں پھنسا لیا ہے' آگے بھی موت ہے پیچھے بھی اور اوپر بھی۔ اب میں کیا کروں۔" میں پریشان ہو کر سوچنے لگا پھر میں نے دو تین بار ہمزاد کو پکارا مگر میری آواز پر وہ واپس نہیں آیا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ واقعی میرا ساتھ چھوڑ کر جا چکا تھا۔ میرے سارے کے سارے پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے۔

جلد بازی اور خود پرستی نے مجھے انتہائی خطرناک موڑ پر لا کھڑا کیا تھا جہاں ہر قدم پر موت تھی۔ دشمنوں کی قید سے آزاد ہو کر میں نے ان کی نظروں میں خود کو اب سچ مچ اپنا بہت بڑا دشمن بنا لیا تھا۔ ایک بار صرف ایک بار میں ان کی زد میں آجاتا تو وہ مجھے کسی بھی صورت میں زندہ نہ چھوڑتے۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے قریب آتے جا رہے تھے' میں جس سڑک پر تھا۔ وہ کافی دور تک بالکل سیدھی جاتی دکھائی دے رہی تھی' دائیں بائیں دونوں اطراف کھلا میدان تھا۔ پناہ لینے کیلئے دور دور تک کوئی ایسی جگہ دکھائی نہیں دے رہی تھی جہاں میں پناہ لے سکتا۔ اب تن بہ تقدیر ہو کر حالات کا مجھے خود ہی مقابلہ کرنا تھا۔ احمق پن کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ہمزاد کو میں خود ہی آزاد کر چکا تھا جو شاید میری مدد کو کبھی بھی نہیں آسکتا تھا۔ بہر حال اب کیا ہو سکتا تھا۔ زندگی اور موت کا فیصلہ تو خدا کے ہاتھ میں تھا۔ اگر میرے نصیب میں یہیں ان دشمنوں کے ہاتھوں ہی مرنا لکھا تھا تو میں اپنی زندگی کے دن کیسے بڑھا سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹروں کے پروں کی گڑگڑاہٹ خاصی تیز ہو گئی تھی' میں نے خدا کا نام لیا اور جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ دوسرے ہی لمحے گاڑی نہایت تیزی سے ایک بار پھر سامنے کی جانب بھگانے لگا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں ہیلی کاپٹروں نے مجھے آلیا۔

ایک ہیلی کاپٹر میرے دائیں طرف آکر نیچی پرواز کرنے لگا اور دوسرا بائیں طرف آگیا۔ تیسرا ہیلی کاپٹر غالباً میری گاڑی کے عین اوپر پرواز کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹروں میں بیٹھے ہوئے فوجیوں کے ہاتھوں میں موجود گنوں کا رخ میری جانب تھا اور پھر اچانک انہوں نے میری گاڑی پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ میں نے کار کی رفتار تیز کر دی' بے شمار گولیاں گاڑی کی باڈی میں گھس گئی تھیں' میں گاڑی کی رفتار تیز سے تیز کرتا چلا گیا۔ اور پھر میں نے گاڑی کو اسی تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے زگ زیگ انداز میں لہرانا شروع کر دیا۔ ہیلی کاپٹروں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی' اور موت کے خوف سے میرا سارا

بدن پسینے پسینے ہو کر رہ گیا تھا۔ بدقسمتی سے اس وقت میرے پاس کوئی ہتھیار موجود نہ تھا۔ جس سے میں کسی طرح ان کا مقابلہ کر سکتا۔ گاڑی کی رفتار تیز ہوتے ہی ہیلی کاپٹر بھی تیز ہو کر میرا تعاقب کرنے لگے' اچانک ایک ہیلی کاپٹر میری گاڑی کے اوپر سے ہوتا ہوا تیزی سے آگے نکلتا چلا گیا۔ کافی آگے جا کر اس نے اپنا رخ بدلا اور پھر نیچے کی جانب جھک کر سڑک کے عین درمیان میں اترتا چلا گیا۔ جونہی ہیلی کاپٹر کے پیڈ سڑک سے لگے۔ اس میں سے فوجی کود کود کر باہر اترنے لگے' اور وہ گنیں سنبھال کر عین سڑک کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے' گویا انہوں نے میری ہلاکت کا مکمل انتظام کر لیا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا ایک ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتا ہوا گاڑی کے پیچھے آرہا تھا جبکہ تیسرا ہیلی کاپٹر دائیں جانب موجود تھا۔ اور فوجی گنوں سے مسلسل گولیاں برسا رہے تھے'

سڑک پر اترنے والا ہیلی کاپٹر ابھی خاصے فاصلے پر تھا۔ مگر جس رفتار سے میں گاڑی دوڑا رہا تھا چند ہی لمحوں میں انکے قریب پہنچ جاتا اور وہ یکدم سامنے سے بھی مجھ پر فائرنگ شروع کر دیتے اور سامنے سے ہونے والی فائرنگ سے بچنا میرے لئے ناگزیر ہو چکا تھا۔

"ہمزاد کے بچے اگر چھوڑ کر جانا ہی تھا تو جاتے جاتے کم از کم کوئی ہتھیار ہی دے جاتے۔ مرتے مرتے دو چار دشمنوں کو بھی ساتھ لے مرتا۔" میں نے دل ہی دل میں ہمزاد کو کوسا۔ پھر کسی خیال سے میں نے گاڑی کے ڈیش بورڈ پر زور سے ہاتھ مارا تو ڈیش بورڈ کھل گیا اور اس میں سے کوئی چیز نکل کر میری گود میں آگری۔ میں نے اس چیز کو پکڑ لیا وہ ایک کھلونا نما چھوٹا سا عجیب و غریب پستول تھا۔ دستے سے پھولا ہوا اور آگے سے اس کی نال بے حد چھوٹی اور تنگ تھی جس میں بمشکل چاول کے دانے ہی گزر سکتے تھے۔

"ہونہہ۔ پستول بھی ملا تو وہ بھی کسی بچے کا کھلونے نما۔" میں نے

ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالتے ہوئے پستول کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ وہ پستول میں جھکنے ہی لگا تھا کہ اسی وقت گولیوں کی باڑ آئی اور مجھے مجبوراً سر جھکا لینا پڑا۔ میں سامنے سڑک پر موجود ہیلی کاپٹر اور فوجیوں کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیا آیا کہ میں نے کھلونا نما پستول کا رخ اچانک دائیں طرف موجود ہیلی کاپٹر کی جانب کر کے اس کا ٹریگر دبا دیا۔ پستول کی نال سے میں نے ایک چنگاری سی نکلتے دیکھی جو آن واحد میں ہیلی کاپٹر کے کسی حصے میں غائب ہو گئی' اور پھر اچانک ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور دائیں طرف اڑنے والے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے' آگ کا ایک گولہ سا پیدا ہوا تھا اور دوسرے ہی لمحے تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے ہر طرف پھیلتے چلے گئے' دھماکہ اس قدر شدید اور خوفناک تھا کہ یکبارگی پوری فضا خوفناک دھماکے سے گونج اٹھی تھی اور میرا سٹیرنگ پر ہاتھ اس بری طرح سے بہکا کہ گاڑی ایک طرف مڑ کر سڑک سے اترتی چلی گئی' گاڑی کا دروازہ اچانک کھل گیا اور میں کوشش کے باوجود خود کو نہ سنبھال سکا' دوسرے ہی لمحے میں گاڑی کے کھلے ہوئے دروازے سے گر کر دور تک لڑکیاں کھاتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا گاڑی آگے جا کر اچانک الٹ گئی تیز ہونے کی وجہ سے وہ دور تک پلٹیاں کھاتی چلی گئی تھی'

اس طرح اچانک گرنے کی وجہ سے مجھے شدید چوٹیں لگی تھیں اور میرے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں' اسی وقت دوسرے ہیلی کاپٹر سے نکلنے والی گولیاں میرے قریب زمین پر پڑیں اور میں تیزی سے پلٹا کھا کر اپنی تکلیف کے احساس کو فراموش کرتا ہوا جلدی سے اٹھ کر ایک طرف بھاگنے لگا۔

کھلونا نما پستول بدستور میرے ہاتھ میں تھا۔ گاڑی سے گرنے کے باوجود وہ میرے ہاتھ سے نہ گرا تھا۔ میرا ذہن اس کھلونے نما پستول کی کارکردگی دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا جس میں سے ایک معمولی سی چنگاری نکلی تھی

اور اس نے آن واحد میں ایک بڑے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے تھے' اپنے ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ ہوتا اور میری گاڑی کو یوں الٹتا دیکھ کر دوسرے ہیلی کاپٹر والے غالباً گھبرا گئے تھے' جو ہیلی کاپٹر میری گاڑی کے پیچھے آ رہا تھا وہ مجھ پر فائرنگ کرتا ہوا تیزی سے بلند ہو گیا تھا۔ اور سڑک پر کھڑا تیسرا ہیلی کاپٹر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر بلند ہوتا نظر آ رہا تھا جس سے نکلنے والے فوجی سڑک پر لیٹ گئے تھے اور انہوں نے دور سے ہی مجھ پر گولیاں برسانا شروع کر دی تھیں'

میں میدان کی جانب بھاگ رہا تھا۔ مجھے بھاگتا دیکھ کر سڑک پر موجود فوجی اٹھے اور گولیاں برساتے ہوئے میری جانب بھاگ کر آنے لگے' ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر پھر میری طرف رخ کر رہے ہیں۔ ایک ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر میرے اوپر سے گزرا اور میرے دائیں بائیں گولیوں کی لمبی لکیر بناتا ہوا آگے نکل گیا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر بھی مسلسل گولیاں برساتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ میں نے بھاگتے بھاگتے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا اور پھر میں نے اپنے پستول کا رخ اس ہیلی کاپٹر کی جانب کرتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ پستول سے پہلے کی طرح ایک اور چنگاری نکلی اور انتہائی سرعت سے ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھتی چلی گئی دوسرے ہی لمحے دھماکہ ہوا اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے بکھرتے چلے گئے' یہ دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

جبکہ دوسرے ہیلی کاپٹر کی تباہی نے فوجیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ فوراً اپنی جگہوں پر رک کر زمین پر گر گئے تھے' تیسرا ہیلی کاپٹر جو آگے جا کر واپس میری جانب پلٹ رہا تھا اس نے اپنا رخ تیزی سے دوسری جانب موڑ لیا۔ اسے مڑتے دیکھ کر میں نے اس پر بھی اپنے پستول کی ایک چنگاڑی پھینک دی' وہ ہیلی کاپٹر کافی دور تھا۔ چنگاڑی پستول کی نال سے نکل کر راستے میں ہی کہیں گم ہو گئی' میں سمجھا شاید اس پستول میں اتنی دور مار کرنے کی پاور نہیں ہے مگر

جب تیسرا دھماکہ ہوا اور میں نے تیسرے ہیلی کاپٹر کو بھی تباہ ہو کر گرتے دیکھا تو میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کھلونے نما پستول کو دیکھنے لگا۔ کہ آخر یہ کیا بلا ہے، بظاہر ایک معمولی اور کسی بچے کا کھلونا ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جس کی نال بے حد باریک تھی، اس میں سے نکلنے والی چنگاری میں نہ جانے کیا طاقت تھی جو ایک لمحے میں اتنے بڑے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا کر رکھ دیتی تھی۔ کیا یہ کوئی بلاسٹر ریز گن تھی، مگر ریز گن سے تو ریز یعنی شعاع نکلتی ہے، اس میں سے تو محض ایک چنگاری سی نکلتی ہے پھر، مگر یہ حیرت انگیز اور خوفناک دھماکے والی پستول اس فوجی گاڑی میں کہاں سے آ گئی، کیا یہ بھارتی فوج کی کوئی نئی ایجاد تھی، کیا بھارت سائنسی دوڑ میں اس قدر ترقی کر چکا تھا کہ ایک معمولی سے ہتھیار سے اس قدر خوفناک تباہی لائی جا سکتی تھی۔ ظاہر ہے میں ان فوجیوں کی گاڑی لے کر بھاگا تھا اور یہ پستول مجھے اس گاڑی کے ہی ڈیش بورڈ سے ملا تھا۔ اس لیے یہ ان کا ہی ہتھیار ہو سکتا تھا۔ جس سے میں تین بڑے بڑے ہیلی کاپٹروں کو تباہ کر چکا تھا جیسے میں نے ان پر میزائل برسائے ہوں، اپنے ہیلی کاپٹر تباہ ہوتے دیکھ کر زندہ بچ جانے والے فوجی اسی طرح سے زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور مسلسل میری جانب گولیاں برسا رہے تھے، وہ مجھ سے تقریباً سو ڈیڑھ سو گز دور ہوں گے، ان کی گنوں سے نکلنے والی گولیاں میرے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں، اور میں مسلسل دائیں بائیں لہراتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ خوف اور گھبراہٹ میں شاید وہ صحیح طور پر میرا نشانہ نہیں لے پا رہے تھے، میں نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور آگے کی جانب بھاگتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں ان کی رینج سے کافی دور نکل آیا تھا مگر میں نے اپنی رفتار کم نہ کی اور مسلسل بھاگتا رہا۔ میدان تھا کہ ختم ہونے کو ہی نہ آ رہا تھا۔ سڑک دور بہت دور رہ گئی تھی، فوجی مجھے بہت دور سے بونوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے، میں نے دور سے دیکھا ان فوجیوں کے قریب کئی گاڑیاں آ کر رک رہی تھیں، شاید جیل خانے سے بچ

جانے والے فوجی، کیپٹن ملہوترا۔ کرنل ورما اور کرنل پرکاش وہاں پہنچ گئے تھے اور ہیلی کاپٹر سے اترنے والے فوجی ان کو صورتحال بتا رہے تھے، اور پھر میں نے ان فوجی گاڑیوں کو سڑک سے اتر کر میدان میں اس طرف آتے دیکھا جہاں میں بھاگا چلا آ رہا تھا۔ گویا انہوں نے میرا تعاقب نہ چھوڑا تھا۔

بھاگتے بھاگتے میرا سانس بری طرح پھول گیا تھا۔ میں پلٹ پلٹ کر ان فوجی گاڑیوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو نہایت تیزی سے میری جانب بڑھی چلی آ رہی تھی، ان گاڑیوں کی تعداد آٹھ تھی، ہیلی کاپٹر سے اترنے والے فوجی بھی غالباً ان گاڑیوں میں سوار ہو گئے تھے کیونکہ دور سڑک پر مجھے کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

بھاگتے بھاگتے اچانک میرا پیر کسی چیز سے ٹکرایا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور منہ کے بل اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ میری پیشانی غالباً کسی پتھر سے ٹکرائی تھی کیونکہ ایک لمحے کیلئے میرے چودہ طبق روشن ہو کر رہ گئے تھے اور پھر جیسے میرے ذہن پر اندھیرے کی دبیز تہہ چڑھتی چلی گئی، مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے پتھر سے سر ٹکراتے ہی میرے سر کے پرخچے اڑ گئے ہوں۔ اور شاید وہ موت کے ہی ہاتھ تھے جنہوں نے مجھے یکدم تھام لیا تھا اس کے بعد میرے ہوش و حواس پوری طرح میرا ساتھ چھوڑتے چلے گئے۔

ہوش آیا تو میں ایک چھوٹے سے کمرے یا شاید جھونپڑے میں زمین پر موجود گھاس کے ڈھیر پر پڑا تھا۔ وہ لکڑی کا بنا ہوا مستطیل جھونپڑا ہی نظر آ رہا تھا جو چاروں طرف سے بند تھا خاصی بلندی پر ایک گول روشن دان بنا ہوا تھا جس سے دھوپ اندر آ رہی تھی۔ اسی دھوپ کی وجہ سے وہاں اچھی خاصی روشنی ہو رہی تھی اور مجھے زمین پر گھاس پھوس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چند لمحے اسی طرح چت لیٹا رہا پھر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کون سی جگہ ہے، میں کہاں ہوں۔ مم۔ مجھے یہاں کون لایا ہے۔

میں تو میدان میں بھاگ رہا تھا اور دشمن گاڑیاں میرے پیچھے آ رہی تھیں اور پھر۔ میں گر پڑا تھا۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ میرا سر غالباً کسی پتھر سے ٹکرایا تھا۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں ایک بار پھر دشمنوں کی قید میں ہوں' انہوں نے مجھے پکڑ کر یہاں لا کر بند کر دیا ہے۔" میں خود کلامی کے انداز میں بڑبڑانے لگا۔ میں نے بے اختیار اپنی پیشانی پر ہاتھ لگایا جہاں گرنے کی وجہ سے میرا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تھا۔ پیشانی پر شاید کوئی کاری زخم آیا تھا جونہی میں نے ہاتھ لگایا میرے منہ سے بے اختیار سسکاری نکل گئی اور میں متوحش زدہ نگاہوں سے اس چھوٹے مگر بند قید خانے کو دیکھنے لگا۔

دشمنوں نے شاید مجھے بے ہوش دیکھ کر زندہ چھوڑ دیا ہو گا۔ اور مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے ہوں گے تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کی موت کا مجھ سے بھیانک انتقام لے سکیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے ایک بار پھر کرنل ورما۔ کرنل پرکاش اور کیپٹن لھوترا کے اذیت انگیز تشدد کا مزہ چکھنا ہو گا۔ پہلے تو وہ مجھے زبردستی مجرم بنانے کیلئے اذیتیں دیتے رہے تھے' لیکن اب میں حقیقتاً ان کا خطرناک ترین مجرم بن بیٹھا تھا جس نے ان کے کئی فوجیوں کو ہلاک کر ڈالا تھا اور ان کے تین فوجی ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر دیئے تھے اس بار وہ میرا جو حشر کرتے اس کے خیال سے ہی میں لرز کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے' اور میں بری طرح سے روتے ہوئے اپنے سائے کو آوازیں دینے لگا۔ جسے میں نے جذبات میں آ کر بے وقوفی کا ثبوت دیتے ہوئے خود ہی آزاد کر دیا تھا۔ مگر نہ ہی سایہ آیا اور نہ ہی میری وہاں کوئی فریاد سننے والا تھا۔ بھوکا پیاسا اسی طرح وہاں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی' میں نے دیواروں پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے ان لوگوں کو بہت آوازیں دیں جو مجھے یہاں لے کر آئے تھے' پھر تھک ہار کر گھاس پھوس پر ہی بیٹھ گیا۔

"اسلام علیکم۔" اچانک مجھے ایک مانوس آواز سنائی دی اور میں نے

چونک کر دیکھا میرے سامنے میرا ہمزاد بیٹھا مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

"تت۔ تم۔ تم کہاں چلے گئے تھے' جانتے ہو تمہارے جانے کے بعد مجھ پر کیا بیتی تھی' پوری کی پوری فوج نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ مجھے اس فوجی گاڑی سے ایک تباہ کن ہتھیار مل گیا ورنہ انہوں نے مجھے مارنے کی کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ دیکھو۔ انہوں نے مجھے پھر سے پکڑ لیا ہے' یہاں قید ہوئے نہ جانے کتنا وقت ہو گیا ہے' بھوک پیاس سے میری جان نکلی جا رہی ہے اور تم۔ تم اب۔ آئے ہو۔" اسے دیکھ کر میں غصے سے پھٹ پڑا اور ایک ہی سانس میں اس سے کہتا چلا گیا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں میں آپ کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تت۔ تو کیا۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔" اس کی بات سن کر میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ آپ پر دشمنوں نے جب حملہ کیا تھا میں غیبی حالت میں آپ کے ساتھ ہی تھا۔ تباہ کن ہتھیار بھی میں نے ہی آپ کیلئے ڈیش بورڈ میں رکھا تھا۔ اس کے علاوہ آپ پر جس شدت سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں' ان میں سے کسی ایک گولی نے بھی آپکو چھوا تک نہیں آپ کیا سمجھتے ہیں وہ سب کچھ ویسے ہی ہو گیا تھا۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا ہی رہ گیا۔

"اور یہ قید۔ کیا یہاں بھی تم ہی مجھے لائے ہو۔" میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے اسکی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ ایک محفوظ جگہ ہے' میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں پر رہ کر اپنا حلیہ وغیرہ درست کر لیں۔ پھر ہم مل کر کام شروع کریں گے۔"

"مل کر۔"

"ہاں مل کر' کیونکہ اب میں آپکا غلام یا تابع نہیں ہوں۔ اپنی غلامی سے آپ مجھے آزاد کر چکے ہیں۔ اب میں اپنی مرضی اور ایک دوست کی حیثیت سے آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس کیلئے اب مجھے غائب ہونے اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں میں دن رات آپکے ساتھ رہوں گا۔ اور ہم مل کر کام کریں گے۔" اس نے کہا اور اس کی بات سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

"کک۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔' میں نے جذبات سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"بالکل سچ۔" اس نے کہا اور میں آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔

"اوہ۔ ہمزاد یہ بات کر کے تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی بخشی ہے اس کا تم یقین نہیں کر سکتے۔ میرے سر سے تم نے ایک بہت بڑا بوجھ اتار پھینکا ہے' میں تو سمجھ رہا تھا کہ میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ اب تم کبھی لوٹ کر میرے پاس نہیں آؤ گے۔ اور مجھے دشمنوں کے ہاتھوں مر کر ہمیشہ کیلئے یہیں دفن ہونا پڑے گا۔'

"آزاد ہونے کے بعد کوئی ہمزاد اس وقت تک عامل کے پاس واپس نہیں پلٹتا جب تک کہ اس کا عامل دوبارہ اس کے لئے پہلے سے بڑا کٹھن عمل نہ پڑھ لے۔ میری واپسی کسی اور وجہ سے ہوئی ہے۔" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"کس وجہ سے۔" میں نے اس سے الگ ہو کر حیرانی سے پوچھا۔

"پھر کبھی بتاؤں گا۔ پہلے آپ اپنا حلیہ وغیرہ بدل لیں' اور پیٹ پوجا کر لیں۔ ورنہ آپکے پیٹ میں دوڑنے والے چوہے آپ کا پیٹ پھاڑ کر باہر آجائیں گے اور آپ مجھ پر غصہ کرنا شروع کر دیں گے۔" اس نے پر مزاح لہجے میں کہا اور میں ہنس پڑا۔ اسکی واپسی پر مجھے واقعی بے حد خوشی ہوئی تھی

اور یہ جان کر کہ وہ میرا تابع نہیں میرے دوست کی حیثیت سے لوٹا ہے میرے دل پر پڑا ہوا منوں بوجھ ہٹ گیا تھا۔ مگر اس نے کہا تھا کہ اس کی واپسی کسی اور وجہ سے ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے اس سے مزید کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے جھٹکے تو اس کے ہاتھوں میں ایک تھال آگیا جس میں انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے' جس میں سے سوندھی سوندھی خوشبوئیں اٹھ رہی تھی' گوشت' مچھلی' انڈے' چاول سب کچھ تھا۔ جسے دیکھ کر میری بھوک شدت سے چمک اٹھی تھی اور میں کھانے پر بھوکوں کی طرح سے ٹوٹ پڑا تھا۔

"تم نہیں کھاؤ گے۔" کھانا کھاتے ہوئے میں نے اچانک ہاتھ روک کر اس سے پوچھا جو میری جانب عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ میرے لئے کچھ چھوڑیں گے تو میں کھاؤں گا نا۔ آپ تو کھانے پر اس طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں جیسے صدیوں سے بھوکے ہوں۔"

"اوہ سوری۔ میں سمجھا تھا کہ ہمزاد ہونے کی وجہ سے شاید تمہیں بھوک پیاس لگتی ہی نہیں۔" میں نے اس سے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"شرمندہ نہ ہو میرے یار۔ میرا وجود صرف تمہارے لئے ہی ظاہری حالت میں ہے ورنہ میں تو سچ مچ ایک سایہ ہوں' کھانے پینے اور دنیا کی چیزوں سے میرا کیا لینا دینا۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ یکدم اکیلا کھاتے ہوئے اس سے مجھے بے حد شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں اطمینان بھرے انداز میں کھانا کھانے لگا۔ پھر اس نے مجھے نئے کپڑے لا دیئے۔

"کیا یہ میں تمہارے سامنے پہنوں گا۔"

"پھر کیا ہوا۔ میں آپ کے وجود کا ہی ایک حصہ ہوں' آپ کے جسم کا

کوئی حصہ چھپا ہوا ہے مجھ سے۔" اس نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"بکو مت' جاؤ یہاں سے۔"

"اگر نہ جاؤں تو۔"

"تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔" میں نے مصنوعی غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ہائے میری قسمت' ایک تو جناب کا ساتھ دو' کھانا کھلاؤ' نئے کپڑے لا کر دو اوپر سے اپنے سر پھڑوانے کی دھمکیاں بھی سنوں۔" اس نے یہ بات کچھ اس انداز میں کی کہ میری ہنسی نکل گئی۔

"اچھا اب جاتے ہو یا سچ مچ پھوڑ دوں تمہارا سر۔" میں نے مکہ بنا کر اس کی طرف لہراتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے' یا اللہ مجھے اس فولادی مکے سے بچانا۔" اس نے کہا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے جلدی جلدی سے لباس پہنا جو میرے باپ کے مطابق تھا۔ جو تخیل میں سے لباس پہنا وہ فوراً میرے سامنے آن موجود ہوا۔

"اب سچ سچ بتاؤ' غائب ہو کر یہاں سے باہر گئے تھے یا غیبی حالت میں یہیں موجود تھے۔"

"موجود تو یہیں تھا لیکن آپ قسم لے لیں میں نے اپنی ایک آنکھ بند کر رکھی تھی۔"

"کیا کہا ایک آنکھ۔" میں نے اسے گھورا۔

"کیا کروں' دونوں آنکھیں کھول کر رکھتا تو آپ خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو جاتے۔" اس نے بے چارگی سے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"اچھا۔ اب یہ بتاؤ۔ آگے کیا کرنا ہے میرا خیال ہے دشمنوں کو ہم اچھا خاصا نقصان پہنچا چکے ہیں۔ انکے کئی فوجی ہمارے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور میں

نے تمہاری تباہ کن گن سے ان کے تین ہیلی کاپٹر مار گرائے تھے۔"

"باقی ان کی کئی گاڑیوں کو میں نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ خواہ مخواہ بھاگ اٹھے تھے' اور گر کر بے ہوش ہو گئے' آپکا سر کسی پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔ اگر آپ ہوش میں ہوتے تو دیکھتے میں نے ان کی گاڑیوں کو کیسے تباہ کیا تھا۔ میں نے ان تمام فوجیوں کو بھی ہلاک کر دیا تھا جو کیپٹن ملہوترا' کرنل ورما اور کرنل پرکاش کے ساتھ تھے۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیا تم نے ان تینوں کو بھی ہلاک کر دیا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں وہ تو ہمارے خاص دشمن ہیں' ابھی تک زندہ بچے ہوئے ہیں۔ ان کو ہم ایسے تھوڑا ہی ماریں گے۔" اس نے کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا وہ تباہ کن پستول کہاں ہے جس سے میں نے ہیلی کاپٹر تباہ کئے

تھے' اور اس چھوٹی سی پستول میں وہ چنگاری کیا بلا تھی جو ایک لمحے میں اتنے بڑے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا کر رکھ دیتی تھی۔"

"وہ گن میں نے خاص طور پر آپ کیلئے بنائی تھی' اس میں بڑے بڑے میزائلوں کو اپنی طاقت سے چھوٹا کر کے ڈال دیا گیا تھا جو چنگاری بن کر نکلتے اور ہر چیز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اس بظاہر چھوٹی اور معمولی نظر آنے والی پستول میں میں نے ایک ہزار سے زائد میزائل ڈالے ہوئے ہیں۔" اس نے بتایا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ کس قدر حیرت انگیز اور ناقابل یقین قوتوں کا مالک تھا وہ ایک چھوٹی سی پستول میں اس نے ایک ہزار سے زائد میزائل بھر دیئے تھے' اس دور کا کوئی بڑا سائنسدان سنتا تو حیرت سے شاید پاگل ہو کر رہ جاتا اور ساری عمر سر پٹکتا رہتا اور میزائل چھوٹے ہو کر اور اتنی بڑی تعداد میں پستول میں کیسے سما سکتے ہیں۔

"گن ہے کہاں۔" میں نے اس کے سامنے حیرت ظاہر کئے بغیر پوچھا۔

"یہ رہی جناب۔" اس نے اپنا دایاں ہاتھ میری جانب کیا دوسرے ہی لمحے وہ تباہ کن پستول اس کی ہتھیلی پر موجود تھا۔ میں نے اس سے پستول لے لیا اور اسے حیرت سے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے اسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"جی محترم۔ اب فرمائیں۔ کیا ارادے ہیں جناب کے۔" میں نے اس سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ دہلی جا کر پہلے چمپا بائی کے کوٹھے پر اس کا ناچ دیکھا جائے۔" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا اور میں کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ہمارے پاس وقت کم ہے سکندر' ہمیں بلیک ماسٹر سے ریڈ فور سٹار فائل جلد سے جلد حاصل کر کے پاکستان پہنچانی ہے' ہم اس سلسلے میں جتنی دیر کریں گے پاکستان کے لئے عالمی برادری میں حالات اور زیادہ کشیدہ ہوتے

جائیں گے۔ بھارت نے پاکستان کے خلاف اقوام متحدہ میں جو درخواست دائر کی تھی، اس کے سلسلے میں ایک دو روز میں ہی عالمی رائے عامہ کی کانفرنس طلب کر لی گئی ہے۔ امریکہ بھارت اور اسرائیل کے ساتھ ساتھ روسیاہ بھی پاکستان کیلئے بہت شور مچا رہے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ قرارداد منظور کروالی تو پاکستان کا مستقبل انتہائی خطرے میں پڑ سکتا ہے، اس لیئے سب سے پہلے ہمیں بلیک ماسٹر سے ریڈ فورسٹار فائل حاصل کر کے بھارت کی سازش کی قلعی کھولنی ہے، تاکہ امریکہ کا منہ بند کیا جا سکے۔" اس نے یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اور میں بھی سنجیدہ ہوگیا۔

"اس کا مطلب ہے، کرنل ورما، کرنل پرکاش اور کیپٹن ملہوترا جیسے لوگوں کو فی الحال ہم چھوڑ دیں، اور سب سے پہلے بلیک ماسٹر کا کریا کرم کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ بہت ضروری ہے، بلیک ماسٹر جیسے خطرناک انسان کا زندہ رہنا ہمارے لئے اور پاکستان کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے، اس خطرے کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دینا ہی بہتر ہو گا۔"

"مگر تم نے کہا تھا کہ وہ کالی طاقتوں کا مالک ہے، کیا ہم اس کی کالی طاقتوں کا مقابلہ کر پائیں گے۔"

"ہم نہیں صرف آپ۔ بلیک ماسٹر سے مقابلہ کرنے اور اس کو ہلاک کرنے کا خطرہ آپ اکیلے کو ہی مول لینا پڑے گا۔ میں اس سے کوسوں دور رہوں تو بہتر ہو گا۔ ورنہ وہ مجھے ایک لمحے میں جلا کر خاکستر کر دے گا۔" اس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اگر وہ تمہارے لئے اس قدر خطرناک ہے تو کیا وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کیا میں اس کا اور اس کی کالی طاقتوں کا مقابلہ کر سکوں گا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی کالی طاقتیں کیا ہیں اور ان کا مقابلہ کس طرح سے

کیا جا سکتا ہے،" میں نے پریشان زدہ لہجے میں کہا۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ اس کی کالی طاقتوں اور ان کا مقابلہ کرنے کا طریقہ میں آپکو بتا دوں گا۔ پرانے زمانے کے جادوگروں کی طرح اس کی طاقتوں کا راز اس کے بت کی آنکھ کی پتلی میں ہے، اگر کسی طرح آپ اس کی دائیں آنکھ کی پتلی میں چاقو یا سوئی کی نوک بھی مار دیں تو اس کی ساری طاقتیں اس کا ساتھ چھوڑ دیں گی اور پھر اس کو آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ اپنی کالی طاقتوں سے کیا کیا کر سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری بتائی ہوئی اسکی کالی طاقتوں کی اصل حقیقت کیا ہے۔" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد اس سے پوچھا۔

"کالی طاقتوں سے مراد جادوئی اور شیطانی عمل ہیں جن کے استعمال سے وہ شیطانی بلاؤں کو بلا کر ان سے بڑے بڑے کام لے سکتا ہے، بڑے سے بڑے طاقتور انسان کو ان سے ایک لمحے میں ہلاک کروا سکتا ہے۔ اپنے منہ سے آگ کے گولے پھینک کر ہر چیز کو ایک لمحے میں جلا کر خاکستر کر سکتا ہے، اس کے لئے حاضر غائب ہونا بھی بےحد آسان ہے۔ وہ انسانوں، جانوروں اور پرندوں کا بھی روپ بدل سکتا ہے۔ آگ، پتھروں اور خطرناک ہتھیاروں کی بارش برسا کر بستی کی بستی تباہ و برباد کر سکتا ہے اس کے علاوہ وہ اپنے منتروں سے پوری کی پوری شیطانی بلاؤں کی فوج کو بلا کر ہر طرف تباہی اور بربادی پھیلا کر رکھ سکتا ہے۔" ہمزاد کہتا چلا گیا۔

"اوہ سائنس کے اس قدر تیز رفتار زمانے میں ابھی تک ایسے جادوگر اور کالی طاقتوں کے مالک موجود ہیں۔ اگر بھارت کے پاس اس قدر خوفناک طاقتوں کا مالک ایک انسان موجود ہے تو اسے اتنی بڑی فوج بنانے یا پاکستان کے خلاف اتنی بڑی بڑی سازشیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلیک ماسٹر تو اپنی طاقتوں سے اکیلا ہی پاکستان کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ میں نے ہمزاد کی بات سن

کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل کر سکتا ہے۔ لیکن ابھی اس کے ساتھ ایک مسئلہ ہے۔ ورنہ وہ نہ جانے کب کا پاکستان کو مٹانے کیلئے نکل کھڑا ہوا ہوتا۔"

"وہ مسئلہ کیا ہے۔ جس کیلئے ابھی تک وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہیں ہوا۔"

"بلیک ماسٹر اصل میں ایک معذور انسان ہے۔ اس کی دونوں ٹانگیں ایک کالے علم کو حاصل کرتے ہوئے ایک معمولی سی غلطی کی وجہ سے اس سے الگ ہو گئی تھیں' اور کالا علم چلانے والے کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ جس بستی اور جس علاقے کو تباہ و برباد کرنا چاہے وہاں کم از کم ایک مرتبہ وہ خود جا کر ایک رات گزارے' اس ایک رات میں اسے ایک خاص عمل کرنا ہوتا ہے پھر وہ جہاں چاہے چلا جائے کسی بھی وقت کسی بھی لمحے جس جگہ رات گزار کر اس نے عمل پڑھا ہوتا ہے وہاں تباہی و بربادی پھیلا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی معذوری کی وجہ سے وہ ایک مخصوص جگہ کا ہی ہو کر رہ گیا ہے' اور جو علاقے اس کے دائرہ کار میں آتے ہیں وہاں تک اس کا مکمل راج چلتا ہے اور اس کے سامنے کوئی دم تک نہیں مار سکتا۔" اس نے کہا۔

"یہاں بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے' تم نے کہا تھا کہ وہ مختلف انسانوں کی اور جانوروں اور پرندوں کا بھی روپ دھار سکتا ہے تب پھر وہ پرندہ بن کر بھی تو پاکستان میں اڑ کر جا سکتا تھا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ ایسا بھی کر سکتا تھا مگر یہاں آکر اس کا بڑھاپا اس کے آڑے آجاتا ہے۔ وہ کسی دوسرے انسان کا روپ دھارے' کسی جانور کا یا کسی پرندے کا روپ دھارے مگر زیادہ زیادہ بیس پچیس منٹوں بعد اس کا اصل روپ خود بخود واپس آجاتا ہے۔ معذوری کی وجہ سے وہ کوئی جانور بن کر زمین پر دوڑ نہیں سکتا' آسمان پر پرندہ بن کر اڑتے ہوئے مقررہ وقت ختم

ہو جائے اور فضا میں ہی وہ اپنے اصل روپ میں آجائے تو ہزاروں فٹ کی بلندی سے گر کر اس کا کیا حال ہو گا یہ آپ اچھی طرح سے سوچ سکتے ہیں۔ اب آپ پوچھیں گے کہ وہ کتنا بوڑھا ہے تو اس کا جواب میں خود ہی آپکو دے دیتا ہوں' وہ اپنی کالی طاقتوں کی بدولت پچھلے تین سو سالوں سے زندہ ہے۔" اس نے کہا اور میں بری طرح سے اچھل پڑا۔

"تین سو سالوں سے۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" میں نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ وہ اپنی کالی طاقتوں کی وجہ سے ابھی تک زندہ ہے' جب تک اس کے بت کی آنکھ کی پتلی پھوڑ کر اسے ہلاک نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک اسے موت نہیں آسکتی۔ اور اس کی موت کا راز کوئی نہیں جانتا' اس نے بڑے بڑے دور دیکھے ہیں' بادشاہوں سے لے کر راجاؤں تک' ہر دور میں اس نے ہندوؤں کیلئے بہت کام کیا ہے اور ہر دور میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔" اس نے بتایا اور میں نے ہونٹ بھینچ جانے والے انداز میں سکیڑ لئے۔

"اگر وہ اتنے عرصے سے زندہ ہے تو کیا میں اس کا مقابلہ کر کے اس کو ہلاک کر پاؤں گا۔"

"ہمت مرداں مدد خدا۔" اس نے کہا اور میں استعجاب بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"سکندر صاحب ایک بات بتائیں۔ آپ اپنے ملک کی بقاء کیلئے کس حد تک قربانی دے سکتے ہیں۔" اس نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"ملک کے وقار' اس کی عزت اور بقاء کیلئے اگر مجھے اپنے جسم کے

"خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے مراد یہ کہ ملک کے مفاد کیلئے آپ اپنی جان بھی دے سکتے ہیں۔" اس کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"ہاں۔" میں نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تب پھر اگر میں کہوں کہ اپنے ملک کیلئے آپکو مرنا ہی پڑے گا تو۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو۔ تو کیا میں ہنس کر اپنی جان دے دوں گا۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"اچھی طرح سوچ لیں' میں مذاق نہیں کر رہا۔"

"یار تم پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو۔ صاف صاف کہو کہنا کیا چاہتے ہو۔" میں نے سر جھٹک کر کہا۔

"کہنا میں یہ چاہتا ہوں عزیز من کہ بلیک ماسٹر اور اس کی کالی طاقتوں کے ساتھ آپ زندہ رہ کر نہیں' مر کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں بری طرح سے اچھل پڑا۔ حیرت اور خوف سے میری آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اور میں ہمزاد کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے یا تو وہ پاگل ہو یا پھر میں نے جو سنا تھا وہ صحیح طرح میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"آپ کو ایک رات آگ کی قبر میں گزارنی ہو گی۔ ایک گہری قبر کھود اس میں انگارے رکھے جائیں گے اور ان انگاروں پر آپکی لاش کو لٹا کر قبر کو مکمل طور پر بند کر دیا جائے' سورج غروب ہونے سے لے کر طلوع ہونے تک اگر آپ قبر میں رات گزار لیں تو وہ آگ آپکے اندر ایک نئی زندگی کی روح پھونک دے گی' اور آپ کندن بن جائیں گے' آگ کی قبر میں رات گزارنے کے بعد آپ کے بدن میں اتنی طاقت آجائے گی کہ آپ آسانی سے نہ صرف کالی طاقتوں کا مقابلہ کر لیں گے بلکہ انکو فنا بھی کر کے رکھ دیں گے اور کالی طاقتیں آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گی۔" ہمزاد نے مجھے مزید بتاتے ہوئے کہا۔

میں حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ میں سچ مچ اسکی باتوں کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ مر کر دوبارہ وہ بھی آگ کی قبر میں رات گزار کر زندہ ہو کر کالی طاقتوں کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔ موت کے بعد زندگی ضرور تھی مگر وہ زندگی روز محشر کو تھی پھر ہمزاد کیسے کہہ رہا تھا کہ میں مر کر نئی زندگی پاؤں تو بلیک ماسٹر اور اس کی کالی طاقتوں کا مقابلہ کر سکوں گا۔ ورنہ نہیں۔

"یہ ممکن ہے' ممکن کیوں نہیں۔ آپ ہمیشہ کیلئے نہیں وقتی موت مریں گے' آپکی روح کو میں چاہ زیست میں لے جاؤں گا۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس نہ لوٹ آئے تب تک آپکی اصل روح چاہ زیست میں رہے گی' آپکی واپسی پر روح چاہ زیست سے نکال کر میں دوبارہ آپکے جسم میں ڈال دوں گا۔ اور آپ اپنی اصل حالت میں لوٹ آئیں گے۔" اس نے میرے دل کی بات جان کر جلدی جلدی سے کہا۔

"مگر مجھے ہلاک کیسے ہونا پڑے گا۔ اور آگ کی قبر میں مجھے نئی زندگی کیسے ملے گی' کیا آگ میرے جسم کو جلا کر راکھ کا ڈھیر نہ بنا دے گی'۔" میں نے اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آگ کی قبر میں ڈالنے سے قبل میں آپکے بدن پر دو ہزار سال پرانے بلوط کے پتوں کا رس مل دوں گا۔ اور پھر آب حیات سے آپکو غسل دوں گا جس سے آگ آپکے جسم کو معمولی سا بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ایک پہر بعد آپکے مردہ جسم میں سانس جاری ہو جائے گی اور آگ کے شعلے سانسوں کے ذریعے آپکے جسم کے اندر اترتے چلے جائیں گے جو آہستہ آہستہ آپکو نئی زندگی دیں گے اور آپ سورج نکلنے سے پہلے پہلے قبر میں پوری طرح سے زندہ ہو جائیں گے' اس دوران آپکو تکلیف کا معمولی سا بھی احساس نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی آپکے جسم کا کوئی حصہ جلنے پائے گا۔ ہاں آگ کی زندگی حاصل کرنے کے بعد

آخری چند لمحات آپکے لئے انتہائی تکلیف اور اذیت کے ہوں گے' اس وقت آگ مکمل طور پر آپ کے اندر اور باہر سے اذیت دے گی' اس دوران میں آپکی قبر کے سرہانے کے قریب کھڑے ہو کر وقفے وقفے سے سات بار آپکو آواز دوں گا۔ اگر میری ساتویں آواز تک آپ قبر سے نکل آئے تو آپ نئی زندگی جسے آگ کی زندگی کہتے ہیں پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر میری ساتویں آواز پر آپ قبر سے نہ نکل پائے تو آگ آپکے جسم کو مکمل طور پر ختم کر کے رکھ دے گی۔" اس نے کہا اور میں لرز کر رہ گیا۔

"آگ کی قبر میں رات گزارنا ضروری ہے کیا۔ میں اس کے بغیر بلیک ماسٹر یا اس کی کالی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" میں نے خوف سے کانپتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تین سو سال سے زندہ اور شیطانی طاقتوں کے مالک بلیک ماسٹر سے ٹکرانے کیلئے بہت ضروری ہے کہ آپ آگ کی قبر میں رات گزاریں۔ ورنہ بلیک ماسٹر یا اس کی طاقتوں کے سامنے آپ ایک حقیر تنکے کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔" اس نے کہا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔ ہمزاد نے مجھے عجیب الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ کالی طاقتوں اور ان کے مالک بلیک ماسٹر سے مقابلہ کرنے کیلئے مجھے فرضی ہی سہی لیکن بہر حال مرنا تو پڑے گا ہی نا۔ پھر آگ کی قبر میں رات گزارنے اور پھر یہ کہ آخری لمحات میں ہمزاد کی سات بار دی ہوئی آوازوں پر اگر میں قبر سے باہر نہ نکل پایا تو میرا وجود ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر اس عمل سے گزرنا درست بھی تھا یا نہیں۔ اسلام کی رو سے یہ جائز بھی تھا یا نہیں اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مگر میں نے کسی برائی یا غلط نظریئے سے اس عمل سے نہیں گزرنا تھا۔ یہ تو مجھے اپنے ملک کے مفاد اس کی ناموس کیلئے کرنا تھا۔ دشمنوں نے جو دھبہ میرے وطن کی پیشانی پر لگا کر اسے دنیا کے سامنے بدنام کیا تھا اس دھبے کو دھونے کیلئے مجھے بلیک ماسٹر سے

سازش کی اصل فائل حاصل کرنا تھی' اس بلیک ماسٹر سے جو شیطانی طاقتوں کا مالک تھا۔ اور جو ان شیطانی طاقتوں کی وجہ سے پچھلے تین سو سالوں سے زندہ تھا۔ جس نے اپنے تین سو سالہ دور میں مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے تھے اور انہیں ختم کرنے کیلئے ہر ممکن شیطانی حربے استعمال کئے تھے۔ یہ تو اس کی بدقسمتی تھی کہ کسی کالے علم کے حصول کیلئے وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے معذور ہو چکا تھا ورنہ ہمزاد کے کہنے کے مطابق وہ پاکستان کو ہی نہیں شاید اس دنیا کے ہر مسلمان کو ختم کرنے کی سعی حاصل کر چکا ہوتا۔ لیکن قدرت کے کھیل نرالے تھے' وہ پہلے خاموش تماشائی کی طرح اپنے بندوں کے رنگ ڈھنگ دیکھتا رہتا ہے پھر جب اس کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آتی ہے تو چیونٹی کے ذریعے ہاتھی جیسے گرانڈیل کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے' اس لحاظ سے میری حیثیت ایک چیونٹی کی سی تھی اور بلیک ماسٹر کی گرانڈیل ہاتھی کی۔ جسے ہلاک کرنے کیلئے مجھ جیسے ناچیز کو چنا گیا تھا۔ تیز رفتار اور سائنسی زمانے میں رہنے والے سمجھتے ہیں کہ جادو طلسم اور گندی طاقتوں کا تعلق صرف اور صرف کہانیوں کتابوں میں ہی ہوتا ہے۔ لیکن کائنات میں کیسے کیسے اسرار پوشیدہ ہیں۔ اور خدا اپنے بندوں سے کب کیسے اور کس انداز میں کام لیتا ہے اس کے بارے میں نہ تو کوئی جان سکا ہے اور نہ ہی جان سکتا ہے۔

"مجھے ہلاک کرنے کا طریق کار کیا ہو گا۔" میں نے کافی دیر سوچ بچار کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"اس کیلئے آپکی رگوں سے سارا خون نکالنا پڑے گا۔ جس کی وجہ سے کچھ دیر بعد آپکی روح خود ہی آپ کا جسم چھوڑ دے گی' اور میں آپکی روح اور خون لے کر چاہ زیست میں چلا جاؤں گا۔"

"خون نکالنے کیلئے مجھے افریقہ کے جنگلوں سے جا کر سرخ درخت کا ایک کانٹ لانا ہو گا۔ کانٹا میں آپکے جسم کے کسی حصے میں چبھوؤں گا تو وہ آپکے

جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ تک چوس لے گی۔ اس کانٹے کی مدد سے میں آپکی روح کو پکڑوں گا۔" اس نے جواب دیتے ہوئے کہا اور میں گہرے خیالوں میں گم ہو گیا۔

"اب تو رات ہو چکی ہے' سورج بھی کب کا غروب ہو چکا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہمیں یہ عمل کل ہی کرنا ہو گا۔" میں نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں' ظاہر ہے اب اسی وقت تو یہ عمل شروع کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ابھی آپکو اپنے لئے قبر بھی کھودنی ہے' جس میں آپکو اپنے لئے آگ بھی خود ہی لگانا ہو گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"بہر حال جو کچھ بھی ہے' میں نیک نیتی سے اور اپنے ملک کے مفاد کیلئے قدم اٹھانا چاہتا ہوں اسکے لئے مجھے آگ کی قبر میں رات گزارنی پڑے یا ساری زندگی جہنم میں بھی کیوں نہ رہنا پڑے میں اپنے ملک پر لگے اس داغ کو ہمیشہ کیلئے مٹا دینا چاہتا ہوں' بلیک ماسٹر اور اس کی کالی طاقتوں سے ٹکرا کر انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دوں گا۔" میں نے عزم بھرے لہجے میں کہا اور اس کی آنکھوں میں میرے لئے ستائش کی چمک ابھر آئی۔

"ٹھیک ہے' پھر اجازت دیں تاکہ میں افریقہ کے ان علاقوں میں جا سکوں جہاں سرخ خون چوسنے والے درخت موجود ہیں۔ وہ علاقہ ایک تو بہت دور ہے دوسرے وہاں ہر وقت اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے وہاں جانے میں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن بہر حال مجھے یقین ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اس علاقے تک پہنچ کر خونی درخت کا خون چوسنے والا کانٹا لے ہی آؤں گا۔" اس نے کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہمزاد' میں مسلسل قید کی زندگی سے سخت پریشان ہو گیا ہوں' آنے والے حالات نہ جانے کیسے ہوں' اور میں آگ کی قبر میں زندہ رہوں گا بھی یا

نہیں۔ تم مجھے یہاں سے نکال کر کسی آباد علاقے میں پہنچا دو۔ میں رات سونے کے بجائے گھومنا پھرنا چاہتا ہوں' تھک گیا تو کسی ہوٹل وغیرہ میں جاکر آرام کر لوں گا' میں جہاں بھی ہوں گا تم مجھ تک آسانی سے پہنچ سکتے ہو۔ میری شیو بھی بڑھی ہوئی ہے' نہائے ہوئے بھی مجھے کئی ماہ ہو گئے ہیں۔ اپنی اس حالت سے مجھے کراہیت سی محسوس ہو رہی ہے۔ میں بال ترشوا کر شیو وغیرہ کروا کر اور غسل کر کے فریش ہونا چاہتا ہوں' کیا اس کا تم انتظام کر سکتے ہو۔"

"کیوں نہیں' آپ آنکھیں بند کریں میں ابھی اور اسی لمحے آپکو کسی بڑے شہر میں پہنچا دیتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں' مجھے یہاں کی کرنسی اور اپنی شناخت کیلئے کچھ دستاویزات کی بھی ضرورت ہو گی۔ اگر تم جانے سے پہلے ان چیزوں کا بھی میرے لئے بندوبست کر دو تو میرے لئے بہتر ہو گا۔" میں نے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں کیلئے وہ غائب ہوا پھر واپس آکر اس نے مجھے اس ملک کی نہ صرف کرنسی لا دی بلکہ چند ایسے دستاویز بھی لا دیئے جن کی مدد سے میں اسی ملک کا باشندہ تھا۔ ان دستاویزات کی وجہ سے کوئی مجھ پر آسانی سے ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ پھر میں نے ہمزاد کے کہنے پر آنکھیں موند لیں' اچانک مجھے ہلکا سا دھکا لگا اور مجھے ایک لمحے کیلئے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو۔ مگر دوسرے ہی لمحے میرے پیر پھر سے زمین پر آ لگے' اور میں نے ہمزاد کے کہنے پر آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دیکھا میں اس وقت ایک پر رونق بازار میں کھڑا تھا' جہاں بے شمار دکانیں اور بڑی بڑی عمارتیں تھیں' سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا اور لوگ آ جا رہے تھے۔ میں ایک پھل فروش کی دکان کے پاس کھڑا تھا۔ اور ہمزاد میرے ساتھ ہی موجود تھا۔

"یہ کون سا علاقہ ہے۔" میں نے ہمزاد کی جانب دیکھتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ہمزاد میرے علاوہ کسی اور کو نظر

نہیں آسکتا' اور نہ ہی کوئی اس کی آواز سن سکتا ہے۔ لیکن میں باتیں کرتا تو لوگ مجھے پاگل خیال کرتے کہ میرے قریب کوئی موجود ہی نہیں پھر میں کس سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"یہ دہلی کا بازار ہے' اس بازار کا نام مندر رام ہے' اس علاقے میں اچھے اور بہترین ہوٹل بھی موجود ہیں۔ اسی لئے میں آپکو اس جگہ پر لایا ہوں' میں نے آپکی جیب میں آپکے مطلوبہ کاغذات اور اس ملک کی کرنسی رکھ دی ہے۔ آپ گھومئے پھریئے ضرور مگر احتیاط کے ساتھ' کیونکہ اس وقت بھارتی فوج کے لئے آپ دہشت کا نشان بنے ہوئے ہیں اور وہ آپکو جگہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میری غیر موجودگی میں ان سے بچنا آپ کی اپنی ذہانت اور پھرتی پر منحصر ہوگا۔ تباہ کن چھوٹے میزائل والا پستول بھی آپکے پاس ہے' اسے صرف ضرورتاً ہی استعمال کیجئے گا۔" اس نے کہا۔ میں نے جیب میں پستول' کرنسی اور کاغذات کی موجودگی محسوس کر کے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ پھر ہمزاد مجھ سے اجازت لے کر وہاں سے افریقہ کے اندھے اور گھنے جنگلوں میں جانے کے لئے رخصت ہو گیا۔ جہاں سے اس نے خونی درخت کا خون چوسنے والا کانٹا حاصل کرنا تھا۔

"اس بازار میں ہندوؤں کی اکثریت تھی' میں وہاں لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے لگا۔ میں نے ایک باربر سے اپنے بال کٹوائے' شیو بنائی اور وہیں غسل کر کے ایک مرتبہ پھر اس بازار میں آگیا۔ رات ہونے کے باوجود وہاں اچھی خاصی گہما گہمی تھی۔ رات کے وقت بھی وہاں دن کا سماں معلوم ہو رہا تھا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ صبح ان کا ہولی کا تہوار تھا جس کی وجہ سے لوگ رات گئے تک خریداری میں مصروف تھے' بال وغیرہ کٹوا کر اور نہا دھو کر میں خاصا ہشاش بشاش ہو گیا تھا۔ ایک اچھے سے ریستوران میں بیٹھ کر میں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ خاصا وسیع اور نہایت شاندار ریسٹورنٹ تھا۔ لوگ ہال میں بیٹھے

کھانے پینے میں مصروف تھے' ہر طرف سے کھنکتی ہوئی ہنسی اور برتنوں کی آوازیں آ رہی تھیں' میں جس میز پر بیٹھا تھا' اتفاق سے میرے اردگرد دوسری میزیں خالی تھیں' کچھ ہی دیر میں ویٹر نے میرا آرڈر سرو کر دیا۔ وہ ٹرے میں دو تین ڈھکی ہوئی طشتریاں لایا تھا' جو اس نے میرے سامنے نہایت نفاست سے رکھنا شروع کر دیں۔

"اور کوئی حکم صاحب۔" اس نے ایک خالی پلیٹ میرے سامنے رکھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"تھینک یو۔" میں نے کہا اور وہ سر خم کرتا ہوا دوسری ٹیبل کا آرڈر سرو کرنے چلا گیا۔ میں نے ایک طشتری اپنی جانب کی اور اس کا ڈھکن اٹھایا۔ کھانا سرو ہوتے ہی میری بھوک چمک اٹھی تھی' اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ ان طشتریوں میں جو کچھ میں نے منگوایا ہے سارے کا سارا ایک ہی لمحے میں چٹ کر جاؤں مگر میں نے جونہی طشتری کا ڈھکن اٹھایا میں بری طرح سے اچھل پڑنے پر مجبور ہو گیا۔

"میں نے مینو کے مطابق [illegible] سبزی' قیمہ مٹر اور بھنے گوشت کا آرڈر دیا تھا مگر اس طشتری میں نہ تو سبزی تھی نہ ہی قیمہ مٹر اور نہ ہی بھنا ہوا گوشت تھا بلکہ اس طشتری میں مرے ہوئے کیڑے پڑے تھے' جس پر بے شمار سنڈیاں پڑی ہوئی تھیں اور اس میں سے اس قدر ناگوار بو آ رہی تھی کہ مجھے ابکائیاں آنے لگیں۔ "ویٹر۔" میں نے کھڑے ہو کر میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے ویٹر کو آواز دی' میری دھاڑ سن کر اور میز پر مکہ مارنے کی وجہ سے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر میری جانب دیکھنے لگے'

"جی صاحب۔" آرڈر سرو کرنے والا ویٹر میری دھاڑ سن کر بوکھلائے ہوئے انداز میں میری جانب لپکا۔

"یہ کیا ہے۔ میں نے تمہیں جو آرڈر دیا تھا اس کے مطابق تم میرے

لئے یہ مرے ہوئے اور کیڑے پڑے ہوئے بدبو دار چوہے لائے ہو۔ کیا اس ریسٹورنٹ میں بھنے ہوئے گوشت کی جگہ مردہ چوہے کھلائے جاتے ہیں۔" میں نے انتہائی غصیلے لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔ ویٹر نے گھبرائے ہوئے انداز میں طشتری کی جانب دیکھا اور وہ بھی بری طرح سے اچھل پڑا اس کی آنکھیں حیرت زدہ انداز انداز میں پھیلتی چلی گئیں۔ میری بات سن کر وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ پوری طرح سے چونک کر میری جانب متوجہ ہو گئے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" ویٹر کے منہ سے انتہائی حیرت سے بھرپور آواز نکلی۔ میں نے کسی خیال کے تحت دوسری طشتری کا ڈھکن اٹھایا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بچھو دیکھ کر میں نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے' جبکہ ویٹر ایک مرتبہ پھر اچھل پڑا۔ اور جب میں نے تیسری طشتری کا ڈھکن اٹھایا تو ویٹر کے ساتھ ساتھ ایک مرتبہ پھر میں بھی اچھل پڑا۔ اس طشتری میں ایک انسانی خون آلود دل پڑا تھا۔ ویٹر کی حالت بہت بری ہو رہی تھی وہ آنکھیں مل مل کر طشتریوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا ہو کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے۔ جیتے جاگتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے یا کہ خواب۔

"کیا ہے صاحب۔ کیا ہے ان طشتریوں میں۔" ایک دوسرے ویٹر نے اس طرف آتے ہوئے پوچھا اور پھر طشتریوں میں موجود مردہ چوہے' بچھو اور انسانی دل دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی مارے حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"یہ ریسٹورنٹ ہے یا غلاظت خانہ' یہاں پر آنے والے گاہکوں کے ساتھ تم لوگ اس قدر گھٹیا مذاق کرتے ہو۔ کیوں۔" میں نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ لوگ مسلسل میری جانب دیکھ رہے تھے' پھر چند ایک تجسس کے مارے اٹھ کر اس طرف آ گئے اور غلاظت دیکھ کر ان کے چہروں پر ناگواری کے تاثرات پھیلتے چلے گئے چند ایک تو بری طرح سے ابکائیاں لینے لگے۔ اور

ریسٹورنٹ والوں کو برا بھلا کہنے لگے' یہاں تک کہ ریسٹورنٹ کا منیجر یہ صورتحال دیکھ کر بھاگتا ہوا وہاں آ گیا۔ اسے صورتحال کا پتہ چلا تو وہ غصیلی نگاہوں سے سرو کرنے والے ویٹر کی جانب دیکھنے لگا۔

"یہ سب کیا ہے۔ کیوں اور کہاں سے لائے ہو یہ سب کچھ تم۔" اس نے غصیلی نگاہوں سے ویٹر کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"م۔ مجھے نہیں معلوم سر' میں کچن سے ان کی مطلوبہ اشیاء لایا تھا۔" اس نے خوف سے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"بکو مت کچن سے تم ان کی مطلوبہ اشیاء لائے تھے تو پھر کس بدبخت مخلوق نے راستے میں یہ غلاظت ان برتنوں میں بھر دی' گٹ آؤٹ' نکل جاؤ' میں تمہیں ابھی اور اسی وقت نوکری سے برخاست کرتا ہوں۔ تم جیسے بدتمیز اور غیر مہذب انسانوں کی اس ریسٹورنٹ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔" منیجر غصے سے کہتے ہوئے ویٹر پر گرجا دوڑا' ویٹر نے لاکھ احتجاج کیا چیخا چلایا مگر اس غریب کی ایک نہ سنی گئی منیجر کے حکم سے اسے وہاں سے دھکے دے کر نکلوا دیا گیا اور منیجر مجھ سے ویٹر کی بداخلاقی کی معافیاں مانگنے لگا۔ ویٹر کو وہاں سے جاتے دیکھ کر میرا غصہ بھی سرد پڑ گیا تھا۔ نہ جانے وہ کون تھا اور اس نے میرے ساتھ یہ بدتمیزی کیوں کی تھی۔ کیا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا یا۔ اچانک میرے ذہن میں ہمزاد کا خیال ابھرا۔

"اوہ کہیں یہ شرارت ہمزاد نے تو نہیں کی۔" مگر یہ کیسے ممکن تھا وہ تو افریقہ کے جنگلوں میں سرخ درخت کا خون چوسنے والا کانٹا لینے گیا ہوا تھا' اور اس نے کہا تھا کہ وہ کل صبح سے پہلے واپس نہیں لوٹ سکتا تھا۔ پھر۔" میں سوچتا چلا گیا۔ منیجر نے دوسرے ویٹر سے میرا مطلوبہ آرڈر سرو کرنے کیلئے کہا اور مجھ سے معذرت کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ لوگ بھی آپس میں باتیں کرتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں پر جا بیٹھے' چند لمحوں بعد دوسرا ویٹر میرے لئے کھانا لے آیا۔

"لیجئے صاحب۔ گرما گرم کھانا حاضر ہے' رام پرساد' ذرا بے وقوف قسم کا آدمی تھا۔ اس نے آج سے پہلے ایسی احمقانہ حرکت تو نہیں کی تھی' پھر نہ جانے آج اس نے آپ کے ساتھ ایسی عجیب و غریب شرارت کیوں کی۔" اس نے میرے سامنے برتن سجاتے ہوئے کہا مگر میرا ذہن اس انسانی دل کی جانب متوجہ تھا جو ایک برتن میں موجود تھا۔ اس انسانی دل کو دیکھ کر میں پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر یہ واقعی ہمزاد کی حرکت تھی اور وہ ابھی یہیں تھا تو اس نے انسانی دل کہاں سے حاصل کیا۔ لوگ بھی انسانی دل کے بارے میں باتیں کر رہے تھے' کیا یہاں کسی انسان کو قتل کیا گیا تھا جس کا دل نکالکر میری طشتری میں رکھ کر میرے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ لیکن کیوں۔"

"پلیٹوں میں کھانا نکال دوں صاحب۔" ویٹر نے کہا اور میں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا پھر میں نے دھیرے سے سرہلا دیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے طشتری کا ڈھکن اٹھایا اور اس طشتری میں بھی خون اور خون میں تیرتے ہوئے کیڑے دیکھ کر اس کا رنگ فق ہوتا چلا گیا۔

"وہ تو بے وقوف تھا۔ پر تم۔ کیا میں نے تم سے یہ منگوایا تھا۔" خون اور اس میں رینگتے کیڑے دیکھ کر میرا غصہ ایک بار پھر عود کر آیا۔

"مم۔ میں معافی چاہتا ہوں' صاحب' اس نے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور جلدی سے طشتری کا ڈھکن بند کر کے برتن اٹھانے لگا۔

"رکو۔ اپنے مینجر کو بلاؤ۔" میں نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جی صاحب۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور برتن اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔

"برتنوں کو یہیں پڑا رہنے دو۔' میں نے اسی لہجے میں کہا۔

"مم۔ میں آپکے لئے اور کھانا لے آتا ہوں صاحب۔" اس نے

خوفزدہ انداز میں کہا۔

"بکو مت' برتنوں کو یہیں رکھ دو اور مینجر کو بلاؤ' تم لوگوں نے میرے ساتھ یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے' کبھی ایک ویٹر مردہ چوہے' بچھو اور انسانی دل لے آتا ہے اور دوسرا خون' آخر تم لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہو۔" میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اس سے نہایت غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"مم۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا صاحب۔ کچن سے میں خود آپکے لئے ان برتنوں میں کھانا نکال کر لایا تھا۔ مم۔ مگر یہ خون' معلوم ہوتا ہے کہ آپکے پیچھے کوئی پریت آتما لگی ہوئی ہے' جو آپکے کھانے کو خراب کر رہی ہے' اس نے جلدی سے مگر انتہائی پریشان زدہ لہجے میں کہا۔ پریت آتما کی بات سن کر میں ایک مرتبہ پھر چونک اٹھا۔ میرا ذہن فوراً ہمزاد کی جانب ہو گیا۔ مجھے اس کی آنکھوں میں سچائی کی جھلک دکھائی دی' اس کا مطلب تھا کہ ہمزاد واقعی یہیں تھا' میرے ساتھ ایسی شرارتیں کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

"مجھ پر رحم کریں صاحب مینجر صاحب کو نہ بلائیں ورنہ وہ مجھے بھی رام پرساد کی طرح نوکری سے نکال دیں گے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں صاحب۔ مم۔ میں۔"

"ہونہہ' اگر ہمزاد واقعی ابھی تک افریقہ کے جنگلوں میں نہیں گیا تھا تو وہی مجھے خواہ مخواہ تنگ کر رہا تھا۔ پھر میں اس بے چارے کو نوکری سے کیوں نکلواؤں' بلکہ اب مجھے پہلے ویٹر کو بھی نوکری سے نکلوائے جانے پر افسوس ہونے لگا' میں ہمزاد کو اسی وقت اس جگہ پر طلب نہیں کر سکتا تھا اس لئے میں نے وہاں سے اٹھ جانا ہی بہتر سمجھا۔

"ٹھیک ہے' لے جاؤ برتن اور یہ لو اپنا بل میں کسی اور جگہ جا کر کھانا کھا لوں گا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کی جیب میں ڈال دیا۔ وہ میری جانب حیرانی سے تکنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں

نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے تشکرانہ کی جھلک ابھرتے دیکھی۔ لیکن میں اس کی جانب توجہ دیئے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ لوگ میری جانب عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اور مجھے ہمزاد پر غصہ آ رہا تھا جس نے میرے ساتھ احمقانہ مذاق کرتے ہوئے میرا موڈ آف کر کے رکھ دیا تھا۔ سڑک پر اچھا خاصا ہجوم تھا اس لئے میں نے وہاں ہمزاد کو بلانا مناسب نہ سمجھا اور اسی بازار میں ایک ہوٹل میں آ گیا۔ جہاں مجھے کمرہ کرائے پر لینے میں کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کمرے میں آ کر میں نے دروازہ بند کر کے اسے بولٹ کیا اور غصے سے ہمزاد کو آوازیں دینے لگا۔

"ہمزاد، ہمزاد۔" میں نے اس کو پکارا لیکن وہ میرے سامنے نمودار نہیں ہوا۔

"میں جانتا ہوں ہمزاد کہ تم ابھی یہیں ہو اور میرے ساتھ احمقانہ حرکتیں کرنے والا تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ میرے سامنے آؤ۔" میں نے غصے سے اسے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا لیکن وہ پھر بھی ظاہر نہیں ہوا۔ میں نے ہمزاد کے بجائے اسے سایہ کہہ کر بھی آوازیں دیں مگر اس پر بھی وہ میرے سامنے نہیں آیا۔ اب تو میں پریشان ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہمزاد کہاں ہو تم۔ تم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہے۔" میں نے پریشانی سے اونچی آواز میں کہا۔ مگر اس مرتبہ بھی ہمزاد نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی وہ میرے سامنے ظاہر ہوا۔ میں کافی دیر تک اسے یونہی پکارتا رہا پھر تھک ہار کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے مت آؤ میرے سامنے اب اگر آئے بھی تو میں تم سے بات نہیں کروں گا۔" میں نے خفگی سے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔ اچانک میری نظر زمین پر پڑی اور میں بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ اور میں نے جلدی سے اپنے پاؤں صوفے پر رکھ لئے، زمین پر کارپٹ بچھا ہوا تھا جس پر سیاہ رنگ کے لمبے مگر پتلے پتلے بے شمار سانپ اور بچھو رینگ رہے تھے۔ سرخ اور سیاہ قالین پر آسانی سے ان کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی جیسے وہاں سانپ اور بچھوؤں کا ہی قالین بچھا ہوا ہو۔ سانپ اور بچھو اس صوفے کی طرف آ رہے تھے جس پر میں بیٹھا تھا۔ خوف سے میرے مساموں سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ نکلا۔

"ہمزاد، ہمزاد، سایہ۔" میں خوف کے عالم میں ایک بار پھر ہمزاد کو آوازیں دینے لگا۔ سانپ اور بچھو ایک دائرے کی صورت میں میرے صوفے کے گرد اکٹھا ہو رہے تھے، اور پھر اس دائرے میں سرخ رنگ کی روشنی سی چمکی ایک شعلہ سا پیدا ہوا جو اس دائرے کے گرد گھومتا چلا گیا اور دوسرے ہی لمحے میں نے بھک سے سانپ اور بچھوؤں کو راکھ بنتے دیکھا۔ جس جس حصے میں شعلہ گھوما تھا قالین پر سیاہ رنگ کا جلا ہوا ایک دائرہ سا بن گیا تھا اور وہاں سے سانپ اور بچھو غائب ہو گئے تھے۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس جلے ہوئے دائرے کو دیکھ رہا تھا۔ جلے ہوئے دائرے میں سے چند لمحے ہلکا ہلکا دھواں نکلتا رہا پھر میں نے اچانک اس دائرے کو بھی سمٹتے دیکھا۔ قالین کا جلا ہوا حصہ غائب ہو رہا تھا، اور کچھ ہی دیر میں قالین کا جلا ہوا حصہ مکمل طور پر غائب ہو گیا۔ اور قالین یوں صحیح سلامت ہو گیا جیسے نہ ہی اس پر کبھی کوئی سانپ اور بچھو آئے ہوں اور نہ ہی اس کا کوئی حصہ جل کر سیاہ ہوا ہو۔ اس عجیب و غریب واقعہ کی مجھے ذرا بھی سمجھ نہیں آئی تھی کہ اچانک وہاں سانپ اور بچھو کہاں سے آ گئے پھر آگ کا شعلہ کیسے نمودار ہوا جس نے آن واحد میں نہ صرف سانپ اور بچھوؤں کو جلا ڈالا بلکہ قالین کو بھی ایک دائرے کی صورت میں جلا دیا تھا اور پھر جلے ہوئے قالین کا وہ حصہ بھی اپنی اصل حالت میں آ گیا تھا۔

"میں ابھی اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ

اچانک میں جس صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اس نے زمین سے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ میں نے بوکھلا کر نیچے اترنا چاہا مگر صوفے میں سے نہ جانے کہاں کہاں سے رسیاں نکلیں اور نہایت تیزی سے میرے گرد لپٹتی چلی گئیں۔ اور انہوں نے مجھے اس بری طرح سے باندھ لیا کہ میں معمولی سی بھی حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔ صوفہ مجھے لیئے ہوئے زمین سے خاصا اونچا اٹھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ میرا سر چھت سے ٹکرانے لگا تھا اور پھر صوفے نے اچانک ہی گھومنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ایک بار پھر میرے اوسان خطا ہو گئے' میں نے خوف سے چلانا چاہا مگر اچانک جیسے کسی نے میرا منہ پکڑ لیا ہو' میری آواز میرے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی' صوفہ پہلے پنکھے کی طرح آہستہ آہستہ گھومتا رہا پھر اس کی گردش کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی' اچانک میری رسیاں کھل گئیں۔

نہایت تیزی سے گردش کرنے والے صوفے سے میں اچانک اچھلا اور فضا میں اڑتا ہوا ایک دیوار سے جا ٹکرایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دیوار سے ٹکرا کر میرا وجود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا ہو' دیوار سے ٹکرا کر میں بڑے برے انداز میں زمین پر گرا تھا۔ اور زمین پر گرنے کے باوجود میرا بدن کسی لٹو کی طرح سے گھوم رہا تھا۔ گھومتے گھومتے میں لڑھکیاں کھاتے ہوئے ایک بار پھر دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ پھر میری پسلیوں میں جیسے کسی نے زوردار لات دے ماری ہو۔

میرا دل جیسے یکدم رک گیا تھا۔ آواز پہلے ہی حلق میں پھنسی ہوئی تھی' اب دل کی دھڑکن بھی بند ہو گئی تھی' آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا اور ذہن ابھی تک لٹو کی طرح گھوم رہا تھا۔ بس تکلیف اور ان ٹھوکروں کا احساس تھا جو پے در پے میرے جسم پر برس رہی تھیں' اور مجھے دو ہاتھ اٹھا اٹھا کر دیواروں سے مار رہے تھے' میرا دل و دماغ تکلیف اور اذیت سے چیخ رہا تھا مگر آواز حلق سے باہر آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی' ذہن پر تاریکی چھا رہی

تھی' مگر شعور لاشعور کی کیفیت ابھی تک نہیں ٹوٹ رہی تھی' اس قدر تکلیف اور اذیت سہنے کے باوجود میں ابھی تک ہوش میں تھا۔ اور میرا وجود کسی کی ٹھوکروں پر تھا۔ جس کی ہر ضرب میرے وجود کو تہ و بالا کر رہی تھی اور جسم کی ایک ایک ہڈی مضروب ہو کر چیختی ہوئی معلوم ہو رہی تھی'

پھر میرے بدن پر ضربیں لگنا بند ہو گئیں۔ شدید تکلیف اور جسمانی اذیتوں نے میرے ذہن کو سن کر کے رکھ دیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہنوز تاریکی طاری تھی' میں زمین پر اوندھا پڑا تھا' ہر طرف جیسے یکلخت خاموشی مسلط ہو کر رہ گئی تھی' کانوں میں سائیں سائیں کی آواز آ رہی تھی' اور سینے میں دھڑکتا ہوا دل اور اسکی دھمک کے سوا مجھے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔

"کون ہے یہ' اور اسے یہاں کیوں لائے ہو۔" اچانک ایک تیز گونج دار آواز میں کوئی بولا' آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میرا وجود اس آواز کے ہیبت ناک پن سے بری طرح سے لرز کر رہ گیا۔

"اسے آقا نے آپکے پاس بھیجا ہے عظیم ویگال' یہ آقا کی تباہی کیلئے ہر بھوگ قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ آقا نے کہا ہے کہ اس کو جس طرح ممکن ہو سکے ختم کر دو' ہم نے اس کی سہائتہ کرنے والی روشنی کی شکتیوں کو چند لمحوں کیلئے اس سے دور کر دیا ہے' ہم اسے ہلاک نہیں کر سکتیں کیونکہ ہم پر روشنی کی شکتیوں کا پہرہ ہے' اس لئے آقا نے حکم دیا ہے ہم اسے آپکے پاس لے آئی ہیں تاکہ آپ اس کا خاتمہ کر دیں۔" ایک باریک اور چیختی ہوئی آواز نے جواباً کہا اور میرے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ آقا' ویگال' روشنی کی طاقت اور میری ہلاکت کی بات سن کر میں نہ جانے کیوں اندر ہی اندر سے لرز کر رہ گیا تھا' اس کی بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی تھی' مگر اپنی ہلاکت کی بات سن کر میں خوفزدہ سا ہو گیا تھا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر ہر طرف اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا' ان آوازوں سے

ظاہر ہو رہا تھا جیسے بولنے والی ہستیاں میرے ارد گرد ہی موجود ہیں۔ اور وہ ایک دو نہیں انکی تعداد کافی زیادہ تھی کیونکہ مجھے ہر طرف سے بے شمار سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی' میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہوں' تو یہ بات ہے' اسکے جسم سے مجھے ایسی ناگوار بو آ رہی ہے جس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ ہمارے دھرم کا منش نہیں ہے' اور جس دھرم سے اس کا تعلق ہے اس کے تو ہم سخت ترین بیری ہیں' ٹھیک ہے بھگونا تم سب جاؤ' میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔" پہلے والی خوفناک آواز نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم جا رہے ہیں لیکن ویگال خیال رکھنا' اسکی سہایتہ کرنے والی شکتیاں بہت شکتی شالی اور مہان ہیں' تین شکتیوں/روشنیوں کو روکنے کیلئے ہماری لاکھوں سیاہ طاقتیں ان کا مقابلہ کر رہی ہیں مگر وہ شکتیاں ان پر تیزی سے حاوی ہوتی جا رہی ہیں۔ اگر تم نے اسے چند لمحوں میں ہلاک نہ کیا تو وہ یہاں بھی آ سکتی ہیں اور تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔"

"ہونہہ۔ دیکھا جائے گا۔ میرا نام ویگال ہے' اور ویگال' پاتال کا سیاہ دنیا کا مہان اور مہاشکتی شالی نام ہے جس کا مقابلہ کرنا روشنی کی شکتی کی بات نہیں۔ اور یہ روشنی کی دنیا کا باسی جسے تم لائے ہو اسے تو میں چٹکی میں کسی مچھر کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔" ویگال کی آواز آئی'

"ٹھیک ہے تب پھر ہم جاتی ہیں۔" آواز آئی ساتھ ہی تیز زناٹے دار آواز پیدا ہوئی اور معدوم ہو گئی۔

"کمبولی۔" چند لمحے توقف کے بعد ویگال نامی شخص نے کسی کو آواز دی۔

"کمبولی حاضر ہے آقا۔" ایک غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"کمبولی اس منش کو اٹھا کر کالی روشنی میں لے جاؤ' اور اسے ہوش

میں لاؤ میں اس سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے' جسکی وجہ سے آقا نے اس کے لئے اپنے کالے بیروں کی فوج کو اس پر حملے کیلئے بھیج دیا تھا۔ اور اس کے پاس روشنی کی ایسی کون سی تین شکتیاں ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے کالے بیر بھی خوفزدہ ہو رہے تھے۔" ویگال نے کہا۔

"جو حکم آقا۔ میں اسے ابھی کالی روشنی میں لے جاتی ہوں' پرنتو آقا میں اسے ہوش میں کیسے لاؤں۔ یہ بظاہر تو ہوش میں ہی ہے' اس کا بدن ہی سویا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ کیا میں اسے گجوندر کی بو سنگھاؤں۔"

"نہیں گجوندر کی بو سے اس کی دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی' اسکے سوئے ہوئے بدن کو جگانے کیلئے تم جاگرتی کے خون کے سات قطرے لے کر اس کے بدن پر گراؤ' اس سے اس کا سویا ہوا شریر جاگ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے آقا۔" کمبولی نے کہا اور پھر میری کمر میں جیسے کسی کے تیز پنجے چبھنے لگے' ان پنجوں نے مجھے اٹھایا اور وہ مجھے کسی جانب لے جانے لگے' پھر انہوں نے مجھے دوبارہ زمین ڈال دیا۔ اسی وقت اچانک ہر طرف عجیب سیاہ رنگ کی روشنی پھیلتی چلی گئی وہ روشنی تھی یا عجیب سی سیاہی مگر مجھے اس سیاہ سیاہ سی روشنی میں وہاں کا ماحول صاف نظر آنے لگا تھا۔ وہ ایک عجیب سی گول مگر تنگ سی کمرہ نما جگہ تھی' جس کی دیواریں انتہائی سیاہ تھیں' جگہ جگہ سے دیواریں ادھڑی ہوئی اور ان پر خوفناک شکلیں بنی ہوئی تھیں' سامنے دیوار پر ایک سیاہ انسانی ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا جس نے کسی جانور کی بڑی سی سیاہ رنگ کی ہڈی پکڑ رکھی تھی' اس ہڈی کے سر پر آگ جل رہی تھی' آگ بھی سیاہی مائل سی تھی' شاید وہاں ہونے والی روشنی اسی آگ سے نکل رہی تھی۔

مجھے اس پنجوں والی مخلوق نے زمین پر ڈالا تھا اور میرا چہرہ دائیں جانب تھا جبکہ وہ مخلوق میرے بائیں جانب تھی اس لئے وہ ابھی تک مجھے نظر نہیں آئی تھی' البتہ اس کے تیز تیز سانس لینے کی وجہ سے اس کی موجودگی کا احساس ہو

رہا تھا۔ وہ نہ جانے کیا کر رہی تھی' اچانک مجھے وہاں عجیب سی بو کا احساس ہوا' بو انتہائی ناگوار اور کراہیت آمیز تھی۔ پھر وہ اچانک میرے سامنے آگئی' سیاہ رنگ کی لمبی سی عورت مگر مجھے اس عورت کے گھٹنوں تک ننگے پیر دکھائی دے رہے تھے' وہ میرے کافی قریب تھی اور میں سر اٹھا کر اسے اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس کے پیروں کے لمبے لمبے اور چھریوں کی طرح تیز ناخن دیکھ کر میں دل ہی دل میں کانپ کر رہ گیا۔ جس طرح اس کے پیروں کے ناخن اس قدر لمبے' تیز اور نوکیلے تھے اسی طرح غالباً اس کے ہاتھوں کے ناخن بھی تیز اور خوفناک ہوں گے اسی لئے مجھے اپنی پسلیوں میں اسکے پکڑنے کی وجہ سے پنجوں کی تیز چبھن کا احساس ہوا تھا۔ وہ گھسٹ گھسٹ کر میرے اردگرد چکر لگانے لگی' میں ابھی تک اس کی شکل نہیں دیکھ پایا تھا۔ دو چکر لگانے کے بعد تیسرے چکر پر اس نے اونچی آواز میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ پڑھتے پڑھتے اس نے میرے اردگرد سات چکر مکمل کئے پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دائیں گال پر پانی کا گرم قطرہ سا گرا ہو۔ ایک قطرے کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا اور اس طرح کل سات قطرے میرے رخسار پر گرے اور جیسے ہی اس مائع کا ساتواں قطرہ میرے گال پر گرا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سارے جسم میں یکلخت آگ بھڑک اٹھی ہو۔ میرے حلق سے دلخراش چیخوں کا طوفان ابل پڑا اور میں اس بری طرح سے تڑپنے لگا جیسے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی تڑپتی ہے' کبولی نے نہ جانے میرے چہرے پر کیا گرایا تھا کہ اس سے میرا سویا ہوا وجود پوری طرح سے جاگ اٹھا تھا' حلق میں پھنسی ہوئی آواز تک بیدار ہو گئی تھی' میں خوفناک انداز میں چیختا ہوا کافی دیر تک اس طرح تڑپتا رہا پھر آہستہ آہستہ میرے بدن میں لگی ہوئی آگ جیسے سرد پڑتی چلی گئی' اور میں آہستہ آہستہ اعتدال میں آتا چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد جلتے ہوئے بدن کا احساس مکمل طور پر ختم ہو کر رہ گیا۔ اور میرا سارا وجود پر سکون ہو گیا۔ میں اسی طرح پڑا آنکھیں بند کئے کراہتا رہا۔

"منش آنکھیں کھولو۔ تمہارا سویا ہوا بدن بیدار ہو گیا ہے۔ ادھر دیکھو میری اور۔" اس سیاہ فام عورت کی بھیانک آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی میری نظر جیسے ہی اس بڑھیا پر پڑی خوف و دہشت کے مارے ایک بار پھر میرے حلق سے چیخ نکل گئی' اس بڑھیا کے پاؤں ہی بدنما اور خوفناک نہیں تھے بلکہ وہ خود مجسم خوفناک اور دل ہلا دینے والی صورت کی مالک تھی' انتہائی بوڑھی' اس کے سارے بال برف کی مانند سفید تھے' آنکھیں حلقوں سے باہر ابلی ہوئی تھیں' لمبی نوکدار ناک' لمبوترا چہرہ' پچکے ہوئے گالوں میں پڑے ہوئے سوراخ اور ٹھوڑی چھوٹی ہوئی۔ جسے دیکھ کر اچھے اچھوں کا دل دہل کر رہ جاتا تھا۔ اس خوفناک شکل والی بڑھیا کو دیکھ کر یکبارگی میرا سارا وجود بری طرح سے کانپ کر رہ گیا تھا۔ اور میں انتہائی خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بے حد پتلے تھے' انگلیاں لمبی اور انگلیوں کے ناخن بے تحاشہ بڑھے ہوئے اور مڑے ہوئے تھے' اس نے سیاہ رنگ کا لباس پہن رکھا تھا جس سے اس کی ہیبت میں اور زیادہ بھیانک پن آگیا تھا۔

"کون۔ کون ہو تم۔" میں نے اس کی جانب خوف بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کبولی۔ میرا نام کبولی ہے منش' تم کون ہو' اور تمہارا کیا نام ہے۔" اس نے ابلی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے خوفناک لہجے میں پوچھا۔

"مم۔ میں۔ سکندر ہوں۔ مگر تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے' اور یہ خون۔ یہ خون کیسا ہے۔" میں نے اس سے بات کرتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میرا ہاتھ خون سے لتھڑ گیا۔

"یہ خون جاگرتی کا ہے' پلید کا۔ جس کی وجہ سے تم اس وقت اپنے

ہوش و حواس میں ہو' ورنہ کالی جاگون کے منتروں نے تمہارے شریر کو مکمل طور پر ختم کر دیا تھا۔ اگر تمہارے بدن پر جاگرتی کا خون نہ گرایا جاتا تو تم ہمیشہ کیلئے اسی طرح مفلوج کی حالت میں پڑے رہتے۔"

"پلید جاگرتی' یہ جاگرتی کیا بلا ہے' اور مجھے کالی جاگون کے منتروں سے کس نے مفلوج کیا تھا۔ اور کیوں۔" میں نے اس کی بات سن کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتی' مجھے میرے آقا دیگال نے تمہیں جاگرتی کے خون سے صرف ہوش میں لانے کا حکم دیا تھا۔ سو میں تمہیں ہوش میں لائی ہوں' اب میں آقا کو اطلاع دینے جا رہی ہوں' انہیں سے بات کرنا۔" اس نے کہا دوسرے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ اور میں دیکھتا رہ گیا۔

"پتھروں سے بنا ہوا یہ گول سیاہ کمرہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے بے حد خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ اور میرا دل بری طرح سے گھبرا رہا تھا اور اس کی دھڑکن اس قدر تیز تھی جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر آ گرے گا۔ اور پھر اس خوفناک بڑھیا کو دیکھ کر میں ابھی تک لرز رہا تھا۔ بڑھیا غائب ہو گئی تھی اور اب وہ نہ جانے کس دیگال کو بلانے گئی تھی اور اس کی شکل کس قدر خوفناک تھی' ایک ایک کر کے تمام واقعات میرے ذہن پر کسی فلم کی طرح چلنا شروع ہو گئے' میرے کھانے پینے کی چیزوں میں جس طرح زہریلے اور غلیظ بدبودار کیڑے نکل رہے تھے' اور مجھے ہوٹل کے کمرے میں جس بری طرح اٹھا اٹھا کر پٹخا گیا تھا۔ میں پہلے یہ سب اپنے ہمزاد کا تصور سمجھ رہا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوتا تھا کہ ہمزاد اپنے کام کیلئے افریقہ کے گھنے اور تاریک جنگلوں کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ مجھے ستانے' اذیت دینے اور یہاں لانے والی ہستیاں کوئی اور ہی تھیں' تاریکی میں گونجنے والی آوازیں ابھی تک میری سماعت میں گونج رہی تھیں کہ مجھے آقا نے دیگال کے پاس بھیجا ہے کہ مجھے فوراً سے پہلے ہلاک کر دیا جائے' کالی طاقتیں روشنی کی طاقتوں کو روکے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر دیگال کا حکم کہ اس نے کمبولی کو بلا کر مجھے کہیں لے جانے کا حکم دیا اور مجھ پر جاگرتی کے خون کے قطرے گرا کر ہوش میں لانا۔ یہ سب باتیں میرے ذہن کو تہ و بالا کیے جا رہی تھیں' میں جوں جوں سوچ رہا تھا اتنا ہی الجھتا جا رہا تھا۔ نہ جانے اس وقت میں کن عجیب و غریب چکروں میں آن پھنسا تھا۔ کالی طاقتیں۔ آقا۔ دیگال' جاگرتی اور یہ بڑھیا جس کا نام کمبولی تھا اصل میں کون تھے' اور یہ مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی میری کیا دشمنی ہے' میں سوچتا چلا گیا۔

پھر اس وقت اچانک ایک سیاہ سایہ لہرایا۔ اس سے قبل کہ میں سمجھتا کہ وہ سایہ میرا ہمزاد ہے' اس سائے میں ایک بوڑھا اور خوفناک انسان کا وجود ظاہر ہو گیا۔ بوڑھا' کمبولی نامی بڑھیا سے کم خوفناک شکل و صورت کا مالک نہ تھا۔ اس کی داڑھی بھی سفید تھی' ناک ویسا ہی لمبا نوکیلا اور آگے کو مڑا ہوا' آنکھیں سفید اور باہر کو ابلی ہوئی نظر آ رہی تھیں' اس کے سر کے عین درمیان ایک چھوٹا سا سینگ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بالائی ہونٹوں سے دائیں بائیں دو نوکیلے دانت بھی باہر جھانکتے دکھائی دے رہے تھے' جس سے وہ انسان کم ڈریکولا جن زیادہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے نمودار ہوتے ہی وہ منحوس صورت بڑھیا بھی اس کے قریب آ نمودار ہوئی تھی۔ ان خوفناک انسانوں کا جوڑا دیکھ کر دل دہل کر رہ جاتا تھا۔ میں خوف سے تھوک نگلتے ہوئے ان کی جانب گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھ لیں آقا۔ جاگرتی کے خون نے اس کے سوئے ہوئے شریر کو نئی زندگی دے دی ہے' اب یہ مکمل طور پر اپنے ہوش و حواس میں ہے آپ اس سے جو پوچھنا چاہیں پوچھ لیں' بڑھیا نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر نہایت مودبانہ مگر اپنے خوفناک لہجے میں کہا۔

"نہیں کمبولی' اس سے کیا پوچھنا۔ اس کے ہوش میں آنے سے اس

کے ماتھے کی سفید روشنی بھی چمک رہی ہے' دیکھو یہ واقعی دنیا کا کوئی خطرناک ترین انسان ہے' اس کے قبضے میں کوئی بہت بڑی طاقت ہے' روشنی کی طاقت جو ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے' آقائے عظیم کا خوف بلاوجہ نہیں تھا۔ کالی طاقتیں بھی ٹھیک کہہ رہی تھیں' اس کی ہلاکت ان کے بس کی بات نہیں تھی' اچھا ہوا اسے آقائے عظیم نے میرے پاس بھیج دیا۔ آگے بڑھو جاگرتی اس روشنی کی طاقت والے منش کو ہلاک کر دو۔ یہ میری طرف سے آج کیلئے تمہارا انعام ہے' اس کا خون پی کر اپنی پیاس بجھاؤ اور اس کے شریر کا سارا گوشت چٹ کر جاؤ۔" بوڑھے نے سفید سفید آنکھوں سے مجھے مسلسل تکتے ہوئے نہایت دل ہلا دینے والے انداز میں کہا۔ اور اس کی بات سن کر بڑھیا کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"اوہ۔ اوہ۔ آقا۔ کک کیا آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ منش میرے لئے ہے' میں اس کا خون پی سکتی ہوں' اور اس کا سارا گوشت کھا سکتی ہوں۔" بڑھیا نے بوڑھے کی بات سن کر خوشی سے اچھلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کبولی' جلدی کرو' سمے بیتا جا رہا ہے۔ اس کے ماتھے کی روشنی آہستہ آہستہ تیز ہو رہی ہے' اگر روشنی پوری طرح سے چمک اٹھی تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔" اس نے کہا۔ اس نے اچانک دونوں بازو پھیلا کر انہیں نیم دائرے کی صورت میں حرکت دی اور غائب ہو گیا۔ جبکہ بڑھیا میری جانب انتہائی ندیدہ اور خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔ میں خوف بھرے انداز میں اٹھ کر اس کی جانب دیکھے جا رہا تھا۔ بڑھیا کے وجود میں نہ جانے کیا بات تھی کہ اس کے سامنے آتے ہی میرا سارا وجود خوف سے کانپنے لگا تھا۔ زبان گونگی سی ہو گئی تھی اور دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ بوڑھے کی بات سن کر میرا سارا بدن ایک لمحے میں پسینے پسینے ہو کر رہ گیا تھا۔

"آؤ منش میرے قریب آؤ' آقا نے تحفے کے طور پر تمہیں مجھے بخش دیا ہے' میرے قریب آؤ تاکہ میں تمہاری گردن میں اپنے دانت گاڑ کر تمہارا خون پیوں اور پھر میں تمہارے شریر کا سارا گوشت ہڈیوں سمیت چبا ڈالوں گی' آؤ میرے قریب۔ ایک عرصہ بعد آقا نے مجھے کسی انسان کا خون پینے اور گوشت کھانے کا حکم دیا ہے' ورنہ ہر روز دنیا کی غلاظتیں کھا کھا کر میرا معدہ کمزور ہو کر رہ گیا ہے' آج تمہارا خون پی کر اور گوشت کھا کر میں پھر سے تازہ دم اور توانا ہو جاؤں گی۔" اس نے دونوں بازو پھیلا کر میری جانب بڑھتے ہوئے انتہائی بھیانک پن سے کہا۔ اور میں خوفزدہ ہو کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور گھبراہٹ زدہ انداز میں الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔

"نن' نہیں۔ تت تم ایسا نہیں کر سکتی۔ مم۔ میں۔ میں۔" میرے منہ سے ہکلاہٹ زدہ آواز نکلی اور میں بدستور پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے جا لگا۔ جواب میں اس بڑھیا نے ہولناک قہقہہ لگایا اور اپنی انگلیوں کے ٹیڑھے میڑھے ناخن میری جانب کرتے ہوئے پاؤں گھسیٹتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

"رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔" میں اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر دہشت زدہ انداز میں چلایا۔ مگر وہ بدستور قہقہے لگاتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھی۔

"میں بوکھلاہٹ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے مجھے کوئی چیز مل جائے اور میں اسے اٹھا کر بڑھیا کو دے ماروں' مگر کمرہ بالکل خالی تھا۔ وہاں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی جس سے کہ میں اس بڑھیا پر حملہ کر سکتا' میں نے اپنے جسم پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے اور پھر جیسے ہی میرا ہاتھ ایک جیب میں موجود کسی بھاری اور ابھری ہوئی چیز سے ٹکرایا۔ میرے ذہن میں ہمزاد کا دیا ہوا ہتھیار یاد آ گیا۔ میزائل گن جس میں ہمزاد کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں تباہ کن میزائل تھے جو بڑی بڑی چٹانوں تک کو بھی راکھ کا ڈھیر بنا سکتے تھے' میں نے جلدی سے گن نکال کر ہاتھ میں لے لی اور اس کی نال کا رخ بڑھیا کی جانب کر دیا جو میرے دو

تین فٹ کے فاصلے پر تھی اور مسلسل پاؤں گھسیٹتی ہوئی میری جانب آرہی تھی'

"رک جاؤ بڑھیا۔ ورنہ میں تمہیں سچ مچ ہلاک کر دوں گا۔" میزائل گن ہاتھ میں آتے ہی میرے رگ و پے میں جیسے جان سی پڑ گئی تھی اور میں نے کڑک کر بڑھیا کو حکم دیا۔

"ہلاک۔ تم مجھے یعنی کمبولی کو ہلاک کرو گے اور وہ بھی اس معمولی سے لوہے کے ٹکڑے سے ۔ہا۔ہا۔ ٹھیک ہے لو میں رک گئی مارو مجھے' دیکھوں تمہارے اس معمولی لوہے کے ٹکڑے میں کتنی طاقت ہے۔" بڑھیا نے انتہائی حقارت آمیز انداز میں میرے ہاتھ میں موجود میزائل گن دیکھتے ہوئے رک کر کہا اور میں نے جلدی سے اس کا ٹریگر دبا دیا۔ چھوٹا سا شعلہ گن کی نال سے نکلا اور آن واحد میں بڑھیا کے جسم میں غائب ہو گیا۔ بڑھیا نے چونک کر اپنے سینے کی طرف دیکھا جہاں شعلہ غائب ہوا تھا۔ پھر اس نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"بس یہ معمولی سی چنگاری تھی اس لوہے کے ہتھیار میں۔ ارے میرا۔" ابھی بڑھیا نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک اس کا سارا وجود بری طرح سے لرز اٹھا۔ میں نے اس کے چہرے پر بلا کی گھبراہٹ طاری ہوتے دیکھی اس نے پہلے اپنے سینے کی جانب اور پھر میری جانب دیکھا دوسرے ہی لمحے ایک ہولناک دھماکہ ہوا' اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا سارا وجود کسی غلیظ اور بدبودار کنویں میں گر کر رہ گیا ہو' میرا سارے کا سارا بدن بدبودار اور غلیظ خون کے ساتھ لتھڑ کر رہ گیا تھا۔ اور میرے سامنے سے اچانک بڑھیا کا وجود غائب ہو کر رہ گیا تھا۔ غالباً اسی چھوٹے سے میزائل نے اس بڑھیا کے وجود کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے تھے' جس کے خون اور گوشت کے لوتھڑے اڑ کر ہر طرف پھیل گئے تھے' جن کی زد میں میں بھی آ گیا تھا۔

بدبودار خون اور گوشت سے لتھڑے ہوئے جسم کو دیکھ کر مجھے ابکائیاں آنے لگیں' تعفن سے میرے دماغ کی شریانیں پھٹنے لگی تھیں' میں پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مگر کمرہ چاروں طرف سے بند تھا۔ اندر اور باہر جانے کا وہاں کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ہوا کیلئے وہاں معمولی سا بھی سوراخ موجود نہ تھا۔ چاروں دیواروں پر ایک ایک پتھر کا انسانی ہاتھ تھا جس میں سیاہ آگ کی مشعلیں جل رہی تھیں' مجھے اور کچھ نہ سوجا میں نے میزائل گن سے سامنے دیوار میں دو تین فائر کر ڈالے' اور خود جلدی سے زمین پر گر کر اپنے دونوں کانوں پر زور سے ہاتھ رکھ لئے۔ یکے بعد دیگرے تین دھماکے ہوئے اور مجھ پر پتھروں اور مٹی کی بارش ہونے لگی' میں کئی لمحوں تک اسی طرح وہاں پڑا رہا۔ پھر میں اٹھا تو سامنے دیوار میں ایک بہت بڑا تاریک سوراخ دکھائی دیا۔ کمرہ اور سوراخ مٹی اور دھول سے اٹا ہوا تھا۔ میں اٹھ کر تیزی سے اس سوراخ کی جانب بڑھا۔ تو اچانک ایک کڑکدار آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے میرے سامنے ایک دیوہیکل اور خوفناک مخلوق آن موجود ہوئی۔ اس مخلوق کا جسم مکڑے کی طرح تھا مگر اس کا چہرہ ایک انسان کا تھا جس کے لمبے اور نوکیلے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس کی ٹانگیں بے حد لمبی تھیں اور اس کا قد کاٹھ کسی بھی طرح چھ سات فٹ سے کم نہ تھا۔ اسے دیکھ کر میرے قدم ٹھٹھک گئے۔

"کہاں جا رہے ہو تم نے کمبولی کو مار دیا ہے پاپی منش اب بھاگ کر کہاں جا رہے ہو۔ کمبولی کو مار کر تم نے پاتال کی سیاہ بلاؤں کو بیدار کر دیا ہے' اب تمہارا یہاں سے زندہ بچ کر جانا ناممکن ہے۔" اس مکڑے کے انسانی منہ سے آواز نکلی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس پر بھی ایک فائر جھونک مارا چنگاری سیدھی اس کے منہ میں اترتی چلی گئی' اس سے پہلے کہ وہ پاؤں پھیلا کر مجھے اپنے پیروں میں جکڑنے کی کوشش کرتا ایک دھماکے سے اس کا جسم اِدھر اُدھر بکھرتا چلا گیا' اس کی بے شمار ٹانگیں اچھل کر ہر طرف بکھر گئی تھیں' جنہیں

دیکھ کر میری روح تک لرز کر رہ گئی، اس خوفناک ماحول اور اس قدر تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں جلد سے جلد اس شیطانی ماحول سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ اس لئے انسانی مکڑے کو مارتے ہی میں اچھل کر پھر دیوار کے سوراخ کی جانب دوڑ پڑا۔ سامنے اندھیرا تھا۔ نہ جانے وہ کیسا راستہ تھا۔ اور کس طرف کو جاتا تھا میں اندھا دھند ناک کی سیدھ میں بھاگا چلا جا رہا تھا۔ خیر گزری کہ راستے میں نہ ہی کوئی موڑ آیا اور نہ ہی میں کسی دیوار سے ٹکرایا۔ کافی دیر مسلسل بھاگتے رہنے کے بعد میرا سانس پھول گیا تھا۔ راستہ شیطانی آنت کی طرح لمبا ہوتا جا رہا تھا۔ کسی طرح اس کا اختتام ہی نہیں ہو رہا تھا۔ ہر طرف اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں مسلسل بھاگتا رہا۔ مگر جب راستے نے کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیا تو میں رک گیا اور رک کر بری طرح سے ہانپنے لگا۔ میزائل گن بدستور میرے ہاتھ میں تھی، میں پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں اس اندھیرے سے نکلوں تو کیسے، اور یہ کہ اس راستے کا اختتام کب اور کہاں ہو گا۔ میں سوچتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر گن کا رخ سامنے کی جانب کر کے ایک فائر جھونک مارا۔ سرخ شعلہ انتہائی سرعت سے سامنے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ راکٹ سامنے جا کر کسی چیز سے ٹکرائے گا، دھماکہ اور روشنی ہو گی اور مجھے کسی حد تک راستے کا تعین ہو جائے گا مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سرخ شعلہ سامنے جا کر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا، کئی لمحے گزر گئے، مگر نہ ہی روشنی ہوئی اور نہ کسی دھماکے کی آواز سنائی دی، میں نے سامنے ایک اور ننھا میزائل مارا مگر کئی لمحے گزرنے کے باوجود بھی کوئی آواز نہ آئی تب میں نے کسی خیال کے تحت دائیں طرف ایک فائر کیا مگر اس طرف سے سرخ چنگاری نہ جانے کہاں غائب ہو گئی، پھر میں نے بائیں اور اس طرح مڑ کر پیچھے فائر کیا مگر ان فائروں کا بھی پہلے کی طرح کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا اور میں اپنی جگہ پر

ششدر رہ گیا۔

"کیا مطلب۔ کیا دائیں بائیں، آگے پیچھے دور دور تک کوئی ٹھوس شے موجود نہیں ہے جس سے ٹکرا کر میزائل پھٹ کر دھماکہ کر سکے۔" میرے منہ سے نکلا۔ اور پھر میں جیسے اپنی جگہ ساکت و صامت کھڑا ہو کر رہ گیا تھا۔

میرا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول اور پچک رہا تھا۔ میں ایک جگہ ساکت کھڑا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ میرے چاروں جانب چلائے ہوئے میزائل بے کار گئے تھے' کئی منٹ گزر گئے مگر کسی جانب سے ہلکا سا بھی دھماکا سنائی نہیں دیا تھا۔ اور میرے لئے انتہائی حیرانی کے ساتھ پریشانی کی بات تھی۔ میرے دور نزدیک میرے جانے کا کوئی راستہ تک نہ موجود تھا۔ نہ کوئی دیوار تھی جسے میزائل مار کر توڑ کر دوسری طرف نکل جاتا۔ وہ نہ جانے کیسی انوکھی اور شیطانی دنیا تھی اور میں اس وقت اس دنیا کے ایسے کون سے حصے میں موجود تھا کہ جہاں سے نکلنے کے لئے میری سوچ بھی تقریباً ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

اندھیرے کی دنیا میں میں ابھی تک خطرے میں تھا۔ میزائل گن سے چڑیل بڑھیا اور دوسری بلاؤں کو ہلاک کر کے میں کئی دیواریں توڑتا ہوا یہاں

تک تو آ گیا تھا مگر اب میرے پاس کسی طرف جانے کے لئے نہ کوئی راستہ تھا اور نہ ہی کوئی سوچ۔ مجھے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اندھیرے کی یہی شیطانی دنیا ہی میری مدفون گاہ ہو گی' ہمزاد میرا سایہ جو افریقہ کے اندھے جنگلوں میں خون چوسنے والا زندہ کانٹا لینے گیا ہوا تھا وہ اگر یہاں ہوتا تب بھی میری مدد کرنے سے قاصر رہتا کیونکہ اس نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ سایہ ہونے کے ناطے وہ میرا صرف روشنی کا ساتھی تھا اندھیرے میں میرا اور اس کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو میں اس وقت بالکل بے دست و پا ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے اندر کا وجود بالکل تہہ بالا ہوتا ہوا معلوم ہو رہا تھا اور دل یوں دھڑک کر دھمک رہا تھا جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر آ جائے گا۔ اور پھر اچانک مجھے ایک طرف سے خوفناک چیخیں سنائی دینے لگیں اور میں چونک اٹھا۔

چیخوں کی آواز ایسی تھی جیسے ہزاروں بد روحیں بین کر رہی ہو اور خوفناک آواز میں چلاتی ہوئی میری جانب آ رہی ہوں۔ خوف اور شدید گھبراہٹ کے عالم میں میں ایک بار پھر بھاگ پڑا۔ بھاگتے بھاگتے میں نے پلٹ کر اس طرف ایک فائر جھونک مارا جس طرف سے مجھے چیخوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اندھیرے میں چنگاری پستول سے نکل کر انتہائی سرعت سے اس طرف گئی اور اندھیرے میں غائب ہو گئی دوسرے ہی لمحے ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی' ساتھ ہی ایسی چیخیں سنائی دیں جیسے کسی کا چٹانی وجود پھٹ گیا ہو۔ اس بات کو محسوس کر کے کہ میرے لئے میزائل گن اب بھی کام کا ہے میرے حوصلے پھر سے جوان ہو گئے' میں نے اس طرف مزید دو تین فائر دے مارے' جواباً" دھماکے اور چیخیں سنائی دیں۔ میں بھاگتا رہا اور مڑ مڑ کر میزائل فائر کرتا رہا۔ مگر کب تک' بھاگتے بھاگتے میرے پیر شل ہو گئے اور پھر اچانک جیسے میرا پیر کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ بھاگنے کی وجہ سے میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ ٹھوس چیز سے پیر ٹکراتے ہی میں ایک بار ہوا میں اچھل گیا اور منہ کے بل زمین

پر گر گیا۔ بروقت میرے دونوں ہاتھ آگے نہ آ گئے ہوتے تو میرے چہرے کا قیمہ بھرتہ بن کر رہ جاتا۔ مگر اس طرح گرنے سے بھی مجھے خاصی چوٹ لگی تھی اور میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ اور میزائل گن بھی میرے ہاتھ سے نکل کر نہ جانے کہاں جا گرا تھا۔

چوٹ لگنے اور تکلیف کے باوجود مجھے اپنی گن کی فکر ہوئی اور میں تیزی سے اٹھ کر اس کی تلاش میں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مگر وہ نہ جانے کہاں جا گرا تھا۔ وہاں ہر طرف قبر سے زیادہ تاریکی تھی ایسے میں سیاہ گن میں وہاں سے کیسے تلاش کر سکتا تھا۔

چیخوں کی خوفناک آوازیں لمحہ بہ لمحہ میرے نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ مجھ پر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں گن بھول کر اٹھا اور پھر سامنے کی جانب بھاگنے لگا۔ چند قدم اٹھانے کے بعد میں ایک بار پھر گر پڑا جس کی وجہ وہ چوٹ تھی جو میرے پہلے گرنے کی وجہ سے میرے گھٹنوں پر آئی تھی' میں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر بدروحوں کی آوازیں جیسے آن واحد میں میرے سر پر پہنچ کر رک گئیں اور پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اندھیرے کی بلائیں میرے چاروں طرف پھیل گئی ہوں اور انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا ہو۔ کیونکہ تیز اور خونخوار غراہٹوں کی آواز چاروں طرف سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ خوف کے مارے مجھے اپنا خون رگوں میں جمتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے' اب مجھے مرنے سے خدا کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ خدا کا نام ذہن میں آتے ہی دل و دماغ میں چھایا ہوا غبار جیسے چھٹتا چلا گیا۔ اور میری رگوں میں منجمد خون ایک بار پھر رواں ہو گیا۔ اور میں دل ہی دل میں ایک سورۃ پڑھنے لگا۔ جوں جوں میں سورۃ پڑھ رہا تھا میرا وجود جیسے کاغذ سے بھی زیادہ ہلکا پھلکا ہوتا گیا۔ خوف' دہشت اور پریشانی کافور ہوتی چلی گئی۔ سرشاری کے اس احساس کے ساتھ ہی مجھے جو سورۃ یاد آتی گئی

میں پڑھنے لگا اور پھر یہی سورتیں میری زبان پر آنا شروع ہو گئیں۔ اونچی آواز میں میرا سورتوں کا پڑھنا تھا کہ ہر طرف جیسے چیخوں کا خوفناک طوفان سا آ گیا۔ ان چیخوں میں اس بار دہشت نہیں بلکہ خوف تھا۔ ایسی چیخیں تھیں جیسے زندہ انسانوں پر بے دریغ کوڑے برسائے جا رہے ہوں۔ یا انسانوں کو کسی کند چھریوں سے ذبح کیا جا رہا ہو۔

میں اور زور زور سے سورتیں پڑھنے لگا۔ اور پھر مجھے دہشت زدہ چیخیں دور بھاگتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ چند ہی لمحوں میں چیخیں مدھم ہو گئیں اور ہر طرف ایسا سناٹا ایسا سکوت طاری ہو گیا کہ جیسے اجاڑ اندھیرے اور بیاباں میں میرے اکیلے کے سوا کوئی موجود ہی نہ ہو۔ میں مسلسل سورتوں کا ورد کر رہا تھا اور پھر اچانک ہی مجھے یوں لگا جیسے میرے سر پر کوئی باریک اور نوکیلی چیز چبھ رہی ہو۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا بال جیسی باریک روشنی کی ایک دھار تھی جو میرے سر پر پڑ رہی تھی' روشنی کی اس باریک لکیر کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ پھر میں نے اس لکیر کو پھیلتے دیکھا۔ جی ہاں روشنی اوپر سے جس سوراخ سے نکلتی ہوئی آ رہی تھی وہ سوراخ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جا رہا تھا اور اسی طرح میرے اردگرد روشنی کا ایک ہالہ سا بنتا جا رہا تھا۔ روشنی سفید اور نیلگوں مائل سی تھی جس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجھے پوری طرح اپنے حصار میں لے لیا اور روشنی کا پھیلا ہالہ میرے اردگرد اس طرح پھیل گیا کہ میں اس نیلی روشنی میں نہا کر رہ گیا۔ پھر مجھ پر جیسے پانی کی پھواریں پڑنے لگی۔ اور میں سر سے پیر تک بھیگتا چلا گیا۔ پانی کی پھوار نے میرے چہرے پر خون کی غلاظت چند ہی لمحوں میں دھو ڈالی اور میرا وجود ہلکا پھلکا ہوتا چلا گیا۔ میں سر اٹھائے مسلسل اس سوراخ کو دیکھ رہا تھا جس سے روشنی اور پانی نکل رہا تھا۔

”سکندر“ اچانک مجھے ایک نہایت ملائم اور شیریں آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

"سکندر اپنی آنکھیں موند لو اور اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لو۔ گھبراؤ نہیں ہم نورانی طاقتیں ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچانے نہیں بلکہ تمہیں اندھیری اور شیطانی دنیا سے باہر نکالنے آئی ہیں۔ پانی سے اچھی طرح اپنے چہرے پر لگے غلیظ خون کو دھو ڈالو۔ تاکہ ہم تمہیں شیطانی جگہ سے باہر نکال دیں"۔

اس آواز نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس آواز اور لہجے میں نہ جانے کیا اثر تھا کہ میں نے پانی سے منہ دھونا شروع کر دیا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے مجھے اپنا وجود ہلکا پھلکا سا ہوتا ہوا محسوس ہوا اور پھر جیسے میرے پیر زمین پر سے اٹھنے لگے۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن آواز نے چیخ کر مجھ سے کہا۔

"خبردار سکندر آنکھیں مت کھولنا ورنہ جل کر راکھ ہو جاؤ گے"۔

بات سن کر میں نے اپنی آنکھیں اور زیادہ سختی سے بند کر لیں۔ میرے پیر زمین سے پوری طرح اٹھ گئے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا وجود ہوا کے دوش پر اڑتا چلا جا رہا ہو۔ خود کو اڑتا ہوا پا کر مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ کئی بار جی چاہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھوں کہ میں کہاں اور کیسے اڑ رہا ہوں مگر اس ملائم اور شیریں آواز نے مجھے خبردار کیا تھا کہ اگر میں نے آنکھیں کھولیں تو میں ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔ اس خوف کے باعث میں چاہنے کے باوجود آنکھیں نہ کھول سکا۔ ہوا کے دوش پر اڑتے ہوئے مجھے نہ جانے کتنا وقت بیت گیا تھا۔ پھر میرا سفر شاید ختم ہو گیا تھا کیونکہ اب مجھے اپنا وجود نیچے اترتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ اور پھر واقعی چند لمحوں بعد میرے قدم دوبارہ زمین پر آ لگے۔ ساتھ ہی نورانی طاقت کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"آنکھیں کھول دو سکندر، تمہاری منزل آن پہنچی ہے" میں نے

آنکھیں کھولیں اور خود کو اس اندھیری اور شیطانی دنیا کے بجائے ایک پرانے اور عیسائیوں کے قبرستان میں پا کر حیران رہ گیا۔

شام کے دھندلے سائے پھیل رہے تھے، دھوپ کا دور دور تک کوئی نشان نہ تھا۔ نیلا آسمان سورج کی سمٹتی ہوئی شعاعوں میں اور زیادہ نیلا اور صاف ہو گیا تھا۔ میں عیسائیوں کے جس قبرستان میں کھڑا تھا وہ قبرستان بے حد وسیع و عریض تھا۔ دور دور تک پختہ اور بڑی بڑی قبریں پھیلی ہوئی تھیں، ہر قبر پر ایک صلیب نصب تھی، قبرستان بالکل خاموش اور ویران تھا۔ دور دور تک میرے سوا کوئی شخص نہ تھا یہاں تک کہ مجھے وہاں ایک چھوٹا سا پرندہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں حیرانی سے چاروں طرف نظریں گھما گھما کر دیکھ رہا تھا۔

یہ۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو۔ یہ تو عیسائیوں کا قبرستان ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔ لیکن جواب میں مجھے کوئی آواز نہ سنائی دی نورانی طاقت شاید مجھے اس قبرستان میں پہنچا کر واپس چلی گئی تھیں، میں نے کئی بار ان کو آوازیں دیں لیکن جواب ندارد، میں نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اور پریشانی کے عالم میں سوچنے لگا کہ نورانی کی جن طاقتوں نے میری مدد کی تھی وہ مجھے عیسائیوں کے قبرستان میں پہنچا کر خود کہاں غائب ہو گئی تھیں اور میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہی تھیں۔ میں جس جگہ کھڑا تھا وہاں ایک پختہ اور بڑی قبر تھی جس کی صلیب اوپر سے ٹوٹی ہوئی تھی، قبر کھلی خالی اور اندھی تھی یعنی اس کی کھدائی نہ جانے کتنی گہری تھی کہ زمین نظر ہی نہیں آ رہی تھی، البتہ ایک طرف سے سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں جو اس قبر میں اترتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں، میں حیرانی سے قبر کو دیکھنے لگا۔ میں نے اس میں جھانکنے کی کوشش کی مگر نیچے اندھیرے کے سوا مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔

"سیڑھیوں والی قبر۔ یہ کیسی قبر ہے" میں حیرانی سے بڑبڑایا اسی وقت میری نظر اس قبر کے کتبے پر پڑی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا میں نے غور سے پڑھا

اس پر لکھا ہوا تھا "آتش قبر" نیچے کچھ تفصیل بھی تھی جو کہ کچھ یوں تھی۔

"آتش قبر کی سیڑھیاں اترنے سے پہلے قبر میں سات من لکڑیاں ڈال کر آگ جلانا ہوگی' اس آگ کو اس وقت تک روشن کیا جائے کہ آگ کی تپش سے کتبے اور صلیب تک سرخ ہو جائے اور آگ کے شعلے قبر سے باہر آنے لگیں۔ اس طرح اگر کوئی زندہ مگر بے روح کا انسان جس کے بدن میں خون کی ایک بوند بھی نہ ہو قبر کی سیڑھیاں اتر جائے اور اوپر سے قبر کی سل برابر کر کے قبر بند کر دی جائے اور بے روح کا انسان ایک رات کی دو ساعتیں اس قبر میں گزارے اور اگر وہ زندہ باہر آ جائے تو وہ دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور اور سینکڑوں مخفی قوتوں کا مالک بن جائے گا" ایک ایسی طاقت جس کے سامنے بڑے سے بڑا شیطان اور بڑی سے بڑی شیطانی طاقت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ آتش قبر سے زندگی پانے والا انسان بظاہر تو ایک عام انسان دکھائی دے گا۔ مگر اس کے اندر آگ سے بھی بڑھ کر خوفناک طاقت ہوگی جو ایک لمحے میں اپنے مقابل کو جلا کر بھسم کر سکتا ہے چاہے اس کے سامنے فولادی چٹانیں ہی کیوں نہ ہوں' آگ سے زندگی پانے والا انسان اپنے وجود کی ہیت بھی بدل سکتا ہے' خود کو آگ کا گولہ بن کر فضا میں ہزاروں میل کا سفر ایک لمحے میں طے کر سکتا ہے۔ وزنی سے وزنی چٹانیں اٹھا کر دور دور تک پھینک سکتا ہے۔ سمندر کی گہرائیوں میں جا سکتا ہے۔ زمین کے نیچے انتہائی گہرائی میں مدفون خزانوں کو آسانی سے تلاش کر سکتا ہے۔ اور چاہے تو اپنا وجود دنیا کی نگاہوں سے جب چاہے مخفی رکھ سکتا ہے اور ظاہر ہو سکتا ہے۔ آگ سے زندگی پانے والے انسان کو نہ کبھی بھوک ستاتی ہے اور نہ پیاس۔ اس کے علاوہ اس انسان پر نہ ہی آگ کا اثر ہوتا ہے' نہ زہر کا اور نہ ہی دنیا کو کوئی ہتھیار ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس انسان میں ایسی سینکڑوں طاقتیں موجود ہوتی ہیں جو خود بخود آہستہ آہستہ اس پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اس انسان کے نقصان وہ

صرف اور صرف خون کے وہ سات قطرے ہیں جو اسی کے جسم سے نکلے ہوں اگر کوئی اس انسان کے جسم سے نکلے ہوئے سات قطرے اس کے جسم پر ٹپکا دے تو آتش انسان کی ساری کی ساری طاقتیں ایک لمحے میں ختم ہو کر رہ جائیں گی اور وہ ایک عام انسان بن جائے گا۔ آتش قبر میں اس انسان کو اترنے کی اجازت ہے جس کے قبضے میں اس کا ہمزاد ہو۔ کیونکہ آتش قبر میں اترنے کے لوازمات صرف ایک ہمزاد ہی پورا کر سکتا ہے اگر کوئی دوسرا اس قبر میں اترنے کی کوشش کرے گا تو وہ فوراً جل کر بھسم ہو جائے گا۔ یہ تفصیل پڑھ کر میرے ذہن کے جیسے تمام خانے کھلتے چلے گئے' مجھے یاد آیا کہ ہمزاد نے مجھ سے ایسی ہی قبر میں اترنے کو کہا تھا۔ مگر اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ زندہ بچ کر قبر سے نکلنے والا انسان یعنی میں اس قدر طاقتوں کا مالک بن جاؤں گا۔ قبر کے کتبے پر لکھی ہوئی عبارت مجھے کسی الف لیلوی داستان کا کوئی حصہ معلوم ہو رہا تھا مگر اب تک کے سلسلے میں میری ہمزاد سے تفصیلی بات ہو چکی تھی اور وہ میرے جسم سے خون چوسنے والا زندہ کانٹا لینے کے لئے افریقہ کے گھنے اور اندھے جنگلوں میں جا چکا تھا اور اندھیرے کی شیطانی دنیا سے مجھے جس طرح روشنی یا نورانی طاقتوں نے نکال کر اس جگہ پہنچایا تھا اس لحاظ سے مجھے اس عبارت پر پوری طرح یقین کرنا پڑا۔ دوسرے قادر مطلق بھی شاید یہی چاہتا تھا کہ میں اس مرحلے سے گزر کر مذکورہ طاقتیں حاصل کروں اور بلیک ماسٹر جیسے شیطان کا مقابلہ کروں' ورنہ نورانی طاقتوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ مجھے اس قبر تک ہی لاتیں۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ نورانی طاقتیں مجھے عیسائیوں کے ہی قبرستان میں کیوں لائی تھیں' اس کا ذکر ہمزاد نے مجھ سے نہیں کیا تھا۔ تو کیا جناتی طاقتیں مجھے عیسائیوں کے قبرستان میں موجود اس قبر سے ہی حاصل ہو سکتی تھیں جس کے پاس میں اس وقت موجود تھا۔ میں سوچتا جا رہا تھا۔ اور میں جس قدر سوچ رہا تھا اسی قدر میرا ذہن الجھتا چلا جا رہا تھا۔ آتش قبر میں اترنے کا

میں پہلے ہی ارادہ کر رہا تھا اسی لئے میں نے ہمزاد کو خون چوسنے والا زندہ کانٹا اور روح نکالنے والا کانٹا لانے کی اجازت دے دی تھی مگر قبر کے کتبے پر موجود عبارت پڑھ کر میں نے مصمم ارادہ باندھ لیا کہ میں یہ ساری جناتی طاقتیں ضرور حاصل کروں گا۔ اور آگ کی قبر میں اترنے کے تمام مرحلوں سے گزروں گا۔ کیونکہ اس سلسلے میں قدرت میرے ساتھ تھی۔

میں اس شیطانی اور اندھیری دنیا کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا جس میں اچانک ہی پہنچا دیا گیا تھا۔ ڈیگال وغیرہ کی باتیں اور میرے ساتھ پیش آنے والے وہ واقعات کس قدر عجیب تھے' ان سب کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔ وہ کون سی طاقت تھی' کون آقا تھا جس کا ذکر ڈیگال اندھیرے کے شیطان نے کیا تھا۔ کیا وہ بلیک ماسٹر تھا۔ کیا وہ میری حقیقت جان گیا تھا۔ کیا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں اپنے ہمزاد کو قابو کر چکا ہوں' اور اپنے ہمزاد کے ساتھ مل کر اس کے خاتمے کا منصوبہ بنا چکا ہوں۔ "یقیناً۔ یقیناً شیطانی دنیا میں پہنچانے کا اس کا ہاتھ تھا۔ اس کے علاوہ میرا کوئی دشمن ہو ہی نہیں سکتا۔ بلیک ماسٹر جو کالی طاقتوں کا ایک بہت بڑا سردار تھا۔ جس کے قبضے میں بے شمار شیطانی طاقتیں تھیں جن کی مدد سے وہ بستی کی بستی جلا کر خاکستر کر سکتا تھا۔ یقیناً اس نے ہی مجھے اپنی کالی طاقتوں سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔"

کیپٹن ملہوترا' کرنل پرکاش اور کرنل ورما فوجی ضرور تھے مگر انکے پاس کالی طاقتیں نہیں تھیں جو وہ میرے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھاتے' ہاں یہ ممکن تھا کہ انہوں نے اپنے آقا بلیک ماسٹر کو ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا ہو۔ اور بلیک ماسٹر نے اپنے سفلی علم سے حقیقت کا پتہ چلا کر شیطانی طاقتوں کو میرے پیچھے لگا دیا ہو۔ بہر حال حقیقت کا پتہ ہمزاد کی واپسی پر ہی چل سکتا تھا۔ ویسے اس سے صاف ظاہر تھا کہ بلیک ماسٹر کھل کر میرے مقابلے پر آ گیا تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو میرے لئے سخت خطرے والی بات تھی' اسے اب تک اپنی کالی طاقتوں کی

بھری پیشانی۔ اس کا سر درمیان سے انڈے کے چھلکے کی طرح صاف اور چمکدار تھا البتہ دائیں بائیں شانوں تک جھولتے ہوئے لمبے لمبے سفید بال اس کی ہیبت اور خوفناکی میں بے پناہ اضافہ کر رہے تھے' اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کی لکڑی تھی' سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی لکڑی جس کے سرے پر ایک سانپ کی ہی شکل بنی ہوئی تھی۔

اس خوفناک شکل والے بوڑھے کی آنکھیں گو بے حد چھوٹی چھوٹی تھیں' مگر ان میں بلا کی سرخی اور چمک تھی' یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں دو انگارے دہک رہے ہوں۔ اس خوفناک بوڑھے کے ماتھے پر بھی سرخ رنگ کا ایک عجیب سا نشان چمک رہا تھا۔ اندھیرے میں یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی دو نہیں تین آنکھیں ہوں۔ اس قدر ڈراؤنی شکل والے بوڑھے کو دہیل ہیولے پر ہوا میں معلق دیکھ کر میرا خون خشک ہو گیا۔ اس کی سرخ سرخ انگارہ سی آنکھیں مجھی پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں بالک' مجھے دیکھ کر تیری رگوں میں خون خشک ہو گیا کہ نہیں" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے شیطانی لہجے میں کہا۔

"ک' کون' کون ہو تم" میں نے خوف سے تھوک نگل کر خشک حلق تر کرتے ہوئے ہکلا کر پوچھا۔

"کون ہوں میں۔ تم مجھے نہیں جانتے" اس نے استہزائیہ انداز میں قہقہہ لگایا۔

"نن نہیں۔ مم میں تمہیں نہیں جانتا" میں نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ اس کا قہقہہ اور بلند خوفناک اور تیز ہو گیا اس نے اپنے دائیں طرف دیکھا۔

"دیکھا مہا شکتی۔ سنا تم نے یہ منش کیا کہہ رہا ہے۔ یہ مجھے نہیں

جانتا" اس کے وجود اور وہیل چیئر میں تحریک سی پیدا ہوئی اور اس کے وجود سے اسی طرح کا ایک اور بوڑھا وجود کرسی سمیت نکل کر اس کے دائیں طرف آ نمودار ہوا۔ وہیل چیئر' اور دوسرا وجود بالکل بوڑھے سے مشابہہ تھا یہاں تک کہ اس کے ہاتھ میں بھی ویسے ہی سانپ نما لکڑی تھی اور اس کے بیٹھنے کا انداز بھی پہلے بوڑھے جیسا ہی تھا۔

"ہاں پربھو۔ سن لیا میں نے۔ تعجب ہے۔ یہ منش تمہیں پہچانتا بھی نہیں پرنتو تمہارے ہی خلاف ٹکرانے کا ارادہ کر رہا ہے" دوسرے بوڑھے نے حیرت کا اظہار کیا۔ اس کی بات سن کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔

"نادان ہے' احمق ہے' پاگل ہے جو ہم سے ٹکرانے کا وچار کر رہا ہے۔ بھرشٹ ہو جائے گا۔ بھسم ہو جائے گا۔ کیا ہم سے ٹکرانا اس کے لئے آسان ہو گا ناتھ" پہلے بوڑھے نے اس بار بائیں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے جسم سے ایک اور جسم نکل کر وہیل چیئر سمیت بائیں طرف آ گیا۔ وہ بھی ان بوڑھوں کا ہمشکل تھا جس کے سر منہ میں بال برابر بھی فرق نہ تھا۔ اس کے وجود سے ہمشکل اور تیسرا وجود نکلتے دیکھ کر میں تحیر زدہ رہ گیا تھا۔

"نہیں پربھو۔ خاک کے اس پتلے میں اتنی جرات کہاں جو تمہارا مقابلہ کر پائے۔ آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے اس پاپی منش کو سو بار جنم لینا پڑے گا۔ بلکہ سو جنم لینے کے بعد بھی یہ آپ کا مقابلہ نہیں کر پائے گا" تیسرے بوڑھے نے میری جانب خونخوار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں غور سے ان تینوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ میرا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ کوئی اور نہیں بھارت کی سب سے خطرناک ہستی بلیک ماسٹر ہے۔ وہی بلیک ماسٹر جس کے نام سے پوری دنیا تھر تھراتی ہے۔ اس لئے تو وہ کہہ رہا تھا کہ یہ بالک مجھ سے ٹکرانے چلا ہے اور پھر بھی اسے یعنی مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ اور میں واضح طور پر بلیک ماسٹر کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی میدان عمل میں آیا تھا۔ اس سے ٹکرانے کے لئے میں آتشی قبر میں طاقتیں حاصل کرنے یہاں تک پہنچا تھا۔ اب مجھے سو فیصد یقین ہو گیا کہ ہمزاد کے افریقہ کے جنگلوں میں جانے کے بعد مجھے جن مصائب سے گزرنا پڑا تھا وہ صرف اور صرف اسی بلیک ماسٹر کی لائی ہوتی تھیں۔ مگر اس وقت میرے سامنے وہیل چیئروں پر تین بلیک ماسٹرز تھے' ان میں اصل کوئی بلیک ماسٹر کون تھا دوسرے یہ تینوں ایک دوسرے کو پربھو' مہاشکتی اور ناتھ کہہ کر پکار رہے تھے۔ اگر ان کوئی بلیک ماسٹر نہیں تھا تب یہ تینوں ہمشکل شیطان بوڑھے کون تھے۔

"بالک۔ غور سے سنو" مہاشکتی اور ناتھ کا بھی یہی کہنا ہے کہ تم میرا یعنی پربھو کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم ابھی ناداں بالک ہو ابھی تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ اپنے بڑوں سے ہمیں بھرشٹ کرنے کا وچار مت کرو' اور چلے جاؤ یہاں سے۔ ورنہ یہی مرگھٹ تمہاری آخری آرام گاہ بن جائے گی' دیکھو اپنے چاروں اور (طرف) دیکھو ہمارے آتے ہی اپنی اپنی قبروں سے سارے مردے باہر نکل کر ہماری تعظیم میں جھکے ہوئے ہیں۔ اگر ہم انہیں ایک معمولی سا بھی اشارہ کر دیں تو یہ تمہاری بوٹی بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔ پہلے نمودار ہونے والے بوڑھے پربھو نے میری جانب خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے کہنے پر چونک کر دیکھا۔ واقعی قبرستان کی ساری قبروں کے اندر مردے اٹھے ہوئے تھے اور ایک ہاتھ سینے پر رکھے نہایت مؤدبانہ انداز میں جھکے ہوئے تھے' ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں والے ڈھانچے' کٹے پھٹے خوفناک مردوں کو یوں قبروں سے باہر دیکھ کر میری روح لرز کر رہ گئی۔ قبرستان کی کوئی قبر ایسی نہیں تھی جس کا مردہ نہ اٹھا ہو اور جھک کر اس خبیث بوڑھے کی تعظیم نہ کر رہا ہو۔

"ت۔ تم کون ہو" میں نے بوڑھوں کی جانب دیکھ کر جی کڑا کے پوچھا۔ جواب میں تینوں خوفناک انداز میں قہقہے لگانے لگے۔

"مہا شکتی' ناتھ۔ بتاؤ اسے ہم کون ہیں" پہلے آنے والے بوڑھے
نے اپنے دونوں طرف موجود بوڑھوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔
پربھو۔ شیطانوں کا شیطان ہے۔ کالے دیوتاؤں کا سب سے شکتی شالی
اور بلوان طاقت جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک لمحے کے لئے بھی نہیں
ٹھہر سکتی۔ تین سو سالوں سے زندہ عظیم پربھو جس نے کئی راجوں مہاراجوں اور
بادشاہوں کے ادوار دیکھے ہیں اور ان پر اپنی شکتیوں سے حکومت بھی کی ہے۔
ہندو دھرم کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے اور اس کو پروان چڑھانے
میں پربھو کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آج کا بھارت دیش آج جو کچھ بھی ہے سب
پربھو کی مہربانیوں اور انیک شکتیوں کے بل پر ہے۔ پربھو جسے دنیا مہاشکتی'
پربھو' ناتھ' رگھوناتھ' شیوا' شنکرا اور ایسے سینکڑوں ناموں سے جانتی ہے انہی کا
سب سے بڑا نام بلیک ماسٹر ہے۔ تم بھارت دیش میں ایک خاص مقصد کے لئے
لائے گئے تھے مگر تم نے اپنی موت کے آخری وقتوں میں اپنی پرچھائیں کی طاقت
کو حاصل کر لیا اور اس طاقت کے بل پر تم نے بلیک ماسٹر کے داسوں کو بہت
نقصان پہنچایا اور بھارت دیش کی اڑنے اور زمین پر چلنے والی مشینوں کو بھی تباہ
کر دیا۔ اور اپنی پرچھائیں کے کہنے پر تم بلیک ماسٹر کی ہلاکت کے لئے اگنی قبر میں
بھی اترنے کے لئے تیار ہو گئے' جس کا پتہ بلیک ماسٹر کو پہلے ہی چل گیا۔ تمہیں
سمجھانے کے لئے بلیک ماسٹر نے کالی شکتیوں کو حکم دیا کہ یا تو تمہیں یہاں سے
بھگا دیا جائے یا ہلاک کر دیا جائے' مگر نہ جانے روشنی کی چند طاقتیں تمہاری
سہائتہ کے لئے کہاں سے آگئیں' انہوں نے تمہارے لئے ہماری بہت سی کالی
طاقتوں کو ختم کر دیا۔ پھر تمہیں شیطانی کالی غار میں پھینک دیا گیا۔ اور شیطانوں
کے بڑے پجاری دیگال کو حکم دیا گیا کہ وہ تمہیں ہلاک کر دے مگر وہاں بھی تم
نے اگن چنگاریوں کے دھماکوں سے ان کو شدید نقصان پہنچایا اور وہاں سے نکل
کر تم اگنی قبر میں طاقتیں حاصل کرنے کے لئے عیسائیوں کے اس مرگھٹ میں آ
گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بلیک ماسٹر اس وقت خود تمہارے پاس آئے ہیں۔ ان کی
بات مان لو نادان بالک اور یہاں سے واپس لوٹ جاؤ' ورنہ مرگھٹ کے زندہ
مردے سچ مچ موت بن کر تم پر ٹوٹ پڑیں گے' یہاں تمہاری سہائتہ کے لئے
روشنی کی طاقتیں بھی نہیں آئیں گی اور تمہاری پرچھائیں بھی نہیں کیونکہ وہ تم
سے دور بہت دور گیا ہوا ہے' جب تک وہ لوٹے گا۔ اس وقت تک اس
مرگھٹ کے مردے تمہاری ایک ایک ہڈی بھی چبا چکے ہوں گے۔" مہاشکتی نے
بتایا۔ اور یہ جان کر کہ میرے سامنے اس وقت بھارت اور شیطانوں کی طاقت
بلیک ماسٹر ہی موجود ہے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔
میں یہاں واپس لوٹنے کے لئے نہیں آیا بلیک ماسٹر۔ تم جیسے شیطان اور
گندی طاقتوں کے مالک نے آج تک جو کچھ بھی کیا ہے' اور جس طرح تم نے
مسلمان بھائیوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں ایک ایک بات سے اچھی طرح
واقف ہوں' میں جانتا ہوں کہ تمہارے قبضے میں بے شمار گندی طاقتیں ہیں
جن سے کام لے کر تم کچھ بھی کر سکتے ہو' اور انہی طاقتوں کی وجہ سے اتنے
عرصے سے زندہ بھی ہو۔ مگر اب تم اور تمہاری طاقتوں کا وقت ختم ہونے والا
ہے' میں ایک خدا ایک قرآن اور خدا کے رسولوں کو ماننے والا ہوں' میرے
ساتھ اور میرا مددگار میرا سایہ ہی نہیں میرا خدا بھی ہے' وہی خدا جس کے قبضے
میں میری اور تمہاری جان ہے۔ خدا نے تمہاری ظلم کی رسی خاصی دراز کر
رکھی تھی' مگر اب اسی خدا نے مجھ جیسے حقیر انسان کے ہاتھوں تمہاری رسی کھینچنے
کا حکم دے دیا ہے' میرا خدا قدم قدم پر میرا ساتھ دے رہا ہے' یہی وجہ ہے کہ
تمہارا ملک اور خاص طور پر تمہاری گندی کالی طاقتیں کوشش کے باوجود میرا
کچھ نہیں بگاڑ پائیں۔ الٹا تمہارا اور تمہارے ملک کا نقصان ہی ہوا ہے ناقابل
تلافی نقصان جو اور زیادہ ہو گا۔ میرے ہاتھوں' ہاں بلیک ماسٹر میرے ہاتھوں'
میں خدا کے حکم سے آگ کی قبر میں اترنے والا ہوں ایسی طاقتیں لے کر اس قبر

سے زندہ نکلوں گا کہ تم اور تمہارے ملک کو نیست و نابود کر کے رکھ دوں گا۔ تمہاری تین سو سالہ زندگی کا تین لمحوں میں خاتمہ کر ڈالوں گا میں۔ تم لوگوں نے مجھے جس عذاب اور جس کرب سے گزارا ہے اور تمہارے ملک نے میرے وطن کو جس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اس کا میں تم سے اور تمہارے ملک سے پورا پورا بدلہ لوں گا۔ دنیا والے بھلے میری داستان کو جھوٹ کا پلندہ یا ہوشربا کی نہ یقین آنے والی کہانی سمجھیں مگر میں حقیقت سامنے لا کر تمہارے ملک کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ سکندر کا وعدہ جو جان تو دے سکتا ہے مگر اپنے وعدے سے کبھی منحرف نہیں ہوتا۔ تم لوگوں کی قید میں پہلے میں خوفزدہ اور ڈرا ہوا تھا مگر اب تمہارا پورا ملک اور تم خود مجھ سے ڈرے ہوئے ہو۔ جس کا واضح ثبوت یہی ہے کہ مجھے مٹانے کا ناکام ارادہ لے کر تم خود یہاں موجود ہو۔ تم بلیک ماسٹر ہو' پربھو ہو' مہاشکتی ہو' رگھو ہو' یا ناتھ۔ اپنے وجود کے ہزاروں وجود بھی میرے سامنے لے آؤ' اور اس قبرستان کے مردے ہی کیا۔ پوری دنیا کے قبرستانوں کے مردوں کو بھی میرے سامنے لے آؤ' میں ڈرنے والا نہیں ہوں' میں تم سب کے وجود کا خاتمہ کر دوں گا۔ ہر قیمت پر اور ہر حال میں۔ میں جوش بھرے لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"مہاشکتی" "ناتھ" "پربھو حلق کے بل غرایا۔

"پربھو" دونوں بوڑھوں کے اس کی طرف منہ کر کے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیئے۔ تم نے اس ذشٹ کی باتیں سنیں۔ اس کے لہجے میں کس قدر اہنکار ٹپک رہا ہے۔ یہ پدی' یہ حقیر چوہا ہم سے پربھو سے کس انداز میں بات کر رہا ہے۔ اس کی ایسی جرأت یہ مجال۔ بھسم کر دو اسے' فنا کر دو' تباہ کر دو اور اس کے وجود کے اتنے ٹکڑے کر دو کہ مرنے کے بعد بھی اس کی روح صدیوں تک ہمارے نام سے ہماری طاقتوں سے لرزتی کانپتی رہے۔ اسے مار کر اس کی روح پر قبضہ کر لو اور اسے لے جا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سیاہ اگنی کے کنویں میں قید کر

دو' جہاں یہ ہمیشہ عذاب اور خوفناک تکلیفوں میں مبتلا رہے اور وہاں سے کبھی نہ نکل سکے۔

پربھو نے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا پربھو' اوش ایسا ہی ہو گا۔ آپ دھیرج سے کام لیجئے' چنتا نہ کریں' چنتا آپکی صحت کے لئے اچھی نہیں ہے" دونوں بوڑھوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی ہو گا نہیں ایسا ہی کرو۔ ابھی اور اسی وقت' اس کا زندہ رہنا ہماری برداشت سے باہر ہے۔ اگر ہمارا غصہ بڑھ گیا تو ہم اسے اور بھارت دیش میں جتنے مسلے ہیں ان سب کو نیست و نابود کر کے رکھ دوں گا' ان کی بستیاں اور شہر کے شہر بھسم کر ڈالیں گے ہم۔ ختم کر دو اسے ہمارے سامنے ابھی" وہ اسی بری طرح سے دھاڑا اور میں نے دونوں بوڑھوں کے جسموں میں واضح لرزش دیکھی۔

انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سانپ نما لکڑیوں والا ہاتھ بلند کیا۔ آسمان پر زور دار کڑاکا ہوا۔ بجلی سی چمکی اور میں نے ان کی سانپ نما لکڑیوں کے سروں پر بنے پھنوں کی آنکھیں روشن ہوتے دیکھیں۔ میں دل ہی دل میں آیتیں پڑھنے لگا۔ جس طرح ان آیتوں نے میری شیطانی اور اندھیری دنیا میں مدد کی تھی اسی طرح مجھے یقین تھا کہ جب تک میں سچے دل اور لگن سے آیتوں کا ورد کرتا رہوں گا میرا وہ کچھ نہیں بگاڑ پائیں گے۔

سانپ لکڑیوں کی آنکھیں جیسے ہی روشن ہوئیں ان نے ان لکڑیوں کو اٹھا کر دائیں بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ اچانک لکڑی کے پھنوں کی سرخ آنکھوں سے تیز روشنی کی لکیریں خارج ہونے لگیں۔ اور آڑی ترچھی ہوتی ہوئیں وہ لکیریں ٹوٹ ٹوٹ کر قبرستان میں اور قبروں میں موجود جھکے ہوئے مردوں پر پڑنے لگیں۔ سرخ روشنی جس مردے پر پڑتی' مردہ یکدم سیدھا ہو

جاتا اور اپنا بھاڑ سا منہ کھول کر خوفناک آواز میں چیخنے لگتا۔

"مرگھٹ کے واسو' تمہارے سامنے دھرتی پر ایک پاپی منش کھڑا ہے جو تمہارے جیون داتا کی شان میں گستاخیاں کر رہا ہے۔ پربھو اس پاپی کو جیوت نہیں دیکھنا چاہتے' اسے مرتیوڈنڈ دینا چاہتے ہیں' آگے بڑھو اور اس پاپی کا سروناش کر دو" بوڑھے ناتھ نے خوفناک آواز میں قبروں کے مردوں سے مخاطب ہو کر چیخ کر کہا۔ اور مردے گردنیں گھما گھما کر میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے درخت کی موٹی ٹہنی مضبوطی سے پکڑ لی اور اس پر کلام پاک کا دم کرنے لگا۔ میرے ارد گرد چاروں طرف مردے ہی مردے موجود تھے جو اب اپنی قبروں سے نکل کر میری جانب آ رہے تھے' رات کی چاندنی میں اس قدر مردوں میں میں اکیلا گھرا ہوا تھا۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اول تو اس وقت قبرستان میں ہی موجود نہ ہوتا اگر بالفرض محال موجود بھی ہوتا تو قبروں سے مردوں کو اس طرح نکلتے دیکھ کر یقیناً اپنے ہوش و حواس گم کر بیٹھتا یا اس کا ہارٹ اٹیک ہو جاتا۔ مردوں کو زندوں کی طرح خوفناک اور جارحانہ انداز میں قبروں سے نکلتے دیکھ کر میرا دل بھی ہول کھا رہا تھا مگر مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس وقت میرے اندر بے پناہ جرات اور طاقت سرایت کر گئی تھی۔ اور ساتھ مجھے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ میں وہاں اکیلا نہیں تھا میری مدد کرنے والی خدا کی دی ہوئی طاقتیں بھی میرے ساتھ تھیں۔ جنہوں نے مجھے شیطانوں کی اندھی دنیا سے نکالنے میں مدد دی تھی' میں دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے کو پکڑے نہایت چوکنے انداز میں اپنی طرف آتے ہوئے مردوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو قبروں سے نکل کر سست روی سے چلتے ہوئے اور دونوں ہاتھ پھیلائے میری طرف بڑھ رہے تھے۔

"داسو۔ اس پاپی کے شریر کے اتنے ٹکڑے کرو کہ مرگھٹ کی چیونٹوں کے لئے بھی اس کے ٹکڑے کم پڑ جائیں۔ پربھو کی اچھا پوری کرو' پربھو تمہارے

سہائتہ کریں گے اور تمہیں مرگھٹ میں جیون کا نیا پردھان دیں گے تاکہ تم اس دنیا میں دوسرا جنم لے کر آؤ اور ایک نئی اور طاقت بھری زندگی بسر کر سکو۔ آگے بڑھو۔ بڑھو آگے اور ناش کر دو اس کا" مہاشکتی نامی بوڑھے نے چلا کر کہا۔

مردے میرے ارد گرد جمع ہو گئے تھے اور منہ کھول کر خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے سینہ کوبی کرنے لگے پھر ایک مردہ آگے بڑھا اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ دونوں ہاتھوں سے مجھے دبوچ لینا چاہتا ہو۔ مگر میں اس کے لئے تیار تھا۔ جونہی وہ میرے قریب آیا میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا ہوا ڈنڈا گھما دیا۔ ڈنڈا مردے کے کاندھے پر پڑا۔ جیسے ہی ڈنڈا اس مردے کے کاندھے پر پڑا اس کا شانہ ہاتھ سمیت یوں ٹوٹ کر نیچے جا پڑا ایسے چکنی مٹی کا بنا ہو۔ اس کا بازو ٹوٹ کر زمین پر گرا اور ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا۔ یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی واقعی قدرت بھرپور طریقے سے میری مدد کر رہی تھی' مردے نے اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر نہایت خوفناک انداز میں چیخا۔ اس نے چیختے ہوئے دوسرا ہاتھ گھمایا۔ مگر میں نے جلدی سے ڈنڈا آگے کر دیا۔ اس کا بازو ڈنڈے سے ٹکرایا اور پہلے بازو کی طرح شانے سے اکھڑ کر زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اس پر مردے نے سر اٹھا کر فلک شگاف چیخ ماری اور ٹانگیں اٹھا اٹھا کر مجھے مارنے کی کوشش کرنے لگا میں دائیں بائیں ہو کر اس کے وار سے بچ رہا تھا۔ پھر موقع ملتے ہی میں نے ڈنڈا پوری طاقت سے اس کے سر پر دے مارا۔ ڈنڈا اس کے سر پر پڑا اور اس بار اس کا سارا وجود ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

"اسمبھو' اسمبھو پاپی منش نے مرگھٹ کے داس کو تمہارے اس ساتھی کو مار دیا۔ تم سب مل کر اس پر حملہ کرو' اپنے ساتھی کی موت کا اس سے بدلہ لو۔" پربھو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور سینہ کوبی کرتے اور چیختے

ہوئے مردے یکلخت حرکت میں آگئے اور مجھ پر حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھنے لگے۔ ایک مردے کو مٹی کا ڈھیر بنا کر میری ہمت بڑھ چکی تھی اور میرے اندر ایک نئی تازگی اور نئی امنگ عود کر آئی تھی' جسکی وجہ سے میں ان کا مقابلہ کرنے کیلئے پوری طرح سے تیار تھا اور پھر جیسے ہی ان مردوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں ڈنڈا لے کر ان پر ٹوٹ پڑا۔ میرے بدن میں جیسے برق سی دوڑ رہی تھی اور میں پینترے بدل بدل کر ان پر حملے کر رہا تھا۔ موقع ملتے ہی ڈنڈا کسی نہ کسی مردے کے سر پر مار دیتا اور مردہ ڈنڈا سر پر کھاتے ہی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کا ڈھیر بن کر رہ جاتا۔ میں ان کے حملوں کے انداز کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ بڑھا کر مجھے اپنی گرفت میں لینے یا چھونے کی کوشش کر رہے ہوں' وہ اگر مجھے چھو لیتے یا اپنی گرفت میں لے لیتے تو میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا اس لئے میں ان سے بچنے کیلئے ادھر ادھر چلانگیں لگانے لگا۔ سکول کے زمانے میں میں ایک اچھا اتھلیٹ اور مارشل آرٹس کا ماہر سمجھا جاتا تھا آج وہی مارشل آرٹس اور اتھلیٹ میرے کام آ رہا تھا۔ میں چھلانگ لگا کر ان کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرتا اور کبھی ان کے نیچے سے چکنی مچھلی کی طرح پھسلتا ہوا نکل جاتا۔ ساتھ ساتھ ان پر ڈنڈا برساتا جاتا اور وہ مٹی کے مردے ٹوٹ پھوٹ کر زمین پر گر پڑتا۔ پھر میں نے ایک جگہ رک کر ڈنڈے کو اٹھا کر کسی پنکھے کی طرح گردش دینے لگا۔ میرا یہ انوکھا اور حیرت انگیز انداز خاطر خواہ فائدہ ہوا گھومتا ہوا ڈنڈا مردوں کے سروں پر ان کے جسموں پر پڑنے لگا اور مردے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے گئے 'پربھو' مہاشکتی اور ناتھ تینوں بوڑھے چیخ چیخ کر ان کو حکم دے رہے تھے اور نہایت بے چینی سے ہوا میں اپنی وہیل چیئر کو ادھر ادھر ایک دائرے کی صورت میں گھما رہے تھے' ایک دو بار انہوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سانپ نما لکڑیوں کا رخ میری جانب کر کے آگ کی سرخ لکیریں بھی مجھ پر پھینکنے کی کوشش کی تھی' مگر آگ کی لکیریں مجھ

سے کئی فٹ کے فاصلے پر پہلے یہ بجھ جاتیں۔ جس پر وہ سخت برا نگیختہ ہوئے اور مجھے مارنے کیلئے مردوں پر چیخ چلا کر حکم دینے لگے۔

مسلسل ڈنڈا گھماتے گھماتے میرے ہاتھ شل ہو کر رہ گئے تھے' اب مردے بھی اس خوفناک انداز میں گردش کرتے ہوئے ہتھیار کی جانب سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہے تھے' اور آگے بڑھنے کے بجائے مجھ سے کافی فاصلے پر رک کر قہربار اور بے چین انداز میں میری طرف گھور رہے تھے' ان سے لڑتے لڑتے میں سیڑھیوں والی قبر سے کافی دور ہٹ آیا تھا۔ محتاط اندازے کے مطابق ان مردوں سے لڑتے ہوئے مجھے دو گھنٹے ہو گئے تھے' اس بات سے آپ اندازہ لگا لیں کہ مسلسل ڈنڈا گھماتے ہوئے میرے بازوؤں کا کیا حشر ہو رہا ہو گا اور پھر...... اچانک میرے ہاتھ سے ڈنڈا نکل گیا۔

ڈنڈا میرے ہاتھ سے چھوٹ کر ہوا میں گھومتا ہوا کافی بلندی پر چلا گیا تھا اور پھر وہ اسی طرح گھومتے ہوئے نیچے گرنے لگا۔ جونہی میرے ہاتھ سے ڈنڈا چھوٹا قبروں کے مردوں نے چیختا چلانا موقوف کر دیا اور سر اٹھا کر گرتے ہوئے ڈنڈے کو دیکھنے لگے' اس وقت قبرستان میں موت کا سا سناٹا طاری ہو گیا تھا اور پھر میرے ہاتھ سے نکلنے والا ڈنڈا سیڑھیوں والی کھلی قبر میں گر گیا۔ اس وقت بوڑھے ناتھ' مہاشکتی اور پربھو نے مل کو فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانا شروع کر دیئے۔ اور میں حیرت اور خوف سے منہ کھولے سر اٹھا کر انکی جانب دیکھنے لگا۔

"ختم ہو گیا۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا بھولے ناتھ' آپ تمہیں مرگھٹ کے زندہ مردوں سے کون بچائے گا مار دو اسے ختم کر دو" پربھو نے پہلے مجھ سے اور پھر چیختے ہوئے مردوں کو حکم دیا۔ میرے ہاتھ سے ڈنڈا نکل گیا تھا اور ڈنڈے کے ہاتھ سے نکلتے ہیں جیسے میرے سینے میں دل کی دھڑکن بند ہو گئی رگوں میں گردش کرتا ہوا خون تک منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے مردوں کی جانب دیکھا جو اگر ایک ساتھ بڑھ کر مجھ پر حملہ کرتے تو یقیناً میری تکا بوٹی کر کے

رکھ دیتے، مگر...... وہ سب اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے، ان کا رخ بلاشبہ میری جانب ہی تھا مگر ان کی آنکھوں میں نہ جانے کہاں سے بلا کا خوف بھر آیا تھا۔"

"مردہ داسو! تم خاموش کیوں ہو آگے بڑھو اور اس پاپی منش کے شریر کے ٹکڑے کر ڈالو۔ اس کا جیوت رہنا تمہارے لئے اور تمہارے پربھو کیلئے انتہائی پریشانی کا باعث ہوگا۔ مار دو اس کو جلدی۔" بوڑھا ناتھ حلق کے بل چلایا مگر مردوں میں معمولی سی بھی حرکت پیدا نہ ہوئی، زندہ مردے جیسے ایک بار پھر مردہ ہو چکے تھے، میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے چاروں طرف سے مجھے اس انداز میں گھیر رکھا تھا کہ میرے نکلنے کیلئے وہاں ایک معمولی سا راستہ باقی نہ رہا تھا۔ پربھو، ناتھ اور مہاشکتی غضب ناک انداز میں چلا چلا کر انہیں میری ہلاکت کا حکم دے رہے تھے، مگر مردے بدستور مردے بنے رہے اور پھر...... میں نے ان تمام مردوں کے سر گھومتے دیکھے۔ وہ سب مڑے اور گھوم کر ایک طرف دیکھنے لگے۔ ان کی تقلید میں میں نے بھی نظریں گھمائیں اور چونک پڑا۔

مردے سیڑھیوں والی اس کھلی قبر کی طرف دیکھ رہے تھے جسے روشن کر کے اس میں مجھے ہمزاد کی مدد سے اترنا تھا۔ اس قبر میں میں نے سرخ سرخ روشنی سی دیکھی۔ اس سرخ روشنی کو غالباً بمشکل بوڑھوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔

"اوہ۔ اوہ پربھو۔ پربھو...... یہ کیا ہو گیا یہ تو قبر کی آگ روشن ہو گئی۔ یہ کیسے ہو گیا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" مہاشکتی کے منہ سے خوف بھری آواز نکلی۔

"مرگھٹ کی آگ روشن ہو گئی، کوئی نہیں بچے گا کوئی بھی نہیں بچے گا۔ مارے جائیں گے ہم سب مارے جائیں گے، بھاگو یہاں سے۔" ناتھ نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے وجود کو تیزی سے پربھو نامی بوڑھے کے جسم میں سماتے دیکھا۔ مہاشکتی بھی قبر میں جلتی ہوئی آگ دیکھ کر خوفزدہ ہو کر پربھو کے جسم میں گھس کر غائب ہو گیا۔ بوڑھا پربھو آنکھیں اور منہ پھاڑے انتہائی خوف بھرے انداز میں قبر سے نکلتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہا تھا جو لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز ہوتے جا رہے تھے۔

"ہے رام میری سہائتہ کر۔ میں میں۔" بوڑھا پربھو خوف کی شدت سے چلایا اور دوسرے ہی لمحے اس کی وہیل چیئر کے پہیئے حرکت میں آئے وہ زور زور سے وہیل چیئر کی ہتھی گھمانے لگا اور وہیل چیئر ہوا میں یوں دوڑنے لگی جیسے ہموار سڑک پر دوڑ رہی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ وہاں سے یوں غائب ہو گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ میں حیرت اور خاموشی سے قبر سے نکلتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک جیسے آسمان پر زور سے بجلی چمکی اور خوفناک کڑاکا ہوا، قبر میں جلتی ہوئی لکڑیاں چٹخیں اور میں نے قبر سے ہزاروں شرارے نکل کر فضا میں بلند ہوتے دیکھے۔ ان شراروں کو قبر سے نکلتے دیکھ کر مردوں میں عجیب سراسیمگی اور خوف دوڑ گیا۔ وہ نہایت خوفزدہ انداز میں چیختے چلاتے ہوئے اپنی اپنی قبروں کی جانب دوڑنے لگے۔

قبر میں جیسے اچانک کوئی انار پھوٹ پڑا تھا اچانک آگ چنگاریاں بن کر بلند ہونے لگی اور یہی چنگاریاں نیچے آ کر ان بھاگتے ہوئے مردوں پر گرنے لگیں، چنگاریاں جس مردے پر گرتی اس کے بدن میں یکلخت آگ بھڑک اٹھی اور اس کا وجود خشک لکڑی کی طرح سے جلنے لگتا۔ وہاں کوئی ایسا مردہ نہ تھا جس پر کہ چنگاری نہ گری ہو اور وہ جلنے نہ لگ گیا ہو، قبرستان میں اس وقت آگ کا ایک ہولناک منظر دیکھنے میں آ رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے سینکڑوں زندہ انسانوں کو آگ لگ گئی ہو اور وہ آگ کے شعلے بنے خوف آواز میں چیختے چلاتے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور انہیں کہیں بھی جائے پناہ نہیں مل رہی تھی، میں اپنی جگہ کھڑا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس روح فرسا منظر کو دیکھ رہا

تھا۔ میرے بدن میں تھرتھری دوڑ رہی تھی' خوف کی مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری تھی کہ جیسے میں ابھی گر دوں گا اور پھر کبھی نہ اٹھ سکوں گا۔ آگ میں لپٹے مردے خوفناک انداز میں چلاتے ہوئے گر رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے جل کر کوئلہ بن رہے تھے' ہر طرف آگ کے شعلوں کا خوفناک رقص جاری تھا اور پھر شعلے ساکت ہو گئے' مردے جل کر راکھ ہو گئے' ہر طرف مہیب اور خوفناک خاموشی مسلط ہو کر رہ گئی تھی' اور آگ کے قبرستان میں ایک زندہ انسان میں ہی بچا تھا۔ پربھو عرف بلیک ماسٹر قبر میں آگ روشن ہوتے ہی وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ چاند بدستور اپنے جوبن پر تھا۔ سیڑھیوں والی قبر میں آگ پوری طرح سے بھڑک اٹھی تھی' اس کی دیواریں اور کتبہ صلیب بہت سرخ ہو رہا تھا اور ایسی آواز آ رہی تھی جیسے اس میں ہزاروں من خشک لکڑیاں چیخ رہی ہوں۔ قبرستان میں اس وقت قبر میں بھڑکتی ہوئی آگ کی آواز یا پھر میرے تنفس کی آواز تھی جو مجھے واضح سنائی دے رہی تھی ورنہ ہر طرف سکوت تھا' پراسرار اور خوفناک سکوت اور خاموشی اچانک ...... میرے کندھے پر جیسے کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ میں سہم گیا' اور تیزی سے پلٹا۔

"سکندر۔" مانوس اور میٹھی آواز نے میرے تن بدن میں خوشیوں کی لہریں سی بھر دیں۔ میرے پیچھے میرا سایہ میرا ہمزاد تھا۔ اپنی اس شکل اور اصل روپ میں۔

"تت ...... تم ...... تم آ گئے۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں آ گیا ہوں۔ مگر یہ تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔" اس نے سر ہلا کر حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میں آنکھیں پھاڑے نہ یقین آنے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں جن حالات سے گزرا تھا اس نے میرے سارے احساسات خیالات شل کر کے رکھ دیئے تھے اور ذہن اس بری طرح سے سنسنا رہا تھا کہ ہمزاد کو سامنے پا کر بھی مجھے اپنی بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہمزاد واقعی اس وقت میرے سامنے موجود ہے۔ میرا ساتھی میری وہ انہونی طاقت جس کی وجہ سے مجھے ایک نئی زندگی ملی تھی میں نے اسے ان لمحات میں پایا تھا جب میری زندگی اور موت کے درمیان صرف بہتر گھنٹوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اگر میں تسخیر ہمزاد کے سخت اور خوفناک عمل میں کامیاب نہ ہوا ہوتا تو ابتک الیکٹرک کے چیئر پر مجھے شاک لگا کر کبھی کا ٹھنڈا کر دیا گیا ہوتا اور میری لاش یقیناً کسی گٹر میں پڑی گل سڑ رہی ہوتی۔ اس خیال اور احساس نے میرے بدن میں تھرتھری سی دوڑا دی اور میں بے اختیار ہمزاد کے گلے لگ گیا۔ اس وقت میرا خیال تھا یا احساس کہ ہمزاد ایک سائے کا وجود بھی مجھے ایک زندہ انسان کا سا لگ رہا تھا اور جیسے ہم سچ مچ ہمزاد کے گلے لگا ہوا تھا اور پھر میری آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں' وفور جذبات اور سرشاری کے ایک لطیف احساس کے ساتھ جیسے میں ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر پناہ میں آ گیا تھا۔

"سکندر ...... سکندر کیا ہوا ہے تمہیں ہوش کرو سکندر ...... سکندر۔"

سائے کی آواز مجھے جیسے اندھے کنوئیں سے آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ مجھے پکڑے زور زور سے جھنجھوڑ رہا تھا۔ اور میرے احساسات اور خیالات جیسے پھر سے زندہ ہونے لگے۔

"ہوش کرو سکندر ...... اپنے آپ کو سنبھالو کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

اس نے کہا میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور میں اس کے سامنے رونے لگا۔ سسکیاں لے لے کر اور بلک بلک کر' ہمزاد ہونٹ بھینچے میری جانب متفکرانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا' اس نے مجھے رونے سے نہیں روکا۔ خاموشی سے اور پر خیال نگاہوں سے میری طرف دیکھتا رہا۔

"کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر ...... جانتے ہو تمہارے جانے کے بعد میں کن عذابوں سے گزرا ہوں' میرا ایک ایک لمحہ موت کی آغوش میں

گزرا ہے۔ ہر طرف سے موت کے سایوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ مجھے ...... مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکوں گا اور میرا آخری وقت قریب آگیا ہے' وہ بلیک ماسٹر وہ مجھے مارنے کیلئے یہاں خود آیا تھا۔" میں نے ہمزاد کو روتے ہوئے بتایا اور اس کے جانے کے بعد اپنے ساتھ پیش آنے والے تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ جسے سن کر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"ہونہہ ...... میں افریقہ کے اندھیرے جنگلوں میں تھا اس لئے میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جان سکا۔ لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے تمہاری حفاظت کیلئے جن کو چھوڑا تھا انہوں نے تمہاری پوری پوری مدد کی۔ ورنہ شیطانی اور اندھی دنیا میں جانے وال کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتا واقعی بلیک ماسٹر کو اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ اس سے ٹکرانے کیلئے تم میدان عمل میں نکل چکے ہو' اور اس کی طاقتوں کے خلاف لڑنے کیلئے تم بھی طاقتیں حاصل کرنا چاہتے ہو' اس لئے وہ تمہارے سامنے خود آگیا۔ وہ تمہیں پہلے تو تنگ کرتا رہا' ڈراتا رہا کہ تم یہاں سے بھاگ جاؤ مگر جب اسے معلوم ہوا کہ اسے سچ مچ تم سے خطرہ ہے اس لئے اس نے تمہیں مارنے کیلئے اپنی طاقتیں تمہارے پیچھے لگا دیں۔ مگر جب میری طاقتوں نے اس کی کالی طاقتوں کا راستہ روکا تو اس نے تمہیں شیطانی دنیا میں پھنکوا دیا۔ تمہاری قسمت اچھی تھی سکندر کہ اس وقت تمہارے پاس میری دی ہوئی پستول تھی جس کا تم نے بروقت فائدہ اٹھایا۔ پستول سے نکلنے والی چنگاریوں نے میری طاقتوں کو راستہ دکھایا اور وہ تمہیں وہاں سے نکال کر یہاں لے آئیں۔ اسی قبرستان میں وہ سیڑھیوں والی قبر موجود تھی جس کو آگ لگا کر تمہیں اس میں اتر کر طاقتیں حاصل کرنا تھیں' تم ان طاقتوں کے بارے میں قبر کے کتبے پر موجود تحریر پڑھ ہی چکے ہو۔ بہرحال تم نے کتبے کی تحریر کے مطابق قبر میں سات من لکڑیاں ڈالنا تھیں' یہاں تمہیں

میں بتاتا ہوں کہ قبر میں سات من لکڑیاں تول کر نہیں ڈالنا پڑتی تھیں جونہی قبر میں لکڑیاں وزن کے مطابق پوری ہوتیں ان لکڑیوں میں خود بخود آگ لگ جاتی' اور یہی ہوا تم قبر میں لکڑیاں ڈال چکے ان میں صرف ایک لکڑی کی کسر رہ گئی تھی' یہاں بھی قدرت نے تمہاری مدد کی اور قبر کو جس لکڑی کی ضرورت تھی وہ خود ہی تمہارے ہاتھ سے چھوٹ کر اس قبر میں جاگری اور قبر کی آگ روشن ہو گئی' قبر کی آگ روشن ہوتے ہی بلیک ماسٹر اپنی طاقتوں کو سمیٹ کر یہاں سے بھاگ گیا اور قبرستان کے زندہ مردے چونکہ بلیک ماسٹر کی کالی طاقتوں سے زندہ ہوئے تھے اس لئے آگ سے چنگاریاں نکلیں اور انہوں نے ان مردوں کو جلا کر خاکستر کر کے رکھ دیا کیونکہ اس قبر میں جونہی آگ روشن ہوتی ہے اس کے اردگرد کوئی کالی طاقت رہ ہی نہیں سکتی۔ اگر بلیک ماسٹر کچھ دیر اور رک جاتا تو قبر سے نکلنے والی آگ اسے بھی جلا کر بھسم کر ڈالتی۔ مگر وہ شیطان بہت ہوشیار اور چالاک انسان ہے بروقت یہاں سے نکل گیا اور اس نے اپنی جان بچا لی۔ مگر کب تک اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ اس کا آخری وقت قریب آ چکا ہے اس کی اور اسکی کالی طاقتوں کی موت تمہارے ہی ہاتھوں ہو گی اور ضرور ہو گی۔" ہمزاد کہتا چلا گیا۔ اس کی بتائی ہوئی ساری باتیں میری سمجھ میں آ گئی تھیں' میں غور سے اس کا چہرہ تک رہا تھا۔ اس کی موجودگی میں میں ایک بار پھر تازہ دم ہو گیا تھا اور میرے دل و دماغ میں سارا خوف کافور ہو کر رہ گیا تھا۔

"تم بتاؤ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ میرا مطلب ہے وہ زندہ کانٹا ملا تمہیں" اس کے خاموش ہونے پر میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اگر میں ناکامیاب ہوتا تو تمہارے سامنے کیونکر موجود ہوتا میں نہ صرف خون چوسنے والا کانٹا حاصل کر لایا ہوں بلکہ تمہاری روح کو چاہ لیت میں رکھنے کے لئے بھی تمام تر انتظامات کر آیا ہوں۔ بس اب تم اپنے

ذہن سے سارے خوف اور وسوسے ختم کر ڈالو اور طاقتیں حاصل کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں بالکل تیار ہوں بلیک ماسٹر کو پہلے میں نہیں جانتا تھا مگر اب میں اس کو اور اس کی طاقتوں کو اچھی طرح سے جان گیا ہوں۔ اس سے ٹکرانے کا فیصلہ تو میں بہت پہلے کر چکا تھا مگر اب --- اب وہ ارادہ اور فیصلہ اور مضبوط اور مستحکم ہو چکا ہے۔ ہمزاد دیر مت کرو۔ میں جلد سے جلد ساری طاقتیں حاصل کر کے بلیک ماسٹر سے ٹکرانا چاہتا ہوں' اس جیسے شیطان کا واقعی زیادہ دیر زندہ رہنا پوری انسانیت کیلئے شدید خطرہ ہے' اور میں اسی خطرے کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتا ہوں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو آؤ میرے ساتھ آگ قبر میں پوری طرح سے روشن ہو چکی ہے' وقت بھی بہت ہو گیا ہے' ایسا نہ ہو کہ قبر کی آگ سرد ہونا شروع ہو جائے تو ہمارا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے۔" اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے سر ہلا کر اپنا ہاتھ اس کی ہاتھ میں دے دیا۔

"آنکھیں بند کرو۔" اس نے کہا۔

"نہ کروں تو؟" میں نے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا۔ اس کی موجودگی میں میری مزاح کی حس پھر سے بیدار ہو گئی تھی' ذہن پر چھایا ہوا غبار اور بوجھ ہٹ گیا تھا اور کیوں نہ ہٹتا میری اصل طاقت میرے ساتھ تھی جو مجھے مزید طاقتور کرنے کیلئے لے جا رہا تھا۔ اب جب مجھے کوئی خوف کوئی خطرہ نہ رہا تھا تو میں پریشان یا الجھن زدہ کیونکر رہ سکتا تھا۔

"تب میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں گا اور تمہیں اندھا بنا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" اس نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"شکر ہے تمہارے خوف زدہ چہرے پر ہنسی بھی آئی' ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ خوف کہیں تمہاری جان ہی نہ لے لے۔" اس نے گہری سانس لیتے

ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں جب تک خدا کی مدد اور تمہارا میرے لئے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں مار سکتی۔" میں نے کہا۔

"اگر یہ جانتے تھے تو مجھے دیکھ کر بچوں کی طرح کیوں رو پڑے تھے' تم تو مجھ سے اس طرح گلے شکوے کر رہے تھے جیسے میں تمہارا سایہ نہیں تمہاری محبوبہ تھی جو بچھڑ کر اچانک مل گئی ہو اور تم اس سے رو رو کر کہہ رہے ہو کیوں چلے گئے تھے' کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر۔ اگر تم نے آتے تو میں مر ہی جاتا۔" اس نے منہ بنا کر میری نقل اتارتے ہوئے کہا اور میں جھینپے جھینپے انداز میں ہنسنے لگا۔

"بڑے بے شرم ہو۔ اب ہنس رہے ہو۔" اس نے منہ بنایا۔

"تمہاری حرکتیں اور تمہاری عادتیں ہی محبوباؤں جیسی ہیں ہنسوں نا تو کیا پھر سے رونا شروع کر دوں۔" میں نے اسے گھور کر کہا۔

"ارے ...... نن ...... رونا نہیں۔ اگر اب تم روئے تو میں رونا شروع کر دوں گا۔ روتے روتے تمہاری آنکھیں تو خشک ہو جائیں گی مگر میں رویا تو میری آنکھوں سے اتنے آنسو نکلیں گے کہ یہاں آنسوؤں کا سیلاب آ جائے گا اور اس پورے قبرستان کو اپنے ساتھ بہا لے جاتے گا پھر نہ یہاں آگ رہے گی نہ آگ کی قبر۔ شروع کروں رونا؟" اس نے کہا۔

"ارے باپ رے تم اس قدر آنسو بہاؤ گے ...... نہیں نہیں میرے باپ بلکہ باپ کے بھی باپ میں باز آیا اپنے ارادوں سے تم مت رونا اگر تمہارے آنسوؤں سے یہاں سیلاب آ گیا اور اس سیلاب میں ساری قبریں بہ

لیکن تو میں آگ کی قبر میں اتر کر طاقتیں کیسے کروں گا۔ طاقتیں نہیں حاصل کروں گا تب میں بلیک ماسٹر اور تمہارا مقابلہ کیسے کر پاؤں گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"کیا کیا تم بلیک ماسٹر کے ساتھ میرا بھی مقابلہ کرو گے؟" اس نے پیچھے ہٹ کر مجھے گھورا۔

"ہاں تمہارے دانت توڑ کر تمہاری ناک کھینچ کر لمبی کر دوں گا۔ تمہارے سر کے سارے بال نوچ لوں گا اور تمہارے چہرے کو بگاڑ کر اس قدر تمہیں بھیانک بنا دوں گا کہ کوئی حسین لڑکی تو کیا ایک گدھی بھی تم سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہو گی۔"

"پھر ٹھیک ہے جو گدھی مجھ سے شادی کرنے پر تیار نہ ہو گی اسے میں مجبور کر دوں گا کہ وہ تم سے شادی کر لے۔" اس نے منہ چلاتے ہوئے [illegible] سے کہا اور نہ چاہتے ہوئے بھی میری ہنسی تیز ہو گئی۔

"بس سکندر اب مذاق ختم ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے رات بیتی جا رہی ہے' جلدی سے ہمیں اپنا عمل پورا کر لینا چاہیے ورنہ سچ مچ ہمیں گدھیوں سے ہی شادیاں کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑ جائے۔" اس نے یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور میں بھی سنجیدہ ہو گیا۔ میں نے اس کے کہنے پر آنکھیں موند لیں۔ ہمزاد نے مجھے دھکا دیا' دھکا خاصا شدید تھا میں بمشکل گرتے گرتے بچا۔

"یہ کیا تم نے مجھے دھکا......" میرے الفاظ میرے منہ میں ہی رہ گئے' دھکا لگنے کی وجہ سے میں نے فوراً آنکھیں کھول دی تھیں اور میں اس وقت عیسائیوں کے قبرستان کی بجائے ایک عجیب و غریب گول اور پتھروں کے بنے ہوئے عجیب سے ہال نما کمرے میں موجود تھا۔ ہمزاد کا دھکا دینے کا مقصد میری سمجھ میں آ گیا وہ اپنی طاقت سے مجھے ایک لمحے میں قبرستان سے نکال کر

یہاں لے آیا تھا۔

خاصا وسیع اور دور تک پھیلا ہوا پتھروں سے بنا ہوا عجیب و غریب ہال نما کمرہ بے حد پراسرار دکھائی دے رہا تھا۔ کمرہ چاروں طرف سے مکمل طور پر بند تھا۔ وہاں ہوا کیلئے ایک معمولی سا بھی سوراخ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہاں سانس لینے کیلئے ہر طرف سے تازہ ہوا آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، یہی نہیں کمرہ تیز روشنی سے بھرا ہوا تھا۔ البتہ روشنی کا منبع معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ بس ہر طرف سے جیسے دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی، کمرہ بالکل خالی تھا۔ البتہ کمرے کے وسط میں ایک بڑی سی چٹان کا چبوترا سا بنا تھا جس پر ایک آدمی آسانی سے لیٹ سکتا تھا۔ اس چبوترے نما چٹان کے علاوہ کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" میں نے ہمزاد سے پوچھا جو میرے ساتھ ہی موجود تھا۔

"تمہاری آخری آرام گاہ۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں عزرائیل بن کر تمہاری جان نکالوں گا۔ یعنی یہاں زندہ کانٹا تمہاری گردن میں چھپا دوں گا جو ایک لمحے میں تمہارا خون چوس لے گا۔ پھر میں تمہارے بدن سے تمہاری روح کھینچ لوں گا۔ اور اسے پکڑ کر چاہ زیست میں لے جاؤں گا۔ اگر اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں تمہاری روح نکالتا تو تمہاری روح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی ہوتی۔" اس نے بتایا اور میں سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"ہوں، اب مجھے کیا کرنا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کپڑے اتار کر رمبا سمبھا رقص کرنا ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو یہاں تو کم از کم سنجیدہ ہو جاؤ۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میرے بھائی، میں سنجیدہ، رنجیدہ بلکہ فہمیدہ بن جاتا ہوں تم جا کر اس چبوترے پر لیٹ جاؤ۔" اس نے کہا میں نے استفسارانہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر سر ہلاتا ہوا اس چبوترے کی جانب بڑھ گیا۔ اور اس پر جا کر چت لیٹ گیا۔ ہمزاد آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے چبوترے کے قریب آگیا۔

"سکندر اب عمل کا وقت شروع ہونے والا ہے، اس لئے اب زبان سے ایک لفظ بھی مت نکالنا۔ میں تمہیں ایک اسم اعظم بتاتا ہوں اسے دل میں مسلسل پڑھتے رہو۔" ہمزاد نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا اور اسم اعظم بتا دیا۔

میں دل ہی دل میں اس کے بتائے ہوئے اسم اعظم کا ورد کرنے لگا۔ ہمزاد اونچی آواز میں وہی اسم اعظم پڑھتے ہوئے میرے چبوترے کے ارد گرد چکر لگانے لگا۔ تین چکر مکمل کرنے کے بعد وہ میرے دائیں طرف آکھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کئے دوسرے ہی لمحے اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک تلوار آگئی، چھوٹے پھلوں والی تلواریں جن کے دستے سنہری مائل تھے اس نے وہ تلواریں میرے سینے پر کراس کی شکل میں رکھ دیں۔ اس دوران وہ مسلسل اسم اعظم کا ورد کر رہا تھا۔ اس نے پھر ہاتھ اوپر اٹھائے تو اس مرتبہ اس کے ہاتھوں میں دو چاندی کے چھوٹے چھوٹے مٹکے آگئے جو اس نے میری گردن کے دونوں جانب اس انداز میں رکھ دیئے کہ ان کے پیندے میری گردن سے مس ہو گئے۔

گردن کے قریب چاندی کے مٹکے رکھنے کے بعد اس نے اسم اعظم پڑھتے ہوئے میرے چبوترے کے گرد مزید تین چکر لگائے۔ پھر وہ میرے سرہانے آگیا۔ اس نے اسم اعظم پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں میری آنکھوں پر رکھ دیں۔ اس کی ہتھیلیاں برف سے زیادہ ٹھنڈی تھیں میرا سارا جسم

تھرتھرا کر رہ گیا۔

"سکندر اب اپنی آنکھیں بند رکھنا۔ میں ساتواں چکر چبوترے کے گرد مکمل کر کے افریقہ کا زندہ کانٹا تمہاری گردن میں چبھو دوں گا۔ جو سارا خون چوس کر چاندی کے مٹکے میں ڈال دے گا۔ پھر جیسے ہی تمہارے جسم سے تمہاری روح نکلنے لگے گی میں اسے پکڑ کر چاندی کے دوسرے مٹکے میں ڈال کر چاہ زیست میں لے جاؤں گا۔ اس طرح تمہاری فرضی موت کا عمل پورا ہو جائے گا۔ چاہ زیست سے واپس آ کر میں اپنی طاقت روح تمہارے جسم میں ڈال کر تمہیں پھر سے زندہ کر دوں گا اس کے بعد میں تمہیں آتش قبر کے پاس لے جاؤں گا۔ جہاں تمہیں ایک رات گزارنا ہو گی۔" ہمزاد کے الفاظ میرے دل میں اتر رہے تھے' میں نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ دل ہی دل میں اس کا بتایا ہوا اسم اعظم متواتر پڑھتا رہا۔ پھر اس کی ہتھیلیاں میری آنکھوں سے ہٹ گئیں' اس کی اسم اعظم پڑھنے کی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی' وہ شاید میرے چبوترے کے گرد اپنا ساتواں چکر پورا کر رہا تھا اور پھر...... اچانک جیسے میرے نرخرے میں کوئی لمبی سوئی سی اترتی چلی گئی' شدید تکلیف کے احساس سے میرا پورا وجود لرز گیا۔ اس تکلیف کے باعث میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں' مگر ہمزاد کی ہدایات کے تحت میں نے ایسا کرنے سے خود کو روکے رکھا۔

وہ کانٹا یا کوئی لمبی اور باریک سوئی میرے اندر سے خون چوستی ہوئی معلوم ہو رہی تھی' مجھے اپنی ساری رگوں سے خون سمٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل و دماغ پر شدید نقاہت اور غنودگی سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ کئی بار میرا جی چاہا کہ میں آنکھیں کھول دوں اور تکلیف کی شدت سے چیخنا چلانا شروع کر دوں مگر کوشش کے باوجود میں ایسا نہ کر سکا اور پھر میرے سارے احساسات سارے خیالات اور تکلیف ختم ہونے لگی' ہمزاد کے اسم اعظم پڑھنے کی مجھے مسلسل آواز آ رہی تھی مگر پھر وہ آواز جیسے مجھ سے دور

ہونے لگی دور اور دور بہت دور اور پھر اس کی آواز آنا بند ہو گئی' میرا ذہن شاید سو گیا تھا۔ آخری احساس جو مجھے ہوا تھا وہ یہ تھا جیسے میرے سینے پر رکھی ہوئی دونوں تلواریں فضا میں بلند ہو کر میرے سینے میں گڑ گئی ہوں۔ اس آخری احساس کے ساتھ میرا پورا وجود بری طرح سے پھڑکا تھا اور شاید میری آنکھیں بھی کھل گئی تھیں مگر وہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔ گہرا خاموش اور خوفناک اندھیرا جو پوری طرح مجھ پر مسلط ہو کر رہ گیا۔

"سکندر اٹھو آنکھیں کھولو میں نے تمہاری روح کو چاہ زیست میں پہنچا دیا ہے اور تمہارے جسم میں اپنی روح ڈال دی ہے۔ اٹھو سکندر اور میرے ساتھ آتش قبر تک چلو۔" اچانک میرے سوئے ہوئے ذہن میں ہمزاد کی آواز ٹکرانے لگی اور میں نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ میرے وجود میں کوئی درد' کسی تکلیف کا کوئی احساس تک نہ تھا۔ ذہن ہر قسم کے خیالات سے بالکل عاری تھا۔ میں نے مشینی انداز میں سر اٹھایا میرے سینے میں دونوں تلواریں دستے تک گڑی ہوئی تھیں اور میرے نزدیک ہمزاد موجود تھا جو انتہائی لاغر' نحیف اور کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ برسوں کا بیمار ہو۔ جیسے اس کے جسم سے بھی کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

"اٹھو سکندر میرے ساتھ چلو۔" اس نے نحیف زدہ انداز میں مجھ سے کہا اور اپنا ہاتھ میری جانب بڑھایا۔ میں اس وقت ایک مشینی کھلونا بنا ہوا تھا جو صرف بیٹری سے یا ریموٹ کنٹرول سے چلنا جانتا تھا اور اس میں کوئی جان کوئی احساس نہیں ہوتا۔ میں نے اٹھ کر اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور چبوترے سے اتر کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی ایک دیوار کے قریب آ گیا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اس دیوار پر لگایا۔ دوسرے ہی لمحے وہاں ایک دروازے نما خلا نمودار ہو گیا۔ ہمزاد میرا ہاتھ پکڑے اس خلا سے

گزرتا ہوا باہر لے آیا۔ یہ وہی قبرستان تھا اور وہ نہ جانے کسی قبر سے نکال کر لایا تھا کہ ہم سیدھا اسی قبر کے سامنے باہر آئے تھے جو آگ اگل رہی تھی اس کی دیواریں، صلیب اور کتبہ ہی نہیں اردگرد کی زمین بھی سرخ ہو رہی تھی۔

"جاؤ سکندر اس قبر کی سیڑھیاں اتر جاؤ اور جا کر اس قبر میں لیٹ جاؤ یاد رکھنا میں تمہیں صرف سات بار آواز دوں گا صبح ہونے سے قبل اگر تم میری ساتویں آواز پر قبر سے باہر آ گئے تو تم کامیاب ورنہ تمہارا بے روح کا جسم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی قبر میں جل کر راکھ ہو جائے گا۔" ہمزاد نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں چونکہ کوئی احساس اور کوئی سوچ نہیں رکھتا تھا اس لئے جیسے ہی مجھے اس نے قبر میں جانے کیلئے کہا میں خود بخود مشینی انداز میں آگ اگلتی قبر کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ قبر کی تین اطراف دیواریں تھیں، ایک طرف سے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں، میں سرخ ہوتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں چلتا ہوا قبر کے قریب آ گیا۔ ننگے پاؤں ہونے کے باوجود سرخ اور تپتی ہوئی زمین نے میرے پاؤں نہیں جلائے تھے، یا شاید اس کا مجھے احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ میں نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا سیڑیوں کے قریب آ گیا اور پھر قبر کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ قبر میں سرخ نیلی اور زرد آگ بھڑکی ہوئی تھی، پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس آگ نے پوری طرح مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

میرے اردگرد ہر طرف خوفناک شعلے رقص کر رہے تھے اور آگ نے شاید ایک لمحے میں میرے بدن پر موجود لباس کو جلا کر رکھ دیا تھا۔ میں عاری ذہن لئے سیڑھیاں اترتا رہا اور اس جگہ آ گیا جہاں لکڑیاں پڑی دھڑا دھڑ جل رہی تھیں، اور پھر میں ان لکڑیوں کے ڈھیر پر آ کر لیٹ گیا۔ مجھے وہاں ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک جیسے میرا ذہن جاگنے لگا اور ذہن کے جاگتے ہی لامحالہ ایک اذیت اور تکلیف کی شدت کا ہی احساس تھا آگ میں جلنے کا خوفناک احساس اور شدید تکلیف کی شدت سے میں بری طرح سے چیخنے چلانے لگا۔ میرا

رواں رواں آگ میں جل رہا تھا اور میں تکلیف سے چیختا ہوا لکڑیوں کے ڈھیر پر بری طرح سے ہاتھ پاؤں پٹخنے لگا۔

آج بھی مجھے قبر کی وہ خوفناک رات یاد آتی ہے تو میری روح تک لرز کر رہ جاتی ہے، میں اپنی مرضی سے قبر کی آگ میں جل رہا تھا اور اس آگ میں مجھے کس قدر اذیت اور تکلیف سہنا پڑی تھی یہ میں ہی جانتا تھا آگ جو مجھے مسلسل جلا رہی تھی، میرا گوشت لمحوں میں جل گیا تھا صرف ہڈیاں تھیں جو سوکھی لکڑیوں کی طرح سے جل رہی تھیں، مگر اس کے باوجود بھی میں زندہ تھا۔ وہ ایک رات میرے لئے کس قدر روح فرسا اور خوفناک تھی اور مجھ جیسے گناہ گار کو اگر گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں پھینک دیا جاتا جہاں دنیا کی آگ سے ستر ہزار گنا زیادہ تیز اور سخت آگ تھی، یہاں اگر جسم کے کسی حصے پر معمولی سی چنگاری گر جائے تو سارے کا سارا وجود جیسے سلگ کر رہ جاتا ہے پھر جہنم کی آگ جس میں گناہ گاروں کو سالم اور زندہ پھینکا جائے گا۔ الامان الامان۔ آگ مجھے جلا رہی تھی، وہ وقت میرے لئے انتہائی اذیت انگیز تھا۔ مجھے سچ مچ ہی احساس ہو رہا تھا جیسے میرے گناہوں کی پاداش میں مجھے ہمیشہ کیلئے جہنم میں پھینک دیا گیا ہو۔ جہاں مجھے ہمیشہ جلتے رہنا تھا۔ جہاں مجھے موت بھی نہ آتی۔ میں چیختا رہا تڑپتا رہا۔ نہ جانے کب تک، کتنا وقت کتنے لمحے بیت گئے اس کا مجھے کوئی احساس نہ تھا۔ مجھے تو بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ میری ہڈیاں جل جل کر راکھ ہوتی جا رہی ہیں اور میرا وجود ختم ہوتا جا رہا ہو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

"سکندر...... قبر سے باہر آ جاؤ وقت پورا ہو گیا ہے۔" اچانک ہمزاد کی تیز اور بھاری آواز قبر میں مجھے گونجتی ہوئی محسوس ہوئی اور میں تڑپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت مجھے میرے وجود کا جلتا ہوا جیسے ڈھانچہ کہنا چاہئے تھا۔ ہڈیاں جل کر سیاہ ضرور ہو گئی تھیں مگر ٹوٹ کر گری نہیں تھیں، میں چیختا ہوا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ قبر نہ جانے اس قدر وسیع کیسے ہو گئی تھی، میں جس طرف

جاتا میرا ڈھانچہ کسی دیوار سے ٹکرا جاتا اور میں الٹ کر گر پڑتا۔ ہر طرف شعلے تھے آگ تھی، راستہ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

"سکندر۔" ہمزاد کی مجھے دوسری آواز سنائی دی، میں تیزی سے سامنے کی طرف دوڑا مگر اس طرف موجود دیوار سے ٹکرا کر میں بری طرح سے الٹ کر گر پڑا۔

"سکندر قبر سے باہر آؤ۔" ہمزاد نے مجھے تیسری مرتبہ پکارا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوسری طرف لپکا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس بار میں کسی دیوار سے نہیں ٹکرایا اس جانب سیڑھیاں تھیں، وہی سیڑھیاں جن سے اتر کر میں اس قبر میں داخل ہوا تھا پہلی سیڑھی سے میں الجھ کر گرتے گرتے سنبھلا۔

"ہمزاد، ہمزاد۔" میں حلق کے بل چیخا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

"سکندر۔" ہمزاد کی چوتھی آواز آئی۔ میں تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا گیا مگر اوپر سے شاید قبر بند تھی میری کھوپڑی زور سے سل سے ٹکرائی تھی اور میں کسی بھی طرح اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نتیجہ" سیڑھیوں پر الٹتا ہوا ایک بار پھر لکڑیوں کے ڈھیر پر آ گرا۔

"ہمزاد، مجھے اس جہنم سے نکالو ورنہ میں جل کر بھسم ہو جاؤں گا۔ ہمزاد، ہمزاد۔" میں چیختا ہوا پھر اٹھا اور سیڑھیوں کی جانب دوڑا۔ اس بار میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر لئے تھے تاکہ بند قبر کی سل سے دوبارہ میرا سر نہ ٹکرا جائے اور جیسے ہی میرے ہاتھ سل کو چھوئے میں نے اپنے دونوں پاؤں سیڑھیوں کے دائیں بائیں پھنسا کر سل کو اوپر دھکیلنا شروع کر دیا۔

"سکندر میں تمہارا سایہ تمہیں پانچویں مرتبہ پکار رہا ہوں قبر سے باہر نکلو جلدی وقت گزر گیا تو تم قبر کی آگ میں ہمیشہ کیلئے راکھ بن کر رہ جاؤ گے۔"

"ہمزاد، ہمزاد، میں آ رہا ہوں میری مدد کرو۔ خدا کیلئے میری مدد کرو۔" میں نے اذیت بھرے انداز میں چلاتے ہوئے سل کو پوری قوت سے دھکیلتے ہوئے کہا مگر سل ایک تو بے حد وزنی تھی دوسرے جیسے وہ قبر کے منہ پر جم سی گئی تھی پورا زور لگانے پر بھی اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہل سکی۔ میں اس پر اپنا پورا زور صرف کرتا رہا پھر میں نے اس سے اپنا سر بھی ٹکا دیا اور سر اور ہاتھوں سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس بار میری قوت کام آئی اور مجھے سل اپنی جگہ سے ہلتی ہوئی معلوم ہوئی۔

"ہاں سکندر، شاباش زور لگاؤ۔ اپنی ساری قوت مجتمع کر کے قبر کا ڈھکنا اٹھا دو۔ قبر کا ڈھکن کھل گیا تو تم پھر سے زندہ جاوید ہو جاؤ گے۔ تم دنیا کے انتہائی طاقتور اور ناقابل تسخیر انسان بن جاؤ گے۔" ہمزاد کی پرجوش اور قہرآلود آواز آئی، آگ مسلسل میری ہڈیاں چاٹ رہی تھی اور تکلیف کی شدت میری قوت برداشت سے باہر تھی مگر میں سل پر اپنا پورا زور صرف کر رہا تھا، زور لگانے کے ساتھ ساتھ میں قبر کے ڈھکنے کو زور زور سے دھکے بھی دے رہا تھا۔

"سکندر یہ میری آخری آواز ہے۔ قبر سے باہر آؤ جلدی۔" اس بار ہمزاد حلق کے بل پوری قوت سے دھاڑا تھا اور یہی وہ وقت تھا جب میں نے سل کو زور سے دھکا دیا تو سل اپنی جگہ چھوڑ کر شاید قبر کے دوسری طرف جا گری، جونہی قبر پر سے سل الٹ کر گری اچانک قبر میں جلتی ہوئی آگ بجھ گئی جیسے اچانک آگ پر ہزاروں من پانی ڈال دیا گیا ہو۔ میں تیزی سے قبر سے باہر آ گیا۔ قبر سے نکلتے ہی میں زمین پر گر پڑا۔

"تم جیت گئے۔ سکندر تم کامیاب ہو گئے۔" ہمزاد نے وفور سرشاری سے کہا اور پھر اس نے شاید میرا جلتا ہوا سیاہ ڈھانچہ اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا۔

"بس چند لمحے اور یہ اذیت برداشت کرو سکندر میں تمہیں حیات زیست

میں لے جا کر آب حیات سے غسل دوں گا پھر تمہاری ساری تکلیف اور اذیت ختم ہو جائے گی۔" اس نے مجھے اٹھا کر تیزی سے ایک طرف بھاگتے ہوئے کہا۔

مگر اس وقت میرا ذہن ایک مرتبہ پھر تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ میرے منہ سے اذیت بھری چیخیں دم توڑ رہی تھیں اور میری آنکھوں کے سامنے مسلسل اندھیرا تھا۔ ہمزاد مجھے اٹھائے برق رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ وہ مجھے اٹھا کر کس طرح اور کس طرف دوڑا جا رہا تھا اس کی مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں یہ جانتا تھا کہ وہ زمین پر دوڑ رہا ہے یا ہوا میں۔ پھر اس نے مجھے اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیا اور میرا وجود جیسے عمیق کنوئیں میں گرتا چلا گیا۔ میرا وجود ایک چھپاکے کے ساتھ پانی میں گرتا چلا گیا اور پانی میں گر کر میں جیسے اس کی گہرائی میں اترتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میرا ذہن جاگ گیا اور میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں اس پانی کی گہرائی میں ہونے کے باوجود نہ صرف آسانی سے دیکھ سکتا تھا بلکہ اس میں میں آسانی کے ساتھ سانس بھی لے رہا تھا۔ یعنی پانی میرے ناک اور منہ کے راستے میرے اندر نہیں اتر رہا تھا۔ میں نے اپنے بدن کی طرف دیکھا اور سیاہ جلی ہوئی ہڈیوں کو دیکھ کر میں لرز کر رہ گیا۔ مگر پھر میں نے جب اپنی سیاہ ہڈیوں کا رنگ بدلتے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ نہ صرف میری ہڈیوں کا رنگ بدل رہا تھا بلکہ میرے بدن پر کھال بھی منڈھتی چلی جا رہی تھی، کچھ ہی دیر میں میرے جسم پر پوری طرح سے کھال منڈھ گئی اور میں ایک عام انسان کی طرح بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گوشت پوست کا انسان بن چکا تھا۔ میری آنکھوں میں خوشی کے دیپ جل اٹھے ایک نئی زندگی کی امنگ کے ساتھ، میں حیران ہو ہو کر ہاتھوں سے اپنا بدن چھو چھو کر دیکھنے لگا۔ یہ کیسا پانی تھا جہاں میں نہ صرف آسانی سے دیکھ سکتا تھا، سانس لے سکتا تھا اور اس پانی کی بدولت میری جلی ہوئی ہڈیاں پھر سے ٹھیک ہو گئی تھیں اور سارے بدن پر دوبارہ گوشت امنڈ آیا تھا۔ شاید یہ آب حیات تھا۔ ہاں یہ آب حیات ہی ہو سکتا ہے،

ہمزاد نے مجھ سے کہا تھا کہ آب حیات میں غسل کرنے کے بعد ہی مجھے ایک نئی زندگی ملے گی اور میں پھر سے زندہ ہو جاؤں گا اور اس پانی نے سچ مچ مجھے پھر سے زندہ کر دیا تھا۔

"یاالٰہی تیرا شکر ہے، تیرا ہزار بار شکر ہے جو تو نے مجھے ایک نئی زندگی دی، ورنہ قبر کی اذیتناک آگ نے مجھے جس طرح جلایا تھا مجھے یقین ہی نہیں تھا کہ میں زندہ بچ سکوں گا۔" میں خدا کا شکر بجالانے لگا۔ اگر پانی میں نہ ہوتا تو میں اسی وقت خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا اور نہایت عجز و انکساری سے اس کی دی ہوئی زندگی کی نعمت کا شکر بجالاتا۔

"سکندر۔" اچانک مجھے ہمزاد کی آواز سنائی دی۔ میں تیزی سے پلٹا۔ میرے سامنے پانی میں ہمزاد بھی موجود تھا وہ میری جانب مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اوہ ہمزاد، میں...... میں زندہ ہو گیا۔ یہ...... دیکھو میری سڑی ہوئی ہڈیاں اور گوشت مجھے واپس مل گیا۔" میں نے خوش ہو کر کہا اور ہمزاد نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"ہاں سکندر، یہ سب تمہاری ہمت جرأت اور خدا کی مہربانی کی وجہ سے ہوا ہے۔" اس نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑا کارساز ہے، وہ جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت، میں جن حالات سے گزرا ہوں یہ سب افسانوی یا جناتی باتیں لگتی ہیں۔ مگر اس دنیا میں خدا نے کیا کیا اسرار پوشیدہ کر رکھے ہیں اور وہ یہ اسرار کب اور کس کے سامنے عیاں کر دے یہ کوئی نہیں جانتا، کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی خدا کی ہی قدرت تھی کہ مجھ جیسا انسان اس وقت آب حیات میں ہے اور نہ صرف پانی میں سانس لے سکتا تھا بلکہ آسانی کے ساتھ اپنے ہمزاد سے بات کر سکتا تھا بلکہ اس کی آواز بھی سن سکتا تھا۔"

"آؤ اب باہر چلیں ہمارا عمل پورا ہوگیا ہے تمہیں جو چاہیے تھا وہ سب کچھ تمہیں حاصل ہوگیا ہے۔ تم اس وقت ایک عام انسان سے انتہائی طاقتور اور ناقابل تسخیر انسان بن چکے ہو۔ اب تم بلیک ماسٹر تو کیا اسکے گندے اور شیطان دیوتاؤں سے بھی ٹکرا سکتے ہو۔" ہمزاد نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو چلو میں کون سا ہمیشہ کیلئے اسی جگہ رہنے کا پلان بنائے بیٹھا ہوں۔" میں نے خوش دلی سے کہا اور ہمزاد نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم پانی میں تیزی سے اوپر اٹھنے لگے۔

"خدا نے آب حیات کا راز دنیا والوں سے مخفی کر رکھا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہ مخفی ہی رہے' اب اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ تمہیں بھی یہ بات معلوم نہ ہونے پائے کہ تمہیں کہاں لایا گیا تھا۔" ہمزاد نے مجھے مشورہ دیا اور میں نے خدا کی مصلحت سمجھتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ ہم کافی دیر تک پانی میں سیدھے اوپر اٹھتے رہے تھے جیسے ہی ہم پانی سے باہر آگئے تو تازہ ہوا میں اڑنے لگے۔

"ابھی آنکھیں مت کھولنا۔ ہم اس گمنام وادی سے نکل جائیں تب میں تم سے کہوں تو آنکھیں کھولنا۔" ہمزاد نے کہا اور میں نے سر ہلا دیا۔ پانی سے نکلنے کے بعد مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس بار ہم سیدھا اوپر اٹھنے کی بجائے عمودی پرواز کر رہے ہوں' ٹھنڈی ٹھنڈی فرحت بخش ہوا میرے جسم سے ٹکرا رہی تھی جس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ہماری اڑنے کی رفتار انتہائی تیز ہے۔

"ہم اس وقت آسمان کی وسعتوں میں سفر کر رہے ہیں سکندر اور ہم زمین سے کئی ہزار فٹ اونچائی پر ہیں۔ اگر اس قدر اونچائی سے تمہیں ڈر نہ لگے تو تم اپنی آنکھیں کھول سکتے ہو۔ آب حیات کی مخفی وادی سے ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔" کچھ دیر بعد ہمزاد کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میرا خود کو کسی پرندے کی طرح پرواز کرتے پاکر بلندی پر آکر نیچے دیکھنے کیلئے پہلے ہی

سے دل مچل رہا تھا اس لئے میں نے ہمزاد کی بات سنتے ہی آنکھیں کھول دیں۔

دن کا وقت تھا اور میں ہمزاد کا ہاتھ پکڑے واقعی زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر بادلوں کے درمیان نہایت تیزی سے اڑا چلا جا رہا تھا روئی کی طرح ہلکے پھلکے اور نرم نرم بادلوں میں تیرتے ہوئے مجھے بے حد اچھا لگا۔ نیچے دور بہت دور سینکڑوں چھوٹی چھوٹی عمارتیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں کھیت کھلیان' عمارتیں' دریا' چمکتی ہوئی نہریں' یوں لگ رہا تھا جیسے زمین کا بہت بڑا نقشہ میرے سامنے پھیلا دیا گیا ہو اور میں کسی پرندے کی طرح انتہائی برق رفتاری سے اس کے اوپر سے گزرا چلا جا رہا تھا۔ اس قدر بلندی پر پاکر ایک لمحے کیلئے مجھے واقعی بے پناہ خوف سا محسوس ہوا مگر ہمزاد کی موجودگی میں خوف ایک لمحے میں زائل ہو کر رہ گیا۔ اور میں بڑی دلچسپی سے نیچے اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے روئی جیسے بادلوں کو دیکھنے لگا۔ بادلوں کے اوپر نیلا اور صاف شفاف آسمان کسی نہ ختم ہونے والے سمندر کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اردگرد بلندی پر کئی پرندے بھی تیرتے پھر رہے تھے وہ عجیب سی آوازیں نکالتے ہوئے حیرانی سے گردنیں گھما گھما کر ہماری جانب دیکھ رہے تھے' انہوں نے شاید نہیں یقیناً انسانوں کو اپنی طرح فضا میں اڑتے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔

"ہمزاد نیچے مجھے ننھی منی عمارتیں' کھیت' نہریں اور دریا تو دکھائی دے رہے ہیں مگر انسان کہیں دکھائی نہیں دے رہے' کیا یہ انسانوں کی بستی نہیں ہے۔" میں نے ہمزاد سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"محترم سکندر صاحب ہم اس وقت جس قدر بلندی پر ہیں اس لحاظ سے یہی غنیمت ہے کہ تمہیں چھوٹی چھوٹی عمارتیں دکھائی دے رہی ہیں۔ ہم بلاشبہ انسانی آبادی کے اوپر سے ہی گزر رہے ہیں۔ مگر اس قدر بلندی کی وجہ سے وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہے۔ کیونکہ انسانی کی آنکھ ایک خاص حد تک دیکھ سکتی ہے' اسکی مثال ایک جہاز سے لے لو جب وہ تمہارے عین سر پر سے

گزرتا ہے تو تمہیں کس قدر بڑا دکھائی دیتا ہے' اور جوں جوں تم سے بلند تمہاری نگاہوں کی رینج سے دور ہوتا جاتا ہے چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے' پھر وہ ایک نقطہ سا بن کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نقطہ بھی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"جی ہاں یہی بات ہے۔" اس نے میرے لہجے میں نقل اتاری۔

"تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اتنی بلندی پر پرواز کریں کیا ہم اپنی اڑان نیچی نہیں کر سکتے۔ میرا مطلب ہے ہم اس قدر بلندی پر ہوں کہ انسانوں کو دیکھ سکیں۔" میں نے اس سے خواہش ظاہر کی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا آؤ غوطہ لگائیں اور نیچے چلیں۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔" اس نے کہا اور ساتھ ہی مجھے لئے ہوئے نیچے کی جانب غوطہ لگا لیا۔

"ارے ارے کیا کر رہے ہو' میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ نیچے مت جاؤ۔ اگر ہمیں کسی نے یوں اڑتے ہوئے دیکھ لیا تو۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"لوگوں کے دیکھنے کا اگر اتنا ہی ڈر ہے تو پھر اپنا روپ بدل لو۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کیا کہا روپ بدل لو ہمزاد یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" اس کی بات سن کر میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں روپ بدل لو' کوئی پرندہ بن جاؤ' چڑیا' کوا' کبوتر' باز کچھ بھی۔" اس نے اسی لاپرواہی سے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" میں ابھی تک اسکی باتوں کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے' میں تم سے ایسا کیوں کہہ رہا ہوں۔" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔

"تم تو ایسا کہہ رہے ہو جیسے میں انسان نہیں بلکہ کوئی جن ہوں جو اپنی مرضی سے جب چاہوں جو چاہوں روپ اختیار کر لوں۔"

"اور اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تم واقعی ایک انسان نہیں بلکہ جن ہو تو۔"

"تو میں اسے تمہاری بکواس اور مذاق سمجھوں گا۔ میں انسان ہوں انسان پیدا ہوا ہوں' اور انسان بھلا جن کیسے بن سکتا ہے۔" میں نے برا سا منہ بنا کر اسے جواب دیا۔

"یہ سچ ہے سکندر کہ اب تم ایک انسان نہیں بلکہ ...... جن ہو سچ مچ کا۔" ہمزاد نے ایک ایک لفظ پر رک رک کر کہا اور میں اس کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے مجھے اس کی دماغی حالت پر شک ہو رہا ہو۔

"ہمزاد میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور میں بھی نہیں ہوں۔" اس نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا اور میں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم شاید میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو' یا پھر تمہیں یہ شک ہے کہ کہیں میں اپنی دماغی حالت تو نہیں کھو بیٹھا۔ مگر سکندر یہ سچ ہے کہ تم اب انسان نہیں جن بن چکے ہو ایک آتشی مخلوق۔" اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاؤ از اٹ پاسیبل' یہ کیسے ممکن ہے۔ میں جن کیسے بن سکتا ہوں۔" میں نے سر جھٹک کر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے تمہیں فرضی موت دے کر ایک رات آگ کی قبر میں کیوں رکھا گیا ہے۔" اس نے پھر سوال کیا۔

"شیطانی طاقتوں کے خلاف ایسی طاقتیں حاصل کرنے کیلئے جن سے میں شیطانی طاقتوں کا خاتمہ کر سکوں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"درست اب یہ بتاؤ انسان کس چیز سے بنا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"مٹی سے۔"

"اور جن۔"

"ظاہر ہے آگ سے اور۔" میں کہتے کہتے چونک پڑا' میرے ذہن میں کوندا سا لپکا۔

"ہاں اب تم سمجھے ہو آگ کی قبر میں تمہارا مٹی کا وجود جلا کر خاکستر کر دیا گیا اور تمہیں آگ کی زندگی دی گئی' اس لئے کہ تم انسان سے ایک جن بن جاؤ' ایک طاقتور جن جو کم از کم شیطان نما انسانوں کا مقابلہ تمہارے جسم سے میں نے خون کا ایک ایک قطرہ نکال لیا۔ اس لئے کہ جنوں کی رگوں میں خون نہیں انگارے دوڑتے ہیں۔ تمہاری روح نکال لی گئی اس لئے کہ جنات میں روح غرمردہ ہوتی ہے مگر انسانی روح نہیں آتشی روح۔ تم نے قبر میں جن طاقتوں کے بارے میں پڑھا تھا کیا وہ کسی انسان میں ہو سکتی ہیں۔" ہمزاد تیز تیز مجھے کہتا چلا گیا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی جانب ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگا جیسے اس کے سر پر اچانک سینگ نکل آئے ہوں۔

"مم' مگر یہ کیسے ممکن ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" میں حیرت سے چلایا۔

"یہ ضروری تھا سکندر' بہت ضروری' ورنہ تم ایک ہزار برس بھی کوشش کرتے تو بلیک ماسٹر جیسے شیطان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے' اس کو ہلاک کرنے اور اس کی شیطانی طاقتوں کو ختم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے مقابلے پر کسی جناتی مخلوق کو لایا جاتا۔ تمہیں پہلے یہ بات اس لئے نہیں بتائی گئی کہ تم ڈر نہ جاؤ اور کہیں اپنا ارادہ نہ بدل دو۔ اگر تم مجھے اپنا تابع رکھتے تو میں تمہیں یہ سب باتیں پہلے ہی بتا دیتا مگر تم نے مجھے خود ہی آزاد کر دیا اور میں مجبور ہو گیا کہ میں تمہیں اس راستے پر ڈالوں جو شیطانوں کے خاتمے کی طرف جاتا ہے' آزاد ہوا ہمزاد کبھی لوٹ کر نہیں آتے' مگر مجھے آنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہارے آزاد کرنے کے باوجود بھی آزاد نہیں ہوا تھا۔ ہمزاد کو قبضہ میں لینے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ عمل ہمزاد ختم ہوتے وقت اپنے ہمزاد کے ساتھ ایک معیاد مقرر کرے' چاہے وہ سو سال کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔ مگر تم نے میرے ساتھ کوئی معیاد مقرر نہیں کی اور دوسرے ہی دن مجھے آزاد کر دیا۔ میں ایک لحاظ سے تمہاری غلامی سے آزاد تو ہو گیا تھا مگر ہمزاد پر بھی کچھ پابندیاں فرض ہوتی ہیں کہ اگر اس کا تسخیر کرنے والا اپنا کوئی خاص کام لے کر پہلے دوسرے یا تیسرے دن آزاد کر دے تو وہ ایک خاص مقررہ وقت تک اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑے' اور وہ خاص معینہ وقت کم از کم چالیس دن کا ہوتا ہے' اس لحاظ سے تم مجھے اپنے ساتھ رکھو نہ رکھو مگر مجھے تمہارے ساتھ ہر حال میں چالیس دن تک رہنا ہو گا اور تمہاری ہر خواہش کی بجا آوری میرا اولین فرض ہے' تمہارے لئے کیا اچھا کیا برا ہے' تم سے آزادی حاصل کر لینے کے بعد میں یہ خود فیصلہ کر سکتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے کیونکہ میں تم سے اکثر کہتا تھا ناں کہ مجھ پر بھی بہت سی پابندیاں عائد ہیں کہ میں تمہارے کئی سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا' مگر پھر بھی تمہیں اب ایک خاص بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ میرا وجود ایک لطیف اور پاکیزہ روح کا ہے اور یہ پاکیزہ روح کا رشتہ آسمانی فرشتوں کے ساتھ ہوتا ہے' ہمارا عالم الارواح تک بھی آنا جانا لگا رہتا ہے جہاں سے ہم آنے والے وقت کی خبریں لاتے ہیں اور سکندر ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہیں اس بات پر کامل یقین ہونا چاہئے کہ ہر انسان کی تقدیر پہلے سے لکھی جا چکی ہے' اس کو کتنا رزق ملے گا۔ وہ دنیا میں نیک و بداعمال کرے گا یا کتنا عرصہ زندہ رہے گا۔ اس کائنات کی ہر چیز

حتیٰ کہ ایک معمولی تنکا بھی خدا کے حکم کا محتاج ہے وہ بھی اس کے حکم کے بغیر اپنی جگہ سے ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ جن اور پوری کائنات خدا کی بنائی ہوئی ہے وہ کب اور کس کی ہیت بدل دے یہ کوئی نہیں جانتا۔ دنیا کے ان شیطانوں کو لے لو جو کالا علم کرتے ہیں وہ کالے علم سے دور دور کی خبریں لے آتے ہیں' ہر چیز ایک پل میں اپنے سامنے حاضر کر لیتے ہیں۔ سانپ جو سو سال زندگی گزار کر اپنی جون بدل کر کچھ بھی بن سکتا ہے' کس کی ایما پر اور کس کے حکم سے۔ یہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے' جس طرح ہر فرعون کیلئے کہیں نہ کہیں موسیٰؑ ضرور پیدا ہوتا ہے اس طرح شیطان کی شیطان کاریوں کو ختم کرنے کیلئے خدا اپنے ماننے والوں میں سے کسی ایک کو چن لیتا ہے اور اس کو ایسی قوتیں دے دیتا ہے جس سے وہ شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے اور ان کو ختم کر دے' تمہیں اگر ایک انسان سے جن بنایا گیا ہے تو کیوں۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بلیک ماسٹر جس کے کئی شیطانی روپ ہیں جو انسانوں اور انسانیت کیلئے بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے' خدا اس کا وجود زمین سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دینا چاہتا ہے اور اس کیلئے خاص طور پر تمہیں چنا گیا' کیونکہ تم اور تمہارا خاندان نیک اور انسانیت کا درد رکھنے والا خاندان ہے اور شاید تمہیں معلوم نہیں تمہارے خاندان کا شجرہ نسب حضرت سلیمانؑ سے جا ملتا ہے جو انسانوں کے ہی نہیں جنات کے بھی بادشاہ رہ چکے ہیں۔" ہمزاد بولتا چلا گیا اور اس کی ایک ایک بات میرے دل و دماغ میں اترتی چلی گئی' اس نے جو دلائل دیئے تھے میں اس کے سامنے لاجواب ہو کر رہ گیا تھا اور جب اس نے مجھے بتایا کہ میرے خاندان کا شجرہ نسب حضرت سلیمانؑ سے جا ملتا ہے تو میرے ذہن کی ہر گرہ خود بخود کھلی چلی گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمزاد جب مجھ سے کہتا تھا کہ میری حفاظت پر چند طاقتیں معمور ہیں تو وہ طاقتیں یقیناً حضرت سلیمانؑ کے ان جنات کی ہوں گی جو حضرت سلیمانؑ کو اب بھی مانتے ہیں اور انکے خاندان کی لڑی کے ہر موتی پر اپنا سایہ کئے

ہوئے ہیں۔ میں سوچتا چلا گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ شیطانی دنیا سے مجھے جن نورانی طاقتوں نے نکالا تھا وہ طاقتیں جنات کی تھیں۔" میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

"ہاں ان طاقتوں کا مقابلہ کرنا بلیک ماسٹر اور اسکی کالی طاقتوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ وقتی طور پر شیطانی طاقتوں نے ان کو روک لیا تھا مگر وہ ہر حصار توڑتی ہوئی تم تک پہنچ گئیں اور انہوں نے تمہیں اندھی شیطانی دنیا سے نکال لیا۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں پر خیال انداز میں سر ہلانے لگا۔

"اور جن بنانے کیلئے کیا یہ ضروری تھا کہ مجھے ایک رات آگ کی قبر میں ہی رکھا جاتا۔"

"مٹی کے وجود کو ختم کرنے کیلئے آگ میں جلانا ضروری تھی' تمہارے انسانی وجود کو قبر کی آگ کے پوری طرح سے جلا دیا اور پھر تمہیں آب حیات سے زندگی کا ایک نیا غسل دیا گیا اب تمہارا وجود مٹی کا نہیں آگ کا بنا ہوا ہے۔"

"تو کیا میرا انسانوں سے ہر قسم کا رابطہ اور ملاپ ختم ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے اب جبکہ میں ایک جن بن چکا ہوں تو میرا بھلا کسی انسان سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔" میں نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے' پہلے تم انسان ہو' جن بعد میں بنے ہو۔ تمہارا انسانوں سے کسی قسم کا رابطہ منقطع نہیں ہوا بلکہ اضافی طور پر تمہارا تعلق جنات سے بھی ہو گیا ہے' جس طرح تم اپنی آنکھوں سے انسانی دنیا کو دیکھ سکتے ہو اب تمہاری نگاہوں سے جناتی دنیا بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔ تم چاہو تو ان کا رہن سہن' اطوار طریقے بھی دیکھ سکتے ہو اور ان سے مخاطب بھی ہو سکتے ہو۔"

"جنات مجھے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

"ممکن ہے کیونکہ جس طرح انسانوں میں نیک اور بد لوگ ہوتے ہیں۔ خدا کو ماننے والے اور بتوں کی پوجا کرنے والے اسی طرح جنات میں بھی ایسی ہی قومیں آباد ہیں جو نیک بھی ہیں اور بد بھی' اور ہر برائی کسی نہ کسی طرح نیکی کو ختم کر دینے کے در پے رہتی ہے' یہ الگ بات ہے کہ نیکی مٹتی نہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ برائی کے وجود کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ ایک انسان کو جن بنایا گیا ہے کچھ کو اچھا لگے گا اور کچھ کو برا' جن کو اچھا لگے گا وہ تمہارا ساتھ دیں گے اور جن کو برا لگے گا وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کر سکتے ہیں۔" ہمزاد نے برملا جواب دیا۔

"ہونہہ تو کیا مجھے اب ہمیشہ کیلئے ایک جن بن کر ہی زندگی گزارنا پڑے گی۔ دوبارہ کبھی انسان نہیں بن سکوں گا۔ تم تو جانتے ہو کہ میرے ماں باپ بھی ہیں بہن بھائی بھی اور دوست یار بھی' ان سے میں ایک جن کے روپ میں کس طرح سے مل سکوں گا۔" میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"تم خواہ خواہ پریشان ہو رہے ہو' یہ تم جانتے ہو یا میں کہ تمہاری اصل حقیقت کیا ہے' کسی اور کو کیسے معلوم ہو گا کہ تم انسان نہیں جن ہو' تمہیں صرف جناتی طاقتیں دی گئی ہیں۔ جسم' ہیت اور تمہارا وجود ہمیشہ انسان کا ہی رہے گا۔ وقت کے تقاضے کے تحت تم وقتی طور پر اپنی جون بدلو گے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس نے کہا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اڑتے ہوئے اس سے تقریباً ہر بات کی وضاحت کر لی تھی اس لئے اب میرے ذہن پر کوئی بوجھ کوئی دباؤ باقی نہ رہا تھا۔ ہم مسلسل فضا میں اڑتے جا رہے تھے اور ہم اس قدر نیچے آ گئے تھے کہ مجھے زمین پر انسان چیونٹیوں کی طرح سے رینگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے' سڑکیں' عمارتیں' بازار گلیاں' سڑکوں پر چلتی ہوئی کھلونا نما چھوٹی چھوٹی گاڑیاں بے حد عجیب معلوم ہو رہی تھیں۔

"کیا ہم اب ساری عمر اس طرح جہاز کی طرح اڑتے رہیں گے۔ زمین

پر ان لوگوں کے پاس چلیں۔" میں نے ہمزاد سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"چلو...... لیکن کیا لوگوں کے درمیان اسی حالت میں جاؤ گے۔" اس نے میری جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسی حالت میں کیوں کیا ہوا۔" میں نے چونک کر اپنے بدن کو طرف دیکھا اور بوکھلا کر رہ گیا۔

"ارے باپ رے...... میرے کپڑے۔ کیا میں اتنی دیر سے اسی حالت میں اڑ رہا ہوں۔" میں خود کو قدرتی لباس میں دیکھ کر بری طرح سے بوکھلا گیا۔

"بالکل اسی لئے آسمان پر اڑنے والے پرندے شرما شرما کر اپنی آنکھیں بند کر رہے تھے۔" ہمزاد نے شرارت بھرے لہجے میں منہ کھلا۔

"ہمزاد کے بچے تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں سچ مچ تمہیں جان سے مار دوں گا۔ میرے کپڑے لاؤ۔" میں اس کی طرف دیکھ کر چیخنے کے انداز سے چلایا۔

"غصہ کیوں کر رہے ہو بھائی اب تم خود ایک جن بن چکے ہو ایسی چھوٹی سی خواہش کر کے کیوں مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔"

"کیا مطلب۔"

"یار ایک تو تم ہر بات کا مطلب بہت پوچھتے ہو۔ عقلمند جن صاحب اپنی آنکھیں بند کرو اور خواہش کرو کہ تمہارے بدن پر لباس آ جائے پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔" اس نے ہنس کر کہا۔ میں اسکی جانب چند لمحے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے آنکھیں بند کیں اور دل میں خواہش کی کہ میرے جسم پر لباس آ جائے' پھر میں نے آنکھیں کھولیں تو سچ مچ میرے بدن پر ایک اعلیٰ درجے کا سوٹ تھا۔ میرا پسندیدہ تھری پیس ہلکے نیلے رنگ کا سوٹ اور پاؤں میں چمکتے ہوئے جوتے بھی آ گئے تھے۔

"اوہ' اوہ' یہ لباس یہ جوتے' یہ...... یہ...... ہمزاد' ہمزاد' کیا واقعی

میں اپنے دل میں جو خواہش کروں گا وہ پوری ہوگی۔" میں نے خوشی سے ہکلاتے ہوئے ہمزاد سے پوچھیں۔

"اوش پوری ہوگی بچہ' تمہاری ہر اچھا ضرور پوری ہوگی۔ بس تم خود پر یقین رکھو۔" اس نے پر مزاح لہجے اس کہا اور میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

"اوہ ہمزاد' میں بہت خوش ہوں' بہت زیادہ خوش' تم نے تو سچ مچ میری زندگی ہی بدل کر رکھ دی ہے۔" میں نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا اور دونوں بانہیں پھیلا کر کسی پرندے کی طرح اڑنے لگا۔ ہمزاد نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور میں اب بغیر کسی سہارے کے اڑ رہا تھا' کسی پرندے کی طرح بازو پھیلائے' اوپر نیچے' دائیں بائیں' اور فرط مسرت سے میرے حلق سے قہقہے بلند ہو رہے تھے' ہمزاد ایک جگہ معلق ہو کر میری احمقانہ حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی مسرت کے دیپ جل رہے تھے' مجھے خوش دیکھ کر وہ بھی خوش تھا بے حد خوش۔

سارا دن فضا کی سیر کرنے کے بعد ہم نیچے یعنی زمین پر آ گئے۔ انسانی آبادی کے بجائے ہمزاد مجھے ایک غیر آباد اور انسانی آبادی سے دور ایک ویران علاقے میں لے آیا تھا۔ وہ شاید کوئی جنگل ہی تھا' ہر طرف درخت ہی درخت' اور خودرو جھاڑیاں' کافی آگے درختوں کے بیچ میں بنی ہوئی وہ ایک پرانی سی حویلی تھی' جو انتہائی پرانی ہونے کی وجہ سے سالخوردہ ہو چکی تھی اور اس کے کئی حصے منہدم ہو چکے تھے۔ سامنے کا دروازہ بھی ٹوٹا ہوا تھا' اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں بھی تقریباً ختم ہو چکی تھیں' وہ حویلی سچ مچ بھوتوں کا مسکن معلوم ہوتی تھی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟" میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

"مہاراجہ اننت راج کی وہ خفیہ حویلی جس میں اس نے انگریزوں کے خلاف چھپ کر اور خفیہ طور پر کئی کارروائیاں کی تھیں اور انگریزوں کو بھاری

نقصان پہنچایا تھا۔ تمہارا مقابلہ اصل میں شیطانوں کے شیطان بلیک ماسٹر جیسے انسان سے ہے‘ وہ کس وقت اور کس طرح تمہاری طرف پیش قدمی کر دے اس کا کچھ پتہ نہیں۔ تمہاری وجہ سے انسانی آبادیوں اور انسانوں کو نقصان پہنچے یہ میں نے مناسب نہیں سمجھا اس لئے میں تمہیں یہاں لے آیا ہوں لیکن اگر تم چاہو تو ہم انسانی آبادی میں بھی جا سکتے ہیں۔“ ہمزاد نے جواب دیا۔

”نہیں اگر یہ بات ہے تو واقعی ہمیں فی الوقت انسانی آبادی کا رخ نہیں کرنا چاہئے۔ مگر ہم اس قدر پرانی اور ٹوٹی پھوٹی عمارت میں رہیں گے کس طرح‘ اور یہ تو کوئی جنگل معلوم ہوتا ہے‘ کیا یہاں خطرناک جانور نہیں ہوں گے۔“ میں نے استفسار کیا۔

”ہوں گے نہیں ہیں۔ اس جنگل میں شیر ہاتھی‘ ریچھ اور خطرناک حد تک زہریلے ناگ بھی موجود ہیں۔ مگر ان خطرناک جانوروں کی کیا مجال جو ایک آتش انسان کا کچھ بگاڑ سکے۔ باقی رہی پرانی اور بوسیدہ عمارت والی بات تو بھائی جن صاحب اس کو عالیشان محل یا جدید دنیا کا فائیو کیا سیون سٹار ہوٹل بنانا آپ کے لئے کیا مشکل ہے۔“ اس نے ہنس کر کہا اور جواباً میں بھی ہنس پڑا۔

”خدا کی پناہ کیا زمانہ آگیا ہے‘ ایک تو تم نے ڈاکٹر بننے والے انسان کو جن بنا ڈالا اور اس جدید اور سائنسی دور کے انسان کو الف لیلوی داستان کا ایک حصہ بنا ڈالا اور اب کہہ رہے ہو کہ میں راج مزدوروں والا کام بھی کروں یعنی اس ٹوٹی پھوٹی اور بوسیدہ حویلی کو تعمیر کروں خوب...... بہت خوب۔“

”راج مزدور انسان ہوتے ہیں وہ دن رات ایک کر کے ایک عمارت تعمیر کرتے ہیں اور آپ تو ایک جن ہیں۔ ادھر آپ نے خواہش کی ادھر عمارت تو کیا ایک بڑی سلطنت لمحوں میں تعمیر کر سکتے ہیں۔“

”طنز کر رہے ہو۔“ میں نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ جنات کو بھوک پیاس نہیں لگتی‘ جن کھاتے پیتے نہیں۔“ میں نے پوچھا۔

”کھائے پئے بغیر بھلا کوئی زندہ رہ سکتا ہے جس طرح ایک معمولی چیونٹی رزق کیلئے سرگرداں رہتی ہے اسی طرح جن بھی کھانے پینے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔“ اس نے جواب دیا۔

”ہوں مگر ان کی خوراک کیا ہوتی ہے۔“ میں نے یہ خیالی انداز میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”انسانی خون اور انسانی گوشت۔“ اس نے کہا اور میں اچھل پڑا۔

”کک...... کیا...... کیا مطلب؟“ میں نے بوکھلاہٹ زدہ لہجے میں پوچھا۔

”پھر مطلب یہ آپ کو مطلب پوچھنے کی بیماری چھوٹ نہیں سکتی۔“ وہ جھلا کر بولا۔

”ہونہہ‘ مطلب سے مراد وضاحت ہوتا ہے‘ اگر جن انسانوں کا خون پیتے ہیں اور گوشت کھاتے ہیں تو کیا مجھے بھی یہ سب کچھ کرنا پڑے گا؟“ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

”ایک تو آپ بات بات پر سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے یہ بات یونہی ازراہ مذاق کہی تھی‘ آپ سب سے پہلے انسان ہیں۔ اور انسان ہی پیدا ہوئے ہیں‘ جن بعد میں بنے ہیں اور جن بھی آپ انسانوں جیسی ہی خوراک کھاتے ہیں۔ اپنی بھوک بھی لگتی ہے پیاس بھی۔ بھوک مٹانے کیلئے پھل‘ دودھ‘ گندم‘

سبزیاں وہ بھی آپکی طرح استعمال کرتے ہیں اور پیاس میں پانی پیتے ہیں۔ بس یا اور وضاحت کروں۔"

"نہیں بس کافی ہے لیکن......"

"چلو۔ اب یہ لیکن کہاں سے آگیا۔" اس نے جلا کر کہا۔

"یار مجھے اصل میں بھوک بھی لگ رہی ہے اور پیاس بھی۔ تم مجھے اس جنگل میں اور ویران حویلی تک لے آئے ہو' مجھے نہ ہی یہاں کوئی پھل دار درخت نظر آ رہا ہے اور نہ ہی یہاں پینے کیلئے پانی کا کوئی چشمہ یا تالاب ہے۔" میں نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"تو یوں کہیں ناں اس کے لئے آپ کا یہ خادم جو ہے آپ چٹکی بجائیں' آپکی چٹکی بجنے سے پہلے آپ کے طعام کا انتظام نہ ہو تو کہیے گا۔"

"تو بجاؤں چٹکی۔" میں مسکرایا۔

"بجائیں۔" اس نے کہا اور میں نے چٹکی بجائی۔ اس وقت ہمزاد نے ہوا میں ہاتھ مارا دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا تھال آگیا تھال میں انواع اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے' گرم گرم کھانے جن سے باقاعدہ بھاپ اٹھ رہی تھی۔

"ارے یہ کیسے ہو گیا۔" میرے منہ سے حیرانی کے عالم میں نکلا۔

"ویسے ہی جیسے......" ہمزاد مذاق میں کچھ کہنے لگا تھا مگر اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے میں نے واضح طور پر اسے چونکتے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا۔" اسے چونکتے دیکھ کر میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ...... آپ کھانا کھائیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا ساتھ ہی اس نے اپنا ایک ہاتھ زمین کی طرف کر کے جھٹکا زمین پر ایک تخت پوش آگیا جس پر سفید چادر پڑی ہوئی تھی' اس نے کھانے والا تھال تخت پوش پر رکھ دیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ تم کچھ پریشان بھی لگ رہے ہو۔ خیر تو ہے ناں؟" میں نے اسکی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان سے کھانا کھائیں میں بس ابھی گیا اور ابھی آیا۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"مگر تم کھانا نہیں کھاؤ گے۔"

"میں ایک روح ہوں' مجھے تو بھوک کی طلب ہے نا پیاس کی۔ اس معاملے میں تمہیں خود ہی اپنی مدد کرنا پڑے گی۔" اس نے مسکرا کر کہا اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اس کے غائب ہونے پر پریشان سا ہو گیا۔ چند لمحے اس کا انتظار کیا مگر واقعی بھوک اور پیاس زوروں پر تھی اس لئے میں سر جھٹک کر تخت پوش پر بیٹھ گیا اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔ خوب سیر ہو کر کھانے اور پینے کے بعد میں فارغ ہی ہوا تھا کہ ہمزاد واپس آگیا۔ اس کے لبوں پر ایک عجیب اور پراسرار سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"اس پراسرار مسکراہٹ کا مطلب پوچھ سکتا ہوں میں؟" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ویسے ہی اگر آپ کو میری مسکراہٹ بری لگ رہی ہے تو رونا شروع کر دیتا ہوں۔"

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ گئے کہاں تھے؟" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس ہوٹل والے کا بل ادا کرنے جہاں سے آپکے لئے کھانا لایا تھا۔" اس کا لہجہ شوخی سے بھرپور تھا۔

"ہمزاد' معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے میں نے جاتے وقت تمہیں چونکتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔" میں نے اسکی طرف مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے

کہا۔

"بتاتا ہوں' بتاتا ہوں اتنی جلدی بھی کیا ہے پہلے آپ اندر چلئے کھانے کے بعد قیلولہ کرلینا صحت کے لئے اچھا ہوتا ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا جسے وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔" میں نے اسے وزیدہ نگاہوں سے گھورا۔

"اوہو ایک تو آپ ضد بہت کرتے ہیں۔ بہرحال سنیئے آپ کے حریف بلیک ماسٹر کو آپ کی واپسی کا علم ہو گیا ہے اور اس نے آپ کے دوسرے دشمنوں مثلاً "کیپٹن ملہوترا' کرنل پرکاش اور کرنل ورما کو آپکی راہ پر ڈال دیا ہے' وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ آپکو ہلاک کرنے کیلئے اس جنگل میں آ رہے ہیں۔ میں صرف ان کا انتظام اور یہ دیکھنے گیا تھا کہ وہ آپ سے اس وقت کس قدر دور ہیں۔"

"تو کیا وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن بہرحال وہ اپنی طرف سے پورا انتظام کر کے آ رہے ہیں۔ فوج کی ایک بڑی تعداد' بکتربند گاڑیاں اور دو ٹینکوں کے علاوہ ان کے پاس بھاری اسلحہ ہے' بلیک ماسٹر نے ان کے ذہن میں ڈال دیا ہے کہ آپ تنہا نہیں ہیں' آپ کے ساتھ کئی آتنک وادی یعنی دہشت گرد ہیں جن کو ہلاک کرنے کیلئے انہیں ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہونا چاہیئے۔" ہمزاد نے بتایا۔

"تب ٹھیک ہے تم ایسا کرو مجھے ویسی ہی ایک میزائل گن لا دو جس سے میں نے پہلے ان کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔ اس بار وہ تینوں بلکہ ان کا ایک ساتھی بھی میرے ہاتھ سے بچ کر زندہ سلامت نہیں جائے گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ کو میزائل گن کی اب کیا ضرورت ہے کیوں بھول رہے ہیں کہ اب آپ انسان نہیں ایک جن ہیں اور جن کا مقابلہ کرنا ان جیسے انسانوں کی بات نہیں۔ اور نہ ہی ان کے گولہ بارود میں اتنی طاقت ہے جو آپکے بدن پر معمولی سی خراش بھی ڈال سکے۔"

"پھر بھی ان کو مارنے کیلئے کم از کم میرے پاس کوئی ہتھیار تو ہونا چاہئے ناں۔"

"آپکے ہتھیار آپکے اندر موجودہ طاقتیں ہیں جن کے سامنے بڑی سے بڑی فوج بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ آپ کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ آپ بڑے سے بڑے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ کر ان پر مار سکتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے آپ ان پر آگ کے گولے برسا سکتے ہیں۔ زمین پر پاؤں ماریں تو زلزلہ لا کر ان کی ساری فوج اٹھا سکتے ہیں۔ آپ شاید آتشی قبر کے کتبے پر موجود تحریر کو بھول رہے ہیں سکندر صاحب اب آپ سچ مچ ان طاقتوں کے مالک ہیں۔ وہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" وہ کہہ رہا تھا اور میری نگاہوں کے سامنے قبر کا وہ کتبہ آ گیا جس پر ان طاقتوں کی تفصیل درج تھی جو مجھے آگ کی قبر میں اتر کر حاصل ہونا تھی۔

"اوہ تب پھر پریشانی کس بات کی آنے دو انہیں۔" میں نے سر جھٹک کر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یہی تو میں کہہ رہا تھا۔" ہمزاد نے کہا۔

"وہ یہاں سے کتنا دور ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت دور---- یہاں تک پہنچتے پہنچتے انہیں رات پڑ جائے گی۔"

"تب تو واقعی مجھے کچھ دیر آرام کر ہی لینا چاہیئے۔ تم میرے آرام کا بندوبست کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ابھی لیجئے۔" اس نے کہا اور غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ظاہر ہوا

اور مجھے حویلی میں جانے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے ساتھ ٹوٹے ہوئے دروازے سے گزر کر حویلی میں داخل ہو کر ایک کمرے میں آ گیا۔

کمرہ باہر سے ٹوٹا پھوٹا اور بے حد سالخوردہ تھا مگر میں جونہی کمرے میں داخل ہوا مجھے یوں لگا جیسے میں حقیقتاً کسی فائیو سٹار ہوٹل کے کمرے میں آ گیا ہوں۔ فرش پر ایک دیدہ زیب اور گداز قالین بچھا ہوا تھا۔ عمدہ اور بہترین فرنیچر سے آراستہ کمرے کے ایک کونے میں ایک خوبصورت پلنگ بھی تھا۔ کھڑکیوں پر ریشمی پردے لہرا رہے تھے اور چھت پر ایک قیمتی اور خوبصورت فانوس لٹک رہا تھا جو روشن تھا جسکی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

"بہت خوب کمرے کو تو تم نے بہت اچھا سجایا ہے۔" میں نے کمرے کی سجاوٹ دیکھ کر ہمزاد کی تعریف کی اور وہ مسکرا دیا۔

میں قالین پر قدم رکھتا ہوا پلنگ کے قریب آ گیا اور اس پر جوتوں سمیت دراز ہو گیا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے۔" ہمزاد نے مجھ سے پوچھا۔

"تم باہر نظر رکھو میں کچھ دیر آرام کر لوں' جب وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں تو مجھے جگا لینا۔" میں نے جواب دیا اور وہ سر ہو کر وہاں سے غائب ہو گیا۔

میرے بدن میں سستی اور تھکاوٹ کا نام و نشان بھی نہیں تھا مگر اس کے باوجود میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں کچھ دیر کیلئے سکون کی نیند لے لوں' پلنگ پر بچھے ہوئے نرم بستر پر خود بخود میری آنکھیں بند ہونے لگیں' میں نے اپنے ذہن کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر لیا تھا اس لئے جلد ہی نیند کے بوجھ سے میری پلکیں بھاری ہونے لگیں اور میں سو گیا۔

پھر اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے کا سبب وہ کھٹکا تھا جو اچانک ہوا تھا' میں جلدی سے اٹھ بیٹھا' کمرے میں فانوس کی اچھی خاصی

روشنی ہو رہی تھی۔ میں حیرانی سے سوچنے لگا کہ وہ کھٹکے کی آواز کیسی تھی جس کے سبب میری آنکھ کھلی تھی۔ پھر میں نے سوچا ہو سکتا ہے ہمزاد آیا ہو۔ دشمن فوج اس حویلی کے قریب پہنچ چکی ہو اور وہ مجھے جگانے کیلئے آیا ہو۔ حالانکہ میرے خیال میں ابھی مجھے سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی' اور اگر ہمزاد یہاں آیا ہوتا تو میری ہدایات کے مطابق وہ فوج یہاں پہنچنے پر جگا دیتا۔ یوں خاموشی سے مجھے چھوڑ کر واپس نہ چلا جاتا۔ میں نے اس کو پکارنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک میری نظر سامنے پڑی' سامنے دیوار پر مجھے ایک انسانی ہیولہ سا دکھائی دیا۔ سایہ متحرک تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس دیوار میں سے باہر آ رہا ہو اور پھر وہ دیوار سے باہر آ گیا۔

"کون --- کون ہے؟" میں نے سائے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے [illegible]

"آپ کی داسی۔" سائے سے آواز آئی اور دوسرے ہی لمحے سائے کی ہیئت بدل گئی اور میرے سامنے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی کھڑی تھی' وہ لڑکی تھی یا قیامت میں اسے دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا۔

سرخ و سپید کتابی چہرہ' بلوریں اور بڑی بڑی بادامی آنکھیں' سنہری مائل بال' ستواں ناک گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نازک اور گلابی ہونٹ جس پر ایک دلآویز مسکراہٹ سجی ہوئی تھی' اس کے بدن پر سفید رنگ کا باریک لباس تھا جس میں سے اس کا سنگ مرمر کی طرح کا بدن آئینے کی طرح صاف و شفاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے گلے میں سفید اور بڑے بڑے موتیوں کا ہار تھا اور کلائیوں میں بڑے بڑے چوڑے تھے' اور اس کی عین پیشانی پر سرخ اور زرد رنگ کی ایک بندیا چمک رہی تھی' وہ ہندوؤں کی طرح دونوں ہاتھ جوڑے میری جانب تک رہی تھی' اس حسن کے پیکر کی آنکھوں میں نہ جانے کیسا سحر تھا کہ میں ان میں کھو سا رہ گیا۔ پھر مجھے جیسے ہوش آ گیا۔

"لک ---- کون ہو تم ---- اور یہاں کیا کر رہی ہو؟" میں نے اس کے بدن پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"داسی ہوں مہاراج ---- اور آپکی سیوا کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ کیا آپ مجھے اپنے چرنوں میں شرن (جگہ) دیں گے۔ میں ساری عمر آپ کے چرن (پیر) دھو دھو کر پیوؤں گی۔" اس نے کہا اس کی آواز بے حد ملائم رسیلی اور مترنم تھی' یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آواز میں دور کہیں کسی مندر کی مترنم گھنٹیاں سی بج رہی ہوں۔

"کیا بکواس کرتی ہو کون داسی' میں تمہیں نہیں جانتا کیوں آئی ہو یہاں؟" میں نے اسکی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا پھر اس کے بدن پر عقابی نظر پڑتے ہی ہڑبڑا سا گیا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے پر مہاراج میں تو آپکو جانتی ہوں۔ میں آپکی بیری نہیں' سچ مچ کی داسی ہوں۔ اور آپکے چرنوں میں اپنی سیوا دینے کیلئے آئی ہوں۔ میرا نام کلاوتی ہے' اور میں برسوں سے جنگل کی اس حویلی میں رہ رہی ہوں۔ اس حویلی سے میرا برسوں پرانا ناطہ ہے اور یہاں جو بھی پدھارتا ہے میں اس کیلئے اسی طرح سیوا کرنے حاضر ہو جاتی ہوں۔ حویلی کا مہمان میرے لئے دیوتا سمان ہوتا ہے اور اپنے دیوتا کی سیوا کرنا ہر داسی کیلئے ضروری ہے اور اس پر فرض ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں بلا کی ملائمت تھی۔

"بکو مت میں کسی دیوی دیوتا کو نہیں مانتا۔ میں مسلمان ہوں اور ایک اللہ کو مانتا ہوں جو اس سارے جہان اور کائنات کو بنانے والا ہے۔ جاؤ چلی جاؤ یہاں سے تمہارے وجود سے مجھے شیطان نامراد کی بو آ رہی ہے۔ میں تم جیسی بدکردار عورتوں کا وجود بھی برداشت نہیں کرتا۔ جاؤ یہاں سے۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر سخت لہجے میں کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تم ہندو ہو یا مسلم' عیسائی ہو یا بدھ مت کے پجاری' میرے نزدیک

دھرم جات کا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں تو کیول (صرف) اتنا جانتی ہوں کہ تم اس حویلی کے مہمان ہو اور دیوتا سمان (جیسے) مہمان کی سیوا کرنا میرا اولین فرض ہے۔"

"میں نے کہا ناں کہ مجھے تمہاری مہمان نوازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس تم جاؤ یہاں سے۔" میں نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے مہاراج اگر آپکو میری سیوا کی ضرورت نہیں تو میں چلی جاتی ہوں۔ پرنتو مجھے اتنا اختیار تو دیں کہ میں آپکے چرن چھو سکوں آپکے چرنوں کی دھول اپنی مانگ میں لگا کر دیوتاؤں کے پاس جاؤں اور انہیں بتا سکوں کے آپ نے مجھے سیوا کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اگر میں نے آپ کے چرن نہ چھوئے اور آپکے چرنوں کی دھول اپنی مانگ میں نہ لگائی تو دیوتا میری بات کا کبھی وشواس نہ کریں گے' اور مجھے کڑی مرتیو ڈنڈ دیں گے۔" اس کے لہجے میں بلا کا دکھ اور کرب ابھر آیا تھا اور میں نے اسے قدم قدم آگے بڑھتے دیکھا۔ میں نے جلدی سے اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور گھبرا کر بستر پر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔

"دیکھو کلاوتی ---- یا جو کوئی بھی تم ہو میری بات غور سے سنو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک مسلمان ہوں' اور پیر چھوتے یا مانگ میں پیروں کی دھول لگانے وغیرہ کی رسم و رواج ہندوؤں میں ہوتے ہیں۔ میری بات مانو اور یہاں سے چلی جاؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اور اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو؟" وہ کھلکھلائی۔

"تو میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔ تم نہیں جانتی میں کون ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے غرا کر کہا۔

"کون ہو تم ---- یہی تو میں جاننا چاہتی ہوں۔" اس نے مجھ سے بے خوف ہو کر آنکھیں ملاتے ہوئے کہا۔ مجھے اس کی آنکھوں میں بجلیاں سی چمکتی

ہوئی دکھائی دیں۔ میں چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر مجھے ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں نے جلدی سے اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹالیں اور اسے زور سے پیچھے کی جانب دھکا دے دیا۔

"ہٹ جاؤ میری نگاہوں کے سامنے سے ورنہ سچ مچ جلا کر راکھ کر دوں گا۔" میں نے اسے پرے دھکیلتے ہوئے گرج کر کہا۔ وہ اچانک دھکا لگنے کی وجہ سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور پیچھے ہٹتی ہوئی الٹ کر گر پڑی۔ مگر گرتے ہی وہ جیسے کسی زخمی ناگن کی طرح سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مہاراج۔" اس کے حلق سے ناگن جیسی پھنکار نکلی۔

"دیکھو لڑکی میں جانتا ہوں تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔ میں نے تمہیں ایک سائے سے انسان بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی ---- اپنی خیریت چاہتی ہو تو چلی جاؤ یہاں سے ورنہ ----" میں نے آخری لفظ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا۔

"ورنہ ---- ورنہ کیا مہاراج ---- تم کلاوتی کو دھمکی دے رہے ہو۔" وہ نفرت زدہ لہجے میں پھنکاری' اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں یکلخت شعلے اگلنے لگیں تھی۔

"یہ دھمکی نہیں ---- تمہاری زبان میں اسے چتاونی اور ہمارے لفظوں میں اسے خبردار کرنا کہتے ہیں۔" میں بھی جواباً اس کے انداز میں غرایا۔

"چتاونی۔" وہ اچانک خوفناک آواز میں ہنسی۔

"چتاونی کیا ہوتی ہے مہاراج سکندر ---- اور چتاونی تم مجھے کیا دو گے ---- میں تمہیں چتاونی دیتی ہوں ---- اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو یہاں سے واپس لوٹ جاؤ ---- پربھو مہاراج کے راستے میں آنے کے بارے میں سوچنا بھی مت ---- تم پربھو مہاراج کی شکتیوں کو نہیں جانتے ---- وہ اگر طیش میں آگئے تو تمہارے وجود کے اتنے ٹکڑے کریں گے کہ جنہیں گننا بھی مشکل ہو

جائے گا۔" اس نے میری جانب انگلی اٹھا کر دھمکی آمیز انداز میں کہا۔

"پربھو مہاراج ---- اوہ ---- اوہ اس کا مطلب ہے میرا اندازہ غلط نہیں ہے ---- تم کلاوتی نہیں اس شیطان بوڑھے کی بھیجی ہوئی کوئی بلا ہو ---- خوب' کھل ہی گئی نا آخر تمہاری حقیقت۔" میں طنزیہ انداز میں ہنسا۔

"بس ---- سکندر بس ---- پربھو مہاراج کی شان میں اگر تم نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی۔" وہ غرائی۔

"اوہ ---- تو تم میں اتنا دم خم ہے کہ مجھ سے مقابلہ کر سکو۔" میں طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔

"تم سے مقابلہ ---- تمہاری میرے سامنے حیثیت ہی کیا ہے پاپی منش اگر پربھو مہاراج نے مجھے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں اپنا اصل روپ دکھاتی اور تمہارا ایسا حشر کرتی کہ میرے خوف سے برسوں تک تمہاری روح لرزتی رہتی۔" اس نے بھیانک لہجے میں کہا اور مجھے بھی غصہ آگیا۔

"ہونہہ ---- وہ مردود شیطان انتہائی بزدل' کمینہ اور دنیا کا گھٹیا ترین انسان ہے جو میرے مقابلے میں خود آنے کے بجائے تم جیسی حقیر لڑکی کا سہارا لے رہا ہے۔ جاؤ اس بدبخت سے جا کر کہو کہ اگر اسے اپنی کالی طاقتوں پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو خود میرے مقابلے پر آئے' پھر پتہ چلے گا کہ کون کس کو مارتا ہے۔"

"سکندر ---- تم نے مہاراج کا اپمان کیا۔ تم نے انہیں شیطان مردود اور گھٹیا کہا اب میں پربھو مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کروں گی' اب میں کسی بھی صورت میں تمہیں جیوت نہیں چھوڑوں گی۔" وہ خوفناک انداز میں پھنکاری۔ اس نے اچانک دونوں ہاتھ پھیلائے اور انہیں نیم دائرے کی صورت میں حرکت دی' اچانک اس کے اردگرد سبز رنگ کی روشنی پھیل گئی۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا وجود سکڑنے لگا۔ پھر تیز روشنی چمکی اور اس کے گرد

پھیلا ہوا سبز روشنی کا ہالہ ختم ہو گیا۔ روشنی کے چمکتے ہی لڑکی اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی اور جس جگہ لڑکی کھڑی تھی وہاں ایک بہت بڑے پھن والا ناگ آن موجود ہوا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا جس میں سے لمبے لمبے اور نوکیلے دانت جھانک رہے تھے اور اس کی لمبی اور سرخ زبان بار بار لپلپا رہی تھی۔ لڑکی کو ناگن بنتے دیکھ کر میں بوکھلا گیا۔

"ہمزاد ---- ہمزاد۔" میں نے بوکھلاتے ہوئے ہمزاد کو آواز دی۔ لیکن ہمزاد نہ آیا۔ ناگن زبان لپلپاتی ہوئی حرکت میں آ گئی' اس کی سرخ اور گول گول آنکھیں مجھ پر گڑی ہوئی تھیں۔

"سایہ۔" میرے ذہن میں کوندا سا لپکا اور اس بار میں نے ہمزاد کو سایہ کہہ کر پکارا۔ میرا سایہ کہنا تھا کہ ناگن کے حلق سے ایک خوفناک پھنکار بلند ہوئی۔

"کیا بات ہے سکندر ---- تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ تم تو سو رہے تھے' کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔" ہمزاد نے یکلخت میرے سامنے نمودار ہو کر کہا اور میں اس کی جانب سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"سایہ ---- وہ ---- وہ ناگن۔" میں نے اس سے ہکلاتے ہوئے کہا اور اس طرف اشارہ کیا جس جگہ ناگن موجود تھی' مگر ---- اب وہاں نہ ہی لڑکی تھی اور نہ ہی ناگن تھی' میں حیرت زدہ رہ گیا اور گھبرائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"ناگن ---- کیسی ناگن۔" ہمزاد نے بھی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا پھر وہ چونک پڑا اور غور سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ناگن ---- ہاں مجھے یہاں کسی اچھا دھاری ناگن کی بو آ رہی ہے۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں۔" اس نے قدرے پریشان لہجے میں کہا اور چاروں طرف گھوم پھر کر ناگن کو تلاش کرنے لگا۔

"نہیں ---- اب وہ یہاں نہیں ہے۔ وہ شاید میرے آتے ہی بھاگ نکلی ہے۔ مگر وہ تھی کون ---- اور یہاں کیوں آئی تھی؟" ہمزاد نے اس کی تلاش سے ناکام ہو کر میرے قریب آ کر حیرانی سے پوچھا اور میں نے لڑکی کے متعلق اسے ساری بات بتا دی۔

"اوہ ---- تو پربھو مہاراج اب اوچھی حرکتوں پر اتر آیا ہے۔"

"جب وہ ناگن لڑکی بن کر یہاں آئی تھی تو تمہیں اس کی خبر نہیں ہوئی تھی کیا؟" میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

"نہیں ---- پربھو شیطان نے اس پر کالا عمل کر رکھا ہوگا اور میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کالی جگہ اور کالے علم تک رسائی میرے لئے ممکن نہیں۔ مگر جب وہ یہاں لڑکی بنی تھی تو تم نے اسے زندہ کیوں چھوڑا مارا کیوں نہیں ہے۔"

"میں ---- میں بھلا اسے کیسے مار سکتا تھا۔ وہ تو اچانک ایک خوفناک ناگن بن گئی تھی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہونہہ سکندر ---- کبھی کبھی تو مجھے تم پر غصہ آنے لگتا ہے۔ دعوے تو بڑی بہادری کے کرتے ہو اور ایک ناگن کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ ہونہہ میں کتنی بار تمہیں بتاؤں کہ تم اب ایک عام انسان نہیں ہو۔ جناتی طاقتوں کے مالک جن ہو۔" اس نے جھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

"وہ تو میں جانتا ہوں مگر میں اپنی طاقتوں کا استعمال کس طرح کروں یہ میں نہیں جانتا۔" میں نے بے بسی سے جواب دیا۔

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے تمہیں یہ سبق بھی پڑھانا پڑے گا۔ ٹھیک ہے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم اپنی طاقتیں کس طرح سے استعمال کر سکتے ہو۔" ہمزاد نے کہا اور مجھے میری طاقتوں اور ان کے استعمال کا طریقہ بتانے لگا۔ اس کی باتیں میں بڑے غور سے اور حیرانی سے سن رہا تھا۔

"اوہ یہ سب تو واقعی جناتی طاقتیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ میں واقعی ایک جن بن چکا ہوں۔" ساری بات سن کر میرے منہ سے نکلا۔

"کیوں کوئی شک ہے تمہیں۔"

"نہیں اب کوئی شک نہیں رہا۔" میں نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"خدا کا شکر ہے ورنہ میں سمجھا تھا کہ تم بالکل ہی کوڑھ مغز ہو اور تمہیں سمجھانے کیلئے مجھے نہ جانے کون کون سے پاپڑ بیلنا پڑیں گے۔" اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے مجھے خاموش دیکھ کر چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"کچھ نہیں یہ بتاؤ تم جس کام کیلئے باہر گئے تھے اس کا کیا ہوا۔ فوج کہاں تک پہنچی ہے؟" میں نے سر جھٹک کر اس سے پوچھا۔

"ابھی وہ جنگل میں داخل ہوئی ہے' یہاں تک آتے آتے انہیں ابھی مزید دو گھنٹے لگیں گے۔" ہمزاد نے بتایا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ ہو سکتا ہے بلیک ماسٹر اس دوران میری سرکوبی کیلئے پھر کسی کو بھیجے۔ اس مرتبہ میں تمہیں نہیں پکاروں گا خود ہی مقابلہ کروں گا اور اپنی طاقتوں کو بھی پرکھنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کہو تو میں اس فوج کو یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ملیامیٹ کر دوں گا۔" اس نے غور سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں --- وہ میرے مجرم ہیں اور ان کو میں خود سزا دوں گا۔" میں نے سختی سے کہا۔ وہ چند لمحے میری طرف دیکھتا رہا پھر خاموشی سے غائب ہو گیا۔

میری زندگی کی کہانی کیسی عجیب ہو کر رہ گئی تھی۔ کل تک میں ایک عام انسان تھا جو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہا تھا۔ خوشیاں ہی خوشیاں تھی میری زندگی میں۔ غم' الجھن اور پریشانی کا نام

بھی نہ تھا۔ پھر زندگی نے کروٹ بدلی اور میں امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے جہاز میں سوار ہوا اور میری قسمت کہ اس جہاز کو ہائی جیک کر لیا گیا۔ بھارت کے کمانڈوز نے بجائے اصلی ہائی جیکروں کو گرفتار کرنے کے مجھے اور مجھ جیسے کئی بے گناہوں کو دھر لیا۔ ایک سازش اور میرے وطن کو مذموم ارادوں سے بدنام کرنے کیلئے پھر مجھے زمین دوز جیل میں رکھ کر اذیتیں دی جاتی رہیں اور یہ کہا جاتا رہا کہ میں قبول کر لوں کہ امریکی جہاز کو اغواء کرنے میں میرا بھی ہاتھ تھا اور یہ کہ میں ان ہائی جیکروں کا ساتھی ہوں۔ میرے انکار پر مجھے طرح طرح کی سزائیں دی جاتی رہیں اور پھر انہوں نے خود ہی میرے مقدر کا فیصلہ سنا دیا اور مجھے موت کی سزا سنا دی۔ میں اندھیری کوٹھڑی میں تڑپ رہا تھا رو رہا تھا کہ ایک مسلمان سپاہی نے مجھے قرآن پاک اور ایک دیا لا دیا۔ قرآن پاک اٹھاتے ہوئے مجھے ایک دیوار کی درز میں سے تسخیر ہمزاد کا نسخہ ملا۔ جسے عمل میں لا کر میں نے ہمزاد کو تسخیر کر لیا اور اس کی مدد سے میں نے اپنے ان دشمنوں کو جو مجھے قید میں رکھ کر مجھ پر ناجائز ظلم کرتے تھے ناکوں چنے چبوا کر رکھ دیئے اور پھر ہمزاد کی زبانی مجھے علم ہوا کہ بھارت نے میرے وطن کے خلاف جو مذموم اور گھناؤنی سازش کی ہے اس کی تفصیلات ایک ریڈ کراس فائل میں ہے۔ اگر وہ فائل کسی طرح سے حاصل کر لی جائے تو پاکستان کی پیشانی سے بدنامی کا داغ مٹایا جا سکتا ہے۔ اس گھناؤنی سازش کا کرتا دھرتا ایک ماسٹر نامی ایک اپاہج بوڑھا تھا جو صدیوں سے زندہ تھا اور مسلمانوں کے خلاف اس نے کئی منصوبے بنائے اور اسے شدید ترین نقصان پہنچایا اور اب وہ پاکستان کو بدنام کر کے اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کی تیاری کر رہا ہے' تو میرا خون کھول اٹھا اور میں نے ہمزاد کی مدد سے اس شیطان بوڑھے کے خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسرے ریڈ کراس نامی فائل بھی اس کے قبضے میں تھی جسے حاصل کرنا میرے لئے نہایت ضروری تھا۔ ہمزاد نے مجھے بلیک ماسٹر کے بارے میں بتایا کہ وہ دنیا کا ایک خوفناک اور کالی

طاقتوں کا مالک ہے جو آسانی سے نہیں مارا جا سکتا۔ اسے مارنے کیلئے مجھے بھی اس کی طرح طاقتور ہونا پڑے گا اور طاقتیں حاصل کرنے کیلئے مجھے فرضی موت مر کر آگ کی قبر میں ایک رات گزارنا ہوگی۔ وطن کی آن اور اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا بدلہ لینے کیلئے میں آگ کی قبر میں بھی اترنے کو تیار ہو گیا۔ میرا ہمزاد افریقہ کے جنگل میں خون چوسنے والا زندہ کانٹا لینے چلا گیا اور ادھر بلیک ماسٹر عرف پربھو کو علم ہو گیا کہ میں اس سے ٹکرانے اور اس کو ہلاک کرنے کیلئے ایسی طاقتیں حاصل کرنے والا ہوں جس کی بدولت میں اس کے لئے سخت خطرناک ثابت ہو سکتا ہوں۔ اس نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا اور میرا کھانا پینا حرام کر دیا۔ پھر اس نے مجھے ہلاک کرنے کیلئے کالی طاقتوں کو بھیجا۔ جنہوں نے ہوٹل کے کمرے میں آ کر مجھے ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ناکام ہو کر مجھے شیطانی دنیا میں پھینک دیا گیا تاکہ اندھی دنیا کے شیطان مجھے ہلاک کر دیں۔ مگر اندھیری دنیا میں ہمزاد کا دیا ہوا میرا عمل میرے کام آیا اور میری حفاظت کرنے والی طاقتوں نے مجھے اندھیری دنیا سے نکال کر قبرستان میں پہنچا دیا جہاں وہ قبر موجود تھی جسے روشن کر کے اور اس میں اتر کر بلیک ماسٹر کے پائے کی طاقتیں حاصل کرنا تھیں۔ یہاں بھی مجھے بلیک ماسٹر نے اپنی طاقتوں سے مارنے کی کوشش کی مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا اور میرے ہاتھ سے نکل کر قبر میں گرنے والی وہ آخری لکڑی تھی جس سے قبر کو خود روشن ہونا تھا۔ اور قبر کے روشن ہوتے ہی بلیک ماسٹر اپنی طاقتوں کو سمیٹ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اس کے جاتے ہی ہمزاد وہاں آ گیا اور اس نے مجھے مصنوعی موت کے عمل سے گزار کر روشن قبر میں اترنے کو کہا۔ روشن قبر میں میں نے شدید اذیت انگیز لمحات گزارے اور آگ نے میرے گوشت اور ہڈیوں کو بری طرح سے جلا ڈالا اور میں وقت پورا کرنے کے بعد قبر سے باہر آ گیا۔ جہاں سے پکڑ کر مجھے ہمزاد آبِ حیات میں لے گیا۔ وہاں مجھے ایک نئی زندگی ملی، جو ہمزاد کے کہنے کے مطابق جناتی زندگی تھی۔ میرا انسانی وجود ختم کر دیا گیا اور مجھے ایک جن کی زندگی دے دی گئی تھی، میری رگوں میں خون کے بجائے آگ دوڑ رہی تھی، میں جن بن کر آسمان کی کھلی فضاؤں میں اڑنے لگا پھر ہمزاد مجھے اس ویران حویلی میں لے آیا۔ جہاں میرا سامنا ایک ایسی ناگن سے ہوا جو اپنی سو سالہ زندگی پوری کرنے کے بعد اپنی جون بدلنے تک قادر ہو چکی تھی، وہ بھی میری ہلاکت کی خواہاں تھی۔ مگر ہمزاد کے آتے ہی وہ غائب ہو گئی، ہمزاد نے مجھے میری طاقتوں اور اس کے استعمال کے بارے میں بتایا تو مجھے اس کی باتوں پر یقین ہی نہ آیا۔ مجھے یہ سب کچھ ایک خواب معلوم ہو رہا تھا۔ ایک افسانوی اور طلسم ہوشربا کی داستان سے بھرپور حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین خواب، اور میرا خیال تھا کہ جب میری آنکھ کھلے گی تو میں اپنے ہی گھر اپنے ہی کمرے میں اور اپنے ہی بستر پر پڑا ہوا ہوں گا۔ مگر یہ خواب ---- خواب کیسے ہو سکتا تھا۔ میں نے کئی ماہ دشمنوں کی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ کالی طاقتوں کی تکلیفیں قبر کی صعوبتیں یہ سب خواب نہیں تھا حقیقت تھا اور خواب ---- خواب کم از کم اس قدر طویل نہیں ہو سکتے۔

"تو کیا میں سچ مچ اب انسان نہیں ہوں۔" سوچتے سوچتے بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

"اگر تم انسان نہیں ہو تو کیا ہو۔ یہی جاننے کے لئے تو میں تمہارے پاس آئی ہوں سکندر مہاراج۔" اچانک مجھے اس ناگن لڑکی کی آواز دوبارہ سنائی دی اور میں تیزی سے پلٹا۔ میرے سامنے وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ اس کے لبوں پر وہی دلآویز مسکراہٹ تھی اور وہ میری جانب یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

"تم۔" اسے دیکھ کر میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"مہاراج۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھکتے ہوئے ایک ادا

سے کہا۔

"کیا چاہتی ہو۔ کیوں آئی ہو یہاں؟" اسے دیکھ کر میرے لہجے میں درشتگی سی آگئی تھی اس کے خوبصورت روپ کا اصل وجود میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اس لئے مجھے اس کی خوبصورتی سے بھی سخت نفرت ہو رہی تھی۔

"کیول یہ جاننے کے لیے مہاراج سکندر.... اگر آپ انسان نہیں ہیں تو کیا ہیں۔ مرگن مرگھٹ میں اتر کر آپ نے کون سی شکتیاں پراپت (حاصل) کی ہیں بس اتنا بتا دیجئے پھر میں چلی جاؤں گی۔" اس کا لہجہ بدستور شیریں اور مترنم تھا اور میں چونک اٹھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بلیک ماسٹر پربھو نے اس لڑکی کو محض میرے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ کسی طرح سے وہ جان سکے کہ آگ کی قبر میں اترنے کے بعد مجھے کون سی طاقتیں حاصل ہوئی ہیں۔ میرے انسان سے جن بننے کے راز سے شاید وہ ناواقف تھا۔ کیا وہ میری طاقتوں کے بارے میں اس لئے جاننا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنے بیروں سے اس کا توڑ کر سکے۔ میرے ذہن میں ساری باتیں صاف ہوتی چلی گئیں۔

گویا بلیک ماسٹر میری حاصل کی ہوئی طاقتوں سے خائف ہے اور شاید نہیں یقیناً اس کا علم اسے میری طاقتوں کے بارے میں کچھ بتانے سے قاصر ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو بلیک ماسٹر کو میرے پاس ناگن بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ اپنے علم سے بھی میرے بارے میں بہت کچھ جان سکتا تھا۔ مگر جس طرح ہمزاد کیلئے کالی دنیا میں جانا مشکل ہو جاتا تھا اس لئے کالے اور سفلی عملوں کے ماہر کی طاقتیں بھی روشنی کی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتی تھیں' یہ سوچ کر خود بخود میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"اوہ ---- تو تم صرف یہ پتہ لگانے آئی ہو کہ یہ جان سکو کہ میرے پاس کون سی طاقتیں ہیں۔ میں تمہیں اپنی طاقتوں کے بارے میں بتا دوں اور تم

اپنے پربھو کو جا کر بتا دو تاکہ وہ کسی طرح سے ان کا توڑ کر سکے۔ کیوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوشی (یقیناً) مہاراج۔" وہ جواباً" مسکرا کر بولی۔

"بہت خوب اگر میں تمہیں بتانے سے انکار کر دوں تو۔"

"تب داسی اپنے ذریعے سے اور اپنے طریقہ سے یہ سب معلوم کرنے کی شکتی رکھتی ہے مہاراج ---- مجھے کیول آپ کے شریر کو چھونا ہوگا اور میں جان لوں گی کہ آپ کون ہیں اور آپکی شکتیاں کیا ہیں۔" اس نے کہا۔ اس کا لہجہ گو کہ بے حد نرم تھا مگر یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے حلق سے سانپ کی سی پھنکار محسوس کی تھی۔

"اگر مجھے چھونے سے تمہیں میری طاقتوں کا راز معلوم ہو سکتا ہے تو تم نے ابھی تک مجھے چھوا کیوں نہیں تم ناگن ہو' اچانک ظاہر ہونے اور غائب ہونے کی طاقت رکھتی ہو اور اپنی مرضی سے روپ بھی بدل سکتی ہو پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ خاموشی سے مجھے چھو لیتیں اور معلوم کر لیتی میرے بارے میں۔"

"اس کے لئے آپکی آگیا (اجازت) کی ضرورت ہے مہاراج۔ میں آپکے اردگرد کی پرچھائیاں دیکھ رہی ہوں۔ میں ایسی کوئی کوشش کروں گی تو یہ میرا راستہ روکیں گی۔ ہاں اگر آپ اپنی زبان سے اپنے چرن چھونے کی اجازت دیں گے تو یہ میرا راستہ نہیں روکیں گی ---- مجھے آگیا دیجئے مہاراج تاکہ میں آپکے چرن چھوؤں۔ آپ میرا وشواس (یقین) کریں کہ میں چرن چھوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔" اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے التجا آمیز لہجے میں کہا اور میں سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"اور اگر میں تمہیں اپنے چرن چھونے کی بھی اجازت نہ دوں تو۔" میں نے کسی خیال کے تحت اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔ اس

کی آنکھوں میں اب بھی بجلیاں چمک رہی تھیں۔ مگر اب ان بجلیوں سے میں بالکل بھی نہیں گھبرا رہا تھا۔ میں نے اپنی دونوں مٹھیاں بھینچ لی تھیں' ایسا کرتے ہی میرے بدن میں جیسے بے پناہ طاقت سی بھرتی چلی گئی تھی اور میری آنکھوں میں بھی تیز چمک لہرانے لگی تھی' وہ ہونٹ بھینچے چند لمحے پلکیں جھپکائے بغیر میری آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر میری آنکھوں میں کوندنے والی چمک کی تاب نہ لا کر اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

"آپکی آنکھوں کی چمک بتا رہی ہے کہ آپ واقعی وہ نہیں ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔ مجھے پربھو مہاراج نے آپکی طاقتوں کا راز معلوم کرنے کیلئے یہاں بھیجا ہے۔ آپ مجھے خود ہی بتا دیں تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے مہاراج کی آگیا پالن کرنا میرا دھرم ہے' اور میں اپنا دھرم اور اپنا فرض نبھانے کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی کر سکتی ہو یعنی تم مجھے چھونے کیلئے اپنی طاقتیں استعمال کرو گی۔"

"اوش کروں گی۔ چاہے آپکی سہایتہ کرنے والا پرچھائیوں کا بھی مجھے مقابلہ کرنا پڑے۔" اس نے کہا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو میں اپنی پرچھائیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تمہارا راستہ نہ روکیں۔ میں خود تمہارا مقابلہ کروں گا۔ آؤ اگر تمہیں اپنی شیطانی طاقتوں پر اتنا ہی مان ہے تو آؤ اور مجھے چھو کر دکھاؤ۔" میں نے اسے چیلنج دیتے ہوئے کہا۔ اس نے میری بات سن کر ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں کی چمک پھر عود کر آئی تھی۔

"مہاراج ---- سوچ لیجئے یہ آگیا دیکر آپ اپنے لئے خود ہی گڑھا کھود رہے ہیں۔ میں نے اگر اپنی شکتیوں کو جگا لیا تو میں آپکو جیوت نہیں چھوڑوں گی۔" اس کے لہجے میں واضح دھمکی تھی۔

"کون کس کی موت بنتا ہے اس کا فیصلہ ابھی ہو جائے گا زہریلی ناگن۔ بلاؤ اپنی طاقتوں کو۔"

"اچھی بات ہے تو پھر تیار ہو جاؤ۔ اب نہ صرف میں تمہاری طاقت کا راز جان کر رہوں گی بلکہ اپنے ہاتھوں تمہیں ہلاک کروں گی اور تمہارا سر کاٹ کر پربھو دیوتا کے چرنوں میں بھینٹ کر دوں گی۔"

"اور میں تمہارا سر اپنے پیروں تلے کچلوں گا۔" میں غرایا۔ وہ غضبناک نگاہوں سے میری جانب چند لمحے دیکھتی رہی پھر اس نے میری جانب قدم اٹھانا شروع کر دیئے۔ میں اپنی جگہ تن کر کھڑا ہو گیا اور دل ہی دل میں امراد کے بتائے ہوئے طریقے کے تحت اپنی جناتی قوتوں کو آواز دینے لگا۔

ناگن میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مسلسل میری طرف بڑھ رہی تھی اور پھر میرے قریب آ کر رک گئی۔ وہ چند لمحے میری جانب دیکھتی رہی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے پکڑنے کی کوشش کی مگر اس سے قبل کہ وہ مجھے چھو پاتی یکلخت میری جناتی قوت بیدار ہو گئی۔ ایک روشنی سی چمکی اور زرد رنگ کی روشنی کی لہر میرے سر سے لے کر پیروں تک گھومتی چلی گئی اور ناگن کلاوتی کا ہاتھ روشنی کی اس لہر سے چھو گیا۔ اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ اپنی جگہ سے کئی فٹ اونچا اچھل کر دور جا گری۔ اس کے گرتے ہی میرے بدن کے گرد چکراتی ہوئی روشنی کی لہر غائب ہو گئی۔ ناگن کلاوتی زمین پر گرتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس بار اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سے سرخ ہو رہی تھیں' اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور اس کے منہ سے سانپ کے ڈنگ جیسی زبان لہلہانے لگی۔

"تو تم مجھ پر اپنی شکتیاں آزما رہے ہو۔ ٹھیک ہے تو پھر سنبھلو۔" وہ پھنکاری تو دوسرے ہی لمحے اس کے سکڑے ہوئے ہونٹوں سے نیلے رنگ کی پانی کی دھار نکلی' میں تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ نیلے پانی کی دھار جو غالباً" اس ناگن

کا زہر تھا میرے بستر پر پڑا۔ اور میں نے بستر کو پلنگ سمیت ایک لمحے میں راکھ کا ڈھیر بنتے دیکھا۔ ناگن کلاوتی نے پھر مجھ پر اپنے زہر کی پچکاری ماری' میں نیچے جھک گیا اور زہر پیچھے دیوار پر جا پڑا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور دیوار کے اس حصے میں ایک سوراخ ہو گیا۔ کس قدر زہریلی اور خوفناک ناگن تھی جس کا زہر ایک لمحے میں دیواروں میں بھی سوراخ ڈال دیتا تھا۔ اس نے کئی مرتبہ میری طرف زہر کی دھار پھینکی مگر میں دائیں بائیں ہو کر اس کے پھینکے ہوئے زہر سے محفوظ رہا البتہ اس کا زہر جہاں جہاں پڑتا وہ چیز اور جگہ یا تو فوراً" خاکستر ہو جاتی یا پھر دیواروں اور زمین میں سوراخ پڑ جاتے پھر اس کا زہر شاید ختم ہو گیا۔ کیونکہ اب وہ کوئی پچکاری نہیں مار رہی تھی' وہ منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھ رہی تھی' اس نے اپنے سر سے چند بال توڑے اور ان پر پھونک مار کر میری طرف پھینک دیئے' بال زمین پر گرنے سے پہلے ناگ بن گئے اور زمین پر گرتے ہی خوفناک پھنکاریں مارتے ہوئے میری طرف بڑھے' میں نے اپنی پانچوں انگلیاں پھیلا کر ان کی طرف جھٹکیں میری انگلیوں کی پوروں سے تیز اور باریک روشنی نکلی اور میری طرف بڑھتے ہوئے ناگ اسی جگہ جل کر خاکستر ہو گئے۔ میں نے فاتحانہ نگاہوں سے ناگن کلاوتی کی جانب دیکھا اور پھر چونک پڑا۔ اس کا جسم بدستور لڑکی کا تھا مگر اس کے سر کی جگہ سات بڑے بڑے ناگوں کے سر نکل آئے تھے' جس کی سرخ زبانیں بار بار باہر نکل رہی تھیں' ان ساتوں پھنوں کی گول اور سرخ سرخ آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں' پھر میں نے اس لڑکی کے جسم کو دھواں بنتے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایک ساتھ پھنوں والی ناگن بن چکی تھی اور وہ ساتوں پھن پھیلائے میرے سامنے جھومنے لگی۔ اس کے پھن بڑے بڑے البتہ اس کا بقایا جسم عام سانپوں جیسا چھوٹا اور دبلا تھا۔ اس نے ساتھ پھنوں والی ناگن کا روپ دھارتے ہی مجھ پر حملہ کر دیا وہ اچانک ہی اپنی جگہ سے اچھلی تھی اور ہوا میں اڑتی ہوئی برق رفتاری سے میری جانب آئی۔ میں

جلدی سے نیچے بیٹھ گیا اور وہ میرے اوپر سے ہوتی ہوئی پیچھے جا گری۔ میں اٹھ کر اس کی طرف پلٹا اسی اثنا میں وہ خوفناک انداز میں پھنکارتی ہوئی ایک مرتبہ پھر مجھ پر حملہ کر چکی تھی۔ اگر میں کمان کی طرح دوسری طرف نہ جھک گیا ہوتا تو ساتوں پھنوں کے ڈنک میرے جسم پر اتر گئے ہوتے۔ میرے ایک انچ کے فاصلے پر اڑتی ہوئی دوسری طرف گری۔ اس سے پہلے کہ وہ تیسری مرتبہ مجھ پر حملہ کرتی میں نے اس پر اپنی انگلیوں سے روشنی کی لہریں پھینکی۔ مگر وہ بھی بے حد چالاک تھی فوراً" پینترا بدل گئی اور میری انگلیوں سے نکلنے والی روشنی عین اس جگہ زمین پر پڑیں جہاں ایک لمحہ قبل وہ موجود تھی' زمین کے اس حصے میں یکلخت شعلے بھڑک اٹھے۔ میں نے انگلیوں کا زاویہ گھماتے ہوئے مسلسل اس پر انگلیوں سے روشنی کی لہریں پھینکنا شروع کر دیں مگر اس میں شاید بجلی بھری ہوئی تھی وہ برق رفتاری سے ادھر ادھر بھاگنے لگی' پھر اس نے فضا میں چھلانگ لگا کر ساتوں پھنوں کی آنکھوں سے آگ برسانا شروع کر دی۔ میں نے اس آگ سے بچنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور دوسرے ہی لمحے میں آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ ایک لمحے کیلئے میں پریشان ہوا مگر دوسرے ہی لمحے جب میرے بدن پر لگی ہوئی آگ خود بخود بجھ گئی تو میرے حوصلے بلند ہو گئے' میں نے جواباً" دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر آگ کی روشنی پھینکنا شروع کر دی۔ وہ بھی ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اور خود کو بچاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے مجھ پر آگ برسا رہی تھی۔ مزے کی بات یہ تھی کہ میں اس کی پھینکی ہوئی آگ کی زد میں آسانی سے آ رہا تھا مگر وہ میری زد میں کسی بھی طرح سے نہ آ رہی تھی' میرے بدن پر ایک لمحے کیلئے آگ لگتی اور فوراً" بجھ جاتی' البتہ میری انگلیوں سے نکلنے والی روشنی کی آگ ابھی تک اسے چھو بھی نہ پائی تھی اور وہ آگ ہر طرف یعنی پورے کمرے میں بھڑکتی جا رہی تھی' تب میں نے اس پر آگ برسانا موقوف کر دیا ناگن کلاوتی بھی اپنا وار ناکام ہوتا دیکھ کر رک گئی تھی اور ایک

جگہ رک کر میری جانب خونی نگاہوں سے گھور رہی تھی' پھر اچانک ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اس کا وجود دھوئیں میں چھپ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ناگن سے پھر لڑکی بن کر میرے سامنے آگئی۔

"میں سمجھ گئی سکندر مہاراج میری شکتیوں سے تمہاری شکتیاں کہیں طاقتور ہیں۔ اور میری شکتیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اگر تم اپنی شکتیوں کو روک کر میرے ساتھ دست بدست جنگ کرو تو میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیا چیز ہوں۔" اس نے زہرانگیز لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں مسکرایا۔

"ٹھیک ہے پہلے اس آگ کو بجھاؤ۔" اس نے بدستور زہریلے لہجے میں کہا۔ میں نے کمرے میں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف دیکھا جو تیزی سے چاروں طرف پھیلی جا رہی تھی۔ میں نے ہمزاد کا بتایا ہوا ایک اسم اعظم پڑھ کر زمین پر زور سے پاؤں مارا تو کمرے میں پھیلی ہوئی آگ یوں بجھتی چلی گئی جیسے اس پر یکلخت گھڑوں پانی انڈیل دیا گیا ہو۔ ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھوں میں حیرت لہرائی پھر اس نے ہونٹ بھینچ لئے پھر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اپنی جگہ سے اچھلی اور فضا میں رول ہوتے ہوئے میری طرف بڑھی' اس نے اپنی دونوں ٹانگیں جوڑ کر میرے سینے پر مارنے کی کوشش کی تھی' مگر میں اپنے سکول کے زمانے میں ایک اچھا اتھلیٹک اور مارشل آرٹس کا ماہر رہ چکا تھا۔ میں بھلا اس کے داؤ میں کیسے آسکتا تھا۔ جونہی اس کی ٹانگیں میرے سینے پر پڑنے لگیں میں نے نیچے سے مکے بنا کر اس کی ٹانگوں پر مار دیئے۔ اس نے فضا میں کلابازی کھائی اور جس طرح رول ہوتے ہوئے میری طرف آئی تھی اسی طرح فضا میں قلابازیاں کھاتے ہوئے دور جا گری۔ اس بار گرنے کی وجہ سے وہ اپنے حلق سے نکلنے والی چیخ کسی بھی طرح سے نہ روک سکی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھتی میں تیزی سے آگے بڑھا اور میں نے اس کی پسلیوں میں زوردار

ٹھوکر ماردی' وہ اپنی جگہ سے اچھل کر دیوار سے ٹکرائی' اور چیر گر پڑی۔ شدید کرب سے اس کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی تھی' اور وہ الٹ کر منہ کے بل زمین پر گری تھی۔ جب اس نے سر اٹھایا تو اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا خوبصورت چہرہ بے حد بھیانک ہو کر رہ گیا تھا۔

"اٹھو ناگن رانی کیا ایک ہی ٹھوکر سے تمہاری طاقت جواب دے گئی۔" میں اس کی طرف دیکھ کر استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ اور وہ پھنکارتی ہوئی اچانک اس طرح سے اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اس کے جسم میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ اس کے حلق سے خوفناک پھنکاریں نکل رہی تھیں اور اس نے اٹھتے ہی انتہائی جارحانہ انداز میں ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے مجھ پر حملہ کر دیا۔ جواباً میرے ہاتھ پاؤں بھی اسی تیزی سے چلنے لگے۔ اسے حملے اپنے اور پاؤں سے روکتے ہوئے میں نے نیچے جھک کر اپنی کہنی اس کے پیٹ میں دے ماری' وہ اوغ کی آواز نکالتے ہوئے دوہری ہو گئی' ساتھ ہی میں نے اپنا گھٹنا اس کے چہرے پر دے مارا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی جگہ سے اچھل کر اور الٹ کر گر پڑی تھی اور ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگی۔ اس مرتبہ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور آگے بڑھ کر اسے اپنی ٹھوکروں کی زد میں لے لیا۔ میرے پاؤں مشینی انداز میں چل رہے تھے اور اس کی دلخراش چیخوں سے کمرا تھرا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں میری ٹھوکروں نے اسے بے سدھ کر کے رکھ دیا۔

میں آگے بڑھا اور اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے سر کے بال مٹھی میں پکڑ کر ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ اٹھا کر اپنے سامنے کر لیا۔ اس کا چہرہ اس کے اپنے ہی خون سے رنگا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھیں بند تھیں' وہ بڑی مشکل سے اکھڑے اکھڑے سانس لے رہی تھی' بال کھینچنے کی وجہ سے اس کا چہرہ اذیت سے مسخ ہو گیا تھا۔

"بول اب بول زہریلی ناگن میں تیرا کیا حشر کروں۔ تو میرا مقابلہ کرنے چلی تھی۔ میرا جانتی ہو میں کون ہوں۔" میں نے اس کا چہرہ اپنی جانب کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"پپ پہلے نہیں جانتی تھی مہاراج پرنتو اب تم نے میرے شریر کو چھوا ہے تت تو مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم کون ہو۔" اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے نیم وا آنکھیں کھولیں۔

"کیا --- کیا معلوم ہو گیا ہے تمہیں۔" میں غرایا۔

"یہ کہ تم مانس نہیں ہو --- مانس کے بھیس میں پریت ہو --- تمہارے شریر میں اگنی طاقت ہے اور تمہاری رگوں میں بھی اگنی دوڑ رہی ہے --- اور اگنی مانسوں کے شریر میں نہیں جنوں کے بدن میں ہوتی ہے --- تم --- تم جن ہو مہاراج --- ایک طاقتور اگنی جن --- جس کا مقابلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی --- پرنتو تمہارا راز جاننے کے لئے میں نے تمہارا مقابلہ کیا اور اب --- اب مجھے معلوم ہو گیا ہے میں نے پربھو دیوتا کیلئے اپنا کرتویہ نبھا دیا --- میں جا رہی ہوں مہاراج پربھو دیوتا کے پاس اسے تمہاری اصلیت بتانے کیلئے پرنتو --- میں جانتی ہوں --- وہ --- تمہاری شکتیوں کا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ شش --- شاید پربھو دیوتا کے ناش کا سمے آ گیا ہو وہ اب نہیں بچے گا --- نہیں بچے گا۔" اس نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم میرے ہاتھوں زندہ بچو گی تو جا کر شیطان بوڑھے کو میرے متعلق بتاؤ گی ناں۔"

"نہیں سکندر --- مہاراج تم مجھے نہیں مار سکتے۔ میں بھی ناگن ہوں مجھے تم نے گھائل تو کر دیا ہے مگر تم مجھے مرتیو ڈنڈ نہیں دے سکتے مجھے مرتیو ڈنڈ دینے کیلئے تمہیں ہزار جنم لینا پڑیں گے۔" وہ کرب زدہ انداز میں مسکرائی اور میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔ مگر دوسرے ہی لمحے ا

بال اور گردن دھواں بن کر میرے ہاتھوں سے نکل گئی اور میں دھواں پکڑتے پکڑتے رہ گیا۔ وہ دھواں بن کر آن واحد میں وہاں سے غائب ہو گئی۔

"وہ چلی گئی ہے سکندر --- واقعی اس کو ہلاک کرنا اس وقت ناممکن تھا --- تم اسے ہلاک کرنے کے بجائے اگر اس کے سر کے بال توڑ لیتے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تمہاری غلامی میں آ جاتی۔ مگر تم نے اسے موقع دیا اور وہ نکل گئی۔"

اچانک مجھے ہمزاد کی آواز سنائی دی' میں پلٹا تو وہ میرے سامنے کھڑا تھا۔

"ہمزاد --- وہ --- وہ میرے بارے میں جان گئی ہے --- اگر اس نے بلیک ماسٹر کو بتا دیا کہ میں انسان نہیں ایک جن ہوں تو۔۔۔" میں نے اسے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"ہاں یہ برا ہوا ہے بہت برا --- پربھو یعنی شیطان بوڑھے نے انتہائی چالاک چال چلی ہے' اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم کون ہو اب وہ تمہارا مقابلہ ایک انسان کی طرح نہیں کرے گا۔ وہ بھی اپنی جناتی طاقتیں اکٹھی کر لے گا۔ لیکن بہرحال تم گھبراؤ نہیں اس کی کالی طاقتیں اور کالا علم تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا --- اور تم نے خود بھی تو سنا ہے جو ناگن نے آخری لمحات میں کہا تھا کہ اب پربھو دیوتا یعنی بلیک ماسٹر کا آخری وقت آ گیا ہے اور تمہارے ہاتھوں نہیں بچے گا۔" ہمزاد نے کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ایک جن ہونے کی حیثیت سے ہی یہ تو جانتا ہوں کہ آگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر دنیا کے ہتھیار' مثلاً پستول کی گولیاں اور بم وغیرہ سے بھی میرا وجود محفوظ رہ سکتا ہے یا نہیں۔" میں نے کسی خیال کے تحت ہمزاد سے پوچھا۔

"دنیا کا ہر ہتھیار' تیر تلوار' بم' گولی یا آگ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مگر اس دنیا میں تمہارے لئے جو چیز خطرناک ہے وہ پانی ہے --- عام پانی نہیں --- سرد اور یخ بستہ پانی۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"یخ بستہ پانی۔" میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں برف کا پانی ---- اگر تمہارے بدن پر پگھلی ہوئی برف کا یخ بستہ پانی ڈال دیا جائے تو وہ تمہارے لئے سخت اذیت کا باعث بنے گا۔ اس پانی کا ایک قطرہ پانی تمہارے جسم پر پڑے گا تو تمہیں یوں محسوس ہوگا جیسے تمہارے بدن پر لوہے کی کانٹوں والا کوڑا دے مارا گیا ہے۔ اور اگر تمہیں یخ بستہ پانی میں ڈبو دیا جائے تو جس طرح آگ نے تمہارا سارا گوشت اور ہڈیاں جلا کر راکھ کر دی تھیں یخ بستہ پانی اسی طرح تمہارا سارا گوشت اور ہڈیاں تک گلا کر رکھ دے گا اور تمہارا وجود ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ جائے گا۔" ہمزاد نے بتایا اور میں کانپ کر رہ گیا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے اور میں اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

"اچھا وہ کرنل ورما، کرنل پرکاش اور کرنل ملہوترا کا کیا بنا ---- کہاں ہو۔"

میرے الفاظ ابھی منہ ہی میں تھے کہ اسی وقت میگا فون پر مجھے کیپٹن ملہوترا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز خاصی دور سے آئی تھی، وہ شاید کسی اپنے ساتھیوں کو پوزیشن سنبھالنے کی ہدایات دے رہا تھا۔

"لو ---- یہ بتا ہے میں تمہیں یہ بتانے کے لئے آیا تھا کہ وہ حویلی کے قریب پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے چاروں طرف پھیل کر حویلی کو پوری طرح سے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گویا انہیں موت یہاں تک کھینچ لائی ہے۔" میرے منہ سے نکلا۔ اسی وقت مجھے کئی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں جو غالباً بکتربند گاڑیاں اور ٹینک تھے۔

"سکندر ---- ہمارے سینکوں نے اس حویلی کو چاروں اور سے گھیر لیا

ہے اور سارے جنگل میں ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت اس پرانی حویلی میں چھپے ہوئے تھے ---- اگر تمہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کو زندگی درکار ہے تو اپنے ہتھیار ڈال کر چپ چاپ حویلی سے باہر آ جاؤ ---- ورنہ ہم حویلی پر اس قدر آگ اور بارود برسائیں گے کہ تم اور تمہارے ساتھی ہمیشہ کے لئے یہی دفن ہو کر رہ جائیں گے۔" اچانک کیپٹن ملہوترا نے میگا فون پر چیختے ہوئے اعلان کیا اور میں معنی خیز نگاہوں سے ہمزاد کی جانب دیکھنے لگا۔

"کیا کہتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ہمزاد سے پوچھا۔

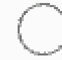
"جیسے آپ کی مرضی۔" ہمزاد نے جواباً مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے انہیں آگ اور بارود برسانے کا موقع دینا چاہئے ---- اس کے بعد ہم اپنی کارروائی کریں گے۔" میں نے کہا اور ہمزاد نے سر تسلیم خم کر دیا۔ میں نے ہوا میں ہاتھ لہرایا اور فوراً ہی میرے ہاتھ میں ایک ہلکی سی مشین گن آ گئی۔ جن بننے کے بعد ایسے چھوٹے موٹے کام میرے لئے کوئی مسئلہ نہ رہے تھے۔

میں گن لئے اطمینان بھرے انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا ---- دروازے کی اوٹ لیتے ہوئے میں نے ان کو حملے کی دعوت دینے کیلئے گن والا ہاتھ دروازے سے باہر نکالا اور گن کا ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ گن سے شعلے نکلے اور جنگل کی طرف بڑھتے چلے گئے اور شاید کرنل ورما، کرنل پرکاش اور کیپٹن ملہوترا میرے ایسے ہی کسی اقدام کے منتظر تھے۔ جونہی میں نے جنگل کی طرف فائر کئے کیپٹن ملہوترا نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حویلی پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

کئی مشین گنیں ایک ساتھ گرجیں اور میں نے سینکڑوں شعلے دروازے

کے راستے کمرے میں آتے دیکھے ---- اور پھر جیسے پورے جنگل میں قیامت سی آگئی' ہر طرف سے مشین گنیں اور بندوقیں گرجنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ سینکڑوں انگارے فضا میں تیرتے ہوئے کمرے میں آ رہے تھے اور سامنے دیوار بری طرح سے ادھڑتی جا رہی تھی' پھر اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ جیسے توپ گرجی ہو۔ آن واحد میں آگ کا ایک بڑا گولہ دروازے سے اندر کمرے میں آگرا۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اسی لمحے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور میری آنکھوں کے سامنے پورے کمرے میں جیسے سرخ اور زرد آگ سی بھرتی چلی گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے وجود کے سینکڑوں' ہزاروں ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئے ہوں۔



اس خوفناک دھماکے کے بعد اوپر تلے حویلی پر بم اور گولے آ آ کر گرنے لگے' اور پورا جنگل ان خوفناک دھماکوں سے بری طرح سے گونج اٹھا۔

مجھے اپنا وجود سینکڑوں ٹکڑوں میں بٹتا ہوا معلوم ہوا تھا اور میں اپنی جگہ سے اچھل کر اور الٹ کر گر پڑا تھا۔ مگر میرا وجود ٹکڑوں میں نہیں بٹا تھا۔ یہ محض میرا خیال میرا احساس تھا۔ ہاں البتہ زوردار دھماکے کی شدت سے مجھے ایک زوردار دھکا ضرور لگا تھا جس کی وجہ سے میں الٹ کر گر پڑا تھا۔ اور پھر اوپر تلے کئی دھماکے ہونے لگے اور کمرے کی چھت اور دیواروں کے پرخچے اڑتے چلے گئے۔ چھت ٹوٹ کر عین میرے اوپر آ گری۔ مگر نہ ہی میں اس کے نیچے دب کر پسا اور نہ ہی مجھے اپنے بدن پر معمولی سی تکلیف کا احساس ہوا۔

بموں اور ٹینکوں کے گولوں نے چند ہی لمحوں میں پوری کی پوری حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی' اس کے باوجود بھی مشین گنیں

گرج رہی تھیں اور منہدم حویلی کی طرف بم برسائے جا رہے تھے' جس کی وجہ سے اینٹیں بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہی تھیں' میں ملبے تلے خاموشی سے اور پرسکون حالت میں پڑا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے اردگرد ہر طرف آگ ہی آگ لگی ہوئی ہو۔ ہر طرف مجھے سرخ اور زرد شعلے دکھائی دے رہے تھے اور انہیں شعلوں اور اسی آگ سے اب مجھے کیپٹن ملہوترا' کرنل ورما اور کرنل پرکاش اور ان کے ساتھ آئے ہوئے فوجیوں کو جلانا تھا۔ میں ہمزاد سے کہہ چکا تھا کہ اس بار میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا وہ سب درندے تھے اور درندوں کے ساتھی تھے۔ اور ان درندوں کو ختم کرنا میرے لئے ضروری تھا ---- بہت ضروری ---- کیونکہ اب بلیک ماسٹر ہی میرا اصل ہدف تھا اور وہ کھل کر میرے سامنے آگیا اور مجھے جلد سے جلد اپنے اصل ہدف تک پہنچنا تھا۔ ان سب کو مار کر میں بھارت کو وہ سبق دینا چاہتا تھا جو انکو صدیوں تک یاد رہتا۔ میرے وطن کے خلاف سازشیں کرنے والے ملک کو میں یہ بتا دینا چاہتا تھا کہ میرے ملک کی قوم کا ایک ایک بچہ جہاد کے جذبے سے سرشار ہے۔ اور جب دشمن انکے ملک اور انکے مذہب کی طرف انگلی بھی اٹھا دیں تو وہ اس انگلی کو ہی نہیں پورے ہاتھ کو کاٹ دینے کی ہمت رکھتے ہیں۔ اپنے وطن کی آن بان کیلئے ہم اپنی جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے' اور جب مجھے بھارت کی ایک گھناؤنی اور انتہائی مکروہ سازش کا علم ہوا تو میں نے بھی سر پر کفن باندھ لیا اور اس سازش کو سبوتاژ کرنے کیلئے تیار ہو گیا اور پھر میرے سامنے بلیک ماسٹر جیسا ایسا کردار آیا جو میرے ملک کیلئے ہی نہیں پورے عالم اسلام کیلئے مسلسل خطرہ بنا ہوا تھا۔ جس نے مسلمانوں کے خلاف صدیوں سے اپنے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اسے کبھی موت نہیں آ سکتی۔ کیونکہ وہ صدیوں کا مسافر تھا اور صدیوں سے زندہ چلا آ رہا تھا۔ مگر میں نے اپنے ہمزاد کو تسخیر کیا اور مجھے اس کے توسط معلوم ہوا کہ

اس صدیوں کے مسافر اور گھناؤنے کردار کے مالک شیطان بوڑھے یعنی بلیک ماسٹر جس کے کئی روپ تھے جو کئی خوفناک کالی طاقتوں کا مالک تھا میں ہلاک کر سکتا ہوں تو میں انسان ہونے کے ناطے انسانیت کی طرح اپنے وطن اور عالم اسلام کی بہتری کیلئے تن من سے اس شیطان ہستی کو مٹانے کیلئے تیار ہو گیا۔ اس کے خلاف لڑنے کیلئے مجھے آگ کی قبر میں اترنا پڑا۔ اور میں انسان سے ایک آتشی مخلوق بنا دیا گیا۔ یعنی ایک جن ---- پھر میں بھلا اس شیطان بوڑھے کو مارنے کیلئے کیوں نہیں کمر باندھتا۔ اب میں اپنے پہلے دشمنوں کو ہلاک کرنے والا تھا۔ جنہوں نے مجھے ایک عرصہ قید اور صعوبتوں میں رکھا۔ جنہوں نے مجھے ایک عام انسان سے دہشت گرد بنا کر مجھے میرے اصل مشن سے ہٹا دیا اور مجھے مارنے کی کوئی کسر باقی نہ رکھ چھوڑی تھی۔

حویلی پر کافی دیر گولیاں اور بم برسائے گئے پھر یکلخت وہاں گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ انہوں نے بم برسانا اور گولیاں چلانا موقوف کر دیا تھا۔ ان کے خیال میں انہوں نے حویلی پر جس قدر گولیاں اور بم برسائے تھے' پوری کی پوری حویلی ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئی تھی پھر بھلا انکی نظر میں میرے وجود کے کتنے حصے ہوئے ہوں گے۔ میں نے اپنے اوپر پڑے ہوئے ملبے کو پرے دھکیلنا شروع کر دیا۔ جو میرے لئے چنداں مشکل نہ تھا۔ ملبے سے نکل کر میں کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا اندازہ درست تھا میرے چاروں طرف واقعی زبردست آگ بھڑک رہی تھی۔ آگ بے حد تیز تھی اور شعلے اس قدر اونچے تھے کہ میں ان میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں میں اکیلا نہیں تھا۔ میرے ساتھ میرا سایہ بھی تھا۔ جو رقص کرتے شعلوں کے درمیان موجود تھا ایک سائے کے روپ میں۔

"ہمزاد ---- اب میری باری ہے۔ انہوں نے مجھ پر آگ برسائی ہے' اب میں ان پر آگ کا ایسا طوفان مسلط کروں گا کہ ان میں سے ایک بھی زندہ

نہیں بچے گا۔ میں اس سارے جنگل کو آگ کا کفن پہنا دوں گا اور میرے دشمن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس آگ کے طوفان میں جل کر ختم ہو جائیں گے۔" میں نے ہمزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو سکندر ---- میں جاتا ہوں اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جنگل میں ان میں سے کسی کو زندہ باہر نہیں جانے دوں گا۔ جو کوئی جنگل سے نکلنے کی کوشش کرے گا میں اسے دوبارہ جنگل میں دھکیل دوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ شعلوں پر تیرتا ہوا وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں نے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے شعلوں کو دیکھا پھر دل ہی دل میں اپنی جناتی طاقتوں کو آواز دینے لگا۔ اور اس طرف قدم اٹھانے لگا جس طرف سے انسانی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ لوگ بہت خوش تھے' اپنی دانست میں انہوں نے حویلی پر گولہ بارود برسا کر مجھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حویلی کے ملبے تلے دفن کر دیا تھا اور بات بات پر قہقہے لگا رہے تھے۔ اور پھر شاید کسی کی نظر آگ میں چلتے ہوئے ایک سائے پر پڑ گئی۔

"ارے ---- کرنل صاحب ---- وہ ---- وہ دیکھیں شعلوں کا کفن پہنے کوئی پریت آتما چلتی ہوئی آ رہی ہے۔" کسی نے چیخ کر کہا اور وہ سب چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔ اور میں نے کئی فوجیوں کے منہ سے ڈری ڈری چیخوں کی آواز سنی۔

"اوہ ---- یہ کون ہے ---- ایک انسان' نہیں نہیں ---- آگ کی لپیٹ میں بھلا کوئی انسان اس طرح زندہ سلامت کس طرح سے چل سکتا ہے؟" میری سماعت میں کیپٹن ملہوترا کی ڈری ڈری آواز پڑی اور میں شعلوں سے نکل کر باہر آ گیا۔ جونہی میں آگ کے غلاف سے باہر آیا میرے کپڑوں میں لگی ہوئی آگ خودبخود بجھ گئی۔

"ارے ---- یہ تو سکندر ہے ---- یہ آگ سے زندہ نکل آیا۔ کیسے

کیوں۔" کیپٹن ملہوترا' کرنل ورما اور کرنل پرکاش کے حلقوں سے چیختی ہوئی آوازیں نکلیں۔

"ہاں میں سکندر ہوں۔ وہی سکندر جسے تم آتنک واد' ہوگروادی اور دہشت گرد بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ میرے ناکردہ گناہوں کی پاداش میں تم لوگوں نے نہ صرف مجھے بے جا اپنی قید میں رکھا بلکہ خوفناک سے خوفناک اذیتیں بھی دیں جس سے پوری انسانیت تھرا اٹھے۔ میں نے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں کہ میں دہشت گرد نہیں ہوں اور نہ ہی ان ہائی جیکروں کا ساتھی ہوں جنہوں نے امریکی طیارہ اغوا کیا تھا۔ مگر تم لوگوں نے میری ایک نہ سنی تم کہتے تھے کہ میں قبول کروں کہ بھارت میں کئی عرصہ سے پناہ گزیں ہوں' پاکستان کا جاسوس ہوں اور میں نے کئی بھارت واسیوں کا خون کیا ہے۔ تو سنو ---- پہلے تو میں ایک عام انسان تھا اور دہشت گردوں اور ہائی جیکروں سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا مگر اب ---- اب میں ایک آتنک وادی بھی ہوں اور ایک قاتل بھی۔ میں نے پہلے بھی تمہارے کئی آدمیوں کو مارا تھا اور تمہارے ہی ہاتھوں تمہارا وہ قید خانہ تباہ کروایا تھا جس میں تم نے مجھے اور میرے جیسے کئی بے گناہوں کو قید کر رکھا تھا۔ جس سے میں سچ مچ دہشت گرد اور خونی بن گیا۔ تم لوگوں نے مجھ پر جس قدر ظلم کئے ہیں۔ آج تم سب کیلئے یوم حساب ہے میں تم سب کو زندہ جلا دوں گا۔ بالکل اس طرح جس طرح تم نے اپنی طرف سے مجھے اس حویلی میں جلانے کی ناکام کوشش کی ہے' تمہارے برسائے ہوئے آگ کے گولے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نہ ہی بگاڑ سکتے ہیں۔ مگر میں تم پر جو آگ برساؤں گا اس آگ میں تم سب کے سب جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔ تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" میں نے چیختے ہوئے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہے تھے' جیسے انہیں یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ اس قدر بارود برسانے کے بعد آگ میں سے زندہ چل کر

کوئی انسان باہر آ سکتا ہے۔

"مم ---- مگر سکندر مہاراج ---- تت تم زندہ کیسے بچ گئے' بموں نے حویلی کے پرزے پرزے کر کے رکھ دیئے ہیں اور ہر طرف آگ ہی آگ پھیلی ہوئی ہے اور تم آگ میں اس طرح سے چل رہے تھے جیسے آگ تم پر کوئی اثر ہی نہیں رکھتی۔" کیپٹن ملہوترا نے ہرزہ سرائی کی۔

"ہاں تمہاری آگ ---- تمہارا گولہ بارود مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتی' تم مجھے بلٹ اور فائر پروف بھی کہہ سکتے ہو۔ میں تمہارے سامنے زندہ سلامت آگ سے چلتا ہوا باہر آیا ہوں۔ لیکن پھر بھی میں تمہیں ایک اور موقع دیتا ہوں تمہارے پاس جس قدر اسلحہ اور گولہ بارود ہے ایک بار پھر مجھ پر آزمالو۔ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد تمہیں حسرت رہیکہ تمہیں مجھے مارنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر سب سے پہلے کیپٹن ملہوترا حرکت میں آیا۔ اس نے ایک فوجی سے مشین گن جھپٹ' اور اس کا رخ میری طرف کر کے فائر کھول دیا۔ گولیاں سیدھی میری طرف آئیں اور میرے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر یوں اچٹنے لگیں جیسے کسی فولادی چٹان سے ٹکرا رہی ہوں۔ یہاں تک کہ کیپٹن ملہوترا کی گن خالی ہو گئی اور اس میں سے ٹک ٹک کی آوازیں آنے لگی۔ وہ اور دوسرے فوجی آنکھیں پھاڑے میری جانب دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے انسان نہیں کسی دوسری دنیا کی کوئی مخلوق ہو۔

"ارے دیکھ کیا رہے ہو اس نے ضرور بلٹ پروف لباس پہن رکھا ہے۔ اس کے چہرے اور سر کا نشانہ بناؤ۔" کرنل ورما نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور اس کے ساتھیوں کو جیسے ہوش آگیا۔ دوسرے ہی لمحے کئی گنوں کے منہ کھل گئے۔

اور میرے جسم سے سینکڑوں گولیاں ٹکرا ٹکرا کر اچٹنے لگیں۔ پھر کسی نے میری طرف ایک دستی بم کھینچ مارا۔ بم میرے قدموں کے پاس گرا۔ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا مگر میں اپنی جگہ تن کر کھڑا رہا۔ میری آنکھوں کے سامنے آگ کا ایک الاؤ سا روشن ہوا تھا جو فوراً ختم ہو گیا۔ بے اختیار میرے حلق سے قہقہہ ابل پڑا۔ میرا وجود غصے اور نفرت سے سلگنے لگا۔ میں قہقہے لگا رہا تھا اور جسم جیسے غصے کے مارے لرز رہا تھا۔ میرے قہقہوں نے ان سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر رہ گئے تھے' میرے جسم کے ہر حصے پر انکی گولیاں ٹکرا رہی تھیں مگر مجال ہے جو میرے بدن کے کسی حصے پر معمولی سی خراش بھی آئی ہو۔ یہ دیکھ کر کہ ان کی چلائی ہوئی گولیاں اور بم بھی میرا بال تک بیکا نہیں کر رہے۔ ان میں تھرتھری سی دوڑ گئی اور وہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگے۔ میں قہقہے لگا رہا تھا نفرت اور غضبناک انداز میں...... جن سے ان کے دل دہل

رہے تھے...... اور پھر...... اچانک میری آنکھوں میں دو انگارے سلگنے لگے اور میری آنکھوں سے نکل کر گولی کی سی رفتار سے ان کی طرف بڑھے جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے بڑے ہو کر آگ کے گولے بنتے جا رہے تھے اور پھر وہ گولے فوجیوں کے قریب جا گرے، ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور میں نے کئی فوجیوں کے جسموں کو پرزے پرزے ہوتے دیکھا اور بہت سے فوجیوں کے کپڑوں کو آگ لگ گئی اور وہ آگ کا شعلہ بنے بری طرح سے چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے، میری آنکھوں سے پھر وہ دو انگارے نکلے اور گولے بن کر فوجیوں پر جا پڑے، ہر طرف انسانی چیخوں کی آواز گونج اٹھی، اور فوجی اپنے ہتھیار پھینک کر ادھر ادھر بھاگنے لگے، مگر میں ان سب کو معاف کرنے والا نہیں تھا۔ انہوں نے میری زندگی تباہ کی تھی، مجھے میرے مقصد، میرے ماں باپ سے دور کیا تھا۔ مجھے خوفناک اذیتیں دی تھیں، میں ان کو کیوں چھوڑتا۔ میں ان پر آگ کے گولے برساتا رہا۔ وہ جائے پناہ تلاش کرنے کیلئے چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے مگر میری آنکھوں سے گولوں کی شکل میں نکلنے والی آگ ان کی موت کا سامان بن گئی تھی اور انہیں کہیں جائے پناہ نہ مل رہی تھی، زمین درخت ہر چیز آگ کی لپیٹ میں آگئی تھی، میری آنکھوں سے نکلنے والے گولے ایک ٹینک سے ٹکرائے، زبردست دھماکہ ہوا جیسے ٹینک پر اچانک وزنی بم آگرا ہو اور ٹینک کا ایک ایک پرزہ، ٹکڑوں کی صورت میں چاروں طرف بکھرتا چلا گیا۔ میں چاروں طرف گھوم گھوم کر ان پر آگ برسا رہا تھا۔ غصے اور نفرت کی آگ جس میں وہ سب جل جل کر ہلاک ہو رہے تھے، ان کی درد بھری اور اذیت ناک چیخیں مجھے سنائی ہی نہیں دے رہی تھیں۔

میری آنکھوں سے نکلنے والے آگ کے گولوں نے دور دور تک جنگل میں آگ لگا دی تھی، اور جنگل کی آگ تیزی سے ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی۔ جنگل کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں تک میرے آگ کے گولے نہ پہنچے ہوں۔ ہر

طرف سے انسانوں اور جانوروں کی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں۔ مگر میں جیسے اپنے اندر کی آگ ساری کی ساری اس جنگل میں پھیلا دینا چاہتا تھا۔ میری آنکھوں سے آگ کے گولے مسلسل نکل نکل کر جنگل میں گرتے رہے اور پھر انسانی اور جانوروں کی چیخیں معدوم پڑتی چلی گئیں۔ درخت جل جل کر گر رہے تھے، ہر طرف آگ کا زبردست طوفان آیا ہوا تھا جو ہر چیز کو خاکستر کر رہا تھا۔ پھر میرے غصے کی آگ سرد پڑتی چلی گئی اور میں نے آگ کے گولے برسانا بند کر دیئے۔ اور جنگل میں خوفناک انداز میں بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھنے لگا جس کے شعلے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

اس قدر آگ دیکھ کر اس آگ میں زندہ انسانوں کو جلا کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے تھے، مگر وہ انسان نہیں انسان کی کھال میں چھپے ہوئے درندے تھے، جو اپنے جھوٹے عقائد اور اپنی انا پرستی کے لئے معصوم اور بے گناہ مسلمانوں پر روزانہ نہ جانے کتنا ظلم کرتے تھے، ان کو تشدد کا نشانہ بناتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر زندہ جلا ڈالتے تھے، اذیتیں برداشت کرنے اور زندہ گھروں میں جلنے والے مرد اور عورتیں ہی نہیں وہ معصوم بچے بھی ہوتے تھے، جن کے ننھے دماغوں میں ظلم و ستم کا لفظ بھی نہ جنم پایا ہوتا تھا۔ جن کی آنکھیں دنیا دیکھنے کیلئے ابھی پوری طرح کھل بھی نہ پائی تھیں کہ ان کو نہایت بے دردی اور بے رحمی سے موت کی آغوش میں پہنچا دیا جاتا۔ اور میں ان بے رحموں، بے دردوں اور درندوں کیلئے آنسو بہا رہا تھا۔ میرے دل و دماغ میں نفرت کا الاؤ جل اٹھا اور میں نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کر لیں۔

"سایہ۔" میں نے آنکھیں خشک کرتے ہی اپنے ہمزاد کو پکارا وہ فوراً ہی میرے سامنے آن موجود ہوا۔

"سارا جنگل آتش کدہ بن گیا ہے سکندر...... جنگل میں موجود انسان تو انسان ایک معمولی جانور بھی زندہ نہیں بچا...... مجھے بعد میں خیال آیا ورنہ

میں جانوروں اور معصوم پرندوں کو جنگل سے نکال دیتا۔" اس نے نمودار ہو کر قدرے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ جانوروں اور پرندوں کے ناحق جلنے کا مجھے بھی افسوس ہوا۔ مگر شاید خدا کو یہی منظور تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"آؤ ہمزاد یہاں سے چلتے ہیں۔ میں نے اپنے دشمنوں سے بدلہ لے لیا ہے' اب مجھے جلد سے جلد بلیک ماسٹر جیسے شیطان تک پہنچنا ہے تاکہ میں اس کی شیطانی طاقتوں کا بھی قلع قمع کر کے رکھ دوں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے خلاف کوئی شیطانی حربہ استعمال کرے میں اسے ختم کر دینا چاہتا ہوں۔" میں نے ہمزاد سے کہا ساتھ ہی میں نے دونوں ہاتھ اوپر کر کے اپنے جسم کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں کسی راکٹ کی طرح فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ ہمزاد بھی میرے ساتھ فضا میں بلند ہو گیا اور ہم اڑتے ہوئے کافی بلندی پر آ گئے' نیچے دور دور تک ہر طرف آگ ہی آگ بھڑک رہی تھی...... ایسے لگ رہا تھا جیسے زمین کا وہ حصہ آگ سے ہی بنا ہو اور آگ اس قدر تیز اور خوفناک تھی کہ وہاں سینکڑوں فائر بریگیڈ بھی آ جاتے تو آسانی سے آگ پر قابو نہ پا سکتے تھے۔ میں اور ہمزاد نیچے دیکھتے ہوئے کافی بلندی پر آ گئے اور پھر ہم نے ایک طرف رخ موڑا اور اس طرف اڑنے لگے۔

"لیکن سکندر...... تمہیں معلوم ہے کہ بلیک ماسٹر اس وقت کہاں ہے۔" ہمزاد نے میرے ساتھ اڑتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں...... تمہیں نہیں معلوم۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"پہلے معلوم تھا وہ چتور نامی علاقے میں ایک محل میں رہتا تھا۔ کسی شہنشاہ کی طرح مگر جب سے اسے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس کے خلاف اور اس سے بڑی طاقتیں حاصل کر لی ہیں تو اس نے خود کو کالے پردوں میں چھپا لیا ہے' جہاں تک میری اور میرے خیالات کی رسائی نہیں ہے۔"

"اوہ...... تو پھر ہم اسے کہاں تلاش کریں گے۔" اس کی بات

سن کر میں نے قدرے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں واقعی مشکل ہو گئی ہے' ٹھہرو میں ایک بار پھر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر تک وہ آنکھیں بند کیے اڑتا رہا پھر اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"نہیں...... وہ واقعی میری پہنچ سے کہیں دور نکل گیا ہے۔" اس نے مایوسی کے عالم میں کہا اور میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"پھر اب...... ہم کہاں جائیں۔" میں نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس سے پوچھا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور پھر ہم اپنی اپنی سوچوں میں گم آسمان کی وسعتوں میں اڑتے چلے گئے۔ اڑتے ہوئے ہم اس جنگل سے بہت دور نکل آئے تھے جہاں میں نے فوجیوں کو زندہ جلا دیا تھا۔ ہم اپنی اپنی سوچوں میں گم چلے جا رہے تھے۔ شام ہو رہی تھی' دور بہت دور سورج اپنی کرنیں سمیٹتا ہوا افق کے اس پار اترتا جا رہا تھا۔ پرندے بھی سارا دن تلاش خوراک کے بعد واپس اپنے اپنے ٹھکانوں کی جانب واپس لوٹ رہے تھے۔ پرندوں کی ڈار کی ڈار ہمارے نزدیک سے گزر رہی تھی اور پلٹ پلٹ کر ہماری جانب دیکھ رہی تھی۔

"سکندر......" اچانک ہمزاد مجھ سے مخاطب ہوا اور میں چونک کر سوچوں کے سمندر سے نکل آیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہے؟" میں نے اس کی تقلید میں سامنے دیکھا۔ دور بہت دور مجھے گرد و غبار کا ایک بادل سا بلند ہوتا نظر آیا۔

"یہ تو مجھے گرد و غبار کا بادل معلوم ہو رہا ہے' کیوں کوئی خاص

بات۔" میں نے اس سے پوچھا۔

"پربھو کا ایک اور وار...... یہ گرد و غبار کا بادل نہیں بلکہ چٹانوں کا طوفان ہے۔ شیطان بوڑھا شاید تمہیں پتھروں کے اس طوفان میں غرق کر دینا چاہتا ہے۔" ہمزاد ہنسا۔ اس کی بات سمجھ کر میں بھی ہنسنے لگا۔ پھر میں چونک اٹھا۔ مجھے کوئی خیال آیا تھا۔

"ہمزاد...... تم نے مجھے بتایا تھا کہ بلیک ماسٹر کی طاقتیں صرف اسی جگہ اس کے کام آ سکتی ہیں جس جگہ وہ خود موجود ہو۔ اگر بلیک ماسٹر نے ہماری طرف پتھروں کا طوفان بھیجا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یہیں کہیں موجود ہے۔" میں نے کہا اور ہمزاد پر خیال انداز میں سر ہلاتے تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس کا مطلب ہے مجھے فوراً" زمین پر جانا چاہیے' میں زمین پر جا کر اسے تلاش کرتا ہوں' اگر وہ زمین پر ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں کم از کم اس کے ٹھکانے کا تو پتہ لگا ہی لوں گا اور اگر وہ زمین کے نیچے کہیں موجود ہے تو اس کیلئے مجھے زمینی کیڑوں سے مثلاً" سانپ اور چیونٹیوں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔" اس نے پرخیال انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور میری طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اجازت طلب کر رہا ہو۔

"میں تمہیں جانے سے نہیں روکوں گا۔ مگر یہ طوفان۔" میں نے گرد و غبار یعنی پتھروں کے طوفان کو پھیل کر اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"جس جن کو آگ کا طوفان نہیں روک پایا اس جن کیلئے پتھروں کے طوفان کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔ اس وقت میری نظر دوسری سمت پڑی...... اس طرف مجھے جیسے سینکڑوں بڑے بڑے سائے ہوا میں تیرتے دکھائی دیئے۔

"اور کالے سائے...... یہ تو پاتال کی بدروحوں کے سائے ہیں۔"
ہمزاد نے بھی شاید ان اڑتے ہوئے سایوں کو دیکھ لیا تھا۔

"پاتال کی بدروحوں کے سائے۔" میں نے منہ سے نکالا۔

"ہاں سکندر...... اس کا مطلب ہے کہ بلیک ماسٹر اس وقت زمین کے اوپر نہیں زمین کے نیچے تھے اس نے ہزاروں سال سے قید پاتال کی بدروحوں کے سایوں کو زندہ کیا ہے اور تمہاری ہلاکت کیلئے بھیجا ہے' ان کے پاس بجلیاں برسانے والے خطرناک ترشول ہیں۔ پتھروں کے طوفان سے تو تم بچ جاؤ گے مگر یہ زندہ سائے تمہارے لئے کسی حد تک خطرناک ہو سکتے ہیں۔ خطرناک سے مراد یہ نہیں کہ یہ تمہیں جان سے مار دیں گے۔ مگر ان کے ہاتھوں میں بجلیاں برسانے والے جو ترشول ہیں۔ ان کی مدد سے یہ تمہیں بے بس کر سکتے ہیں۔ تمہاری آگ کی طاقتوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"کیا نقصان۔" میں نے پوچھا۔

"جس طرح انسان کے جسم میں کوئی خنجر یا گولی ماری جائے تو اس زخم سے خون رسنا شروع کر دیتا ہے' اسی طرح پاتال میں پگھلے ہوئے لاوے کے بنے ہوئے ترشول جنات کو مارے جائیں تو ان کے زخموں سے آگ خون کی طرح باہر نکل جاتی ہے۔ جس سے جن نہ صرف کمزور ہو جاتا ہے بلکہ اس میں آگ برسانے کی طاقت بھی نہیں رہتی۔ یعنی اگر ان کالے سایوں میں سے کسی ایک کا ترشول تمہارے جسم میں اتر گیا تو تمہاری ساری جناتی طاقت ختم ہو جائیگی اور تم آگ کی طاقت سے کوئی کام نہیں لے سکو گے۔" ہمزاد نے پریشان ہو کر کہا۔

"اور مگر تم نے تو بتایا تھا کہ مجھ پر سوائے برف کے پانی کے علاوہ دنیا کا کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا۔"

"ہاں میں نے دنیا کے ہتھیاروں کی بات کی تھی مگر ان کے ہاتھوں میں جو ترشول ہیں وہ دنیا کے نہیں پاتال کے ہتھیار ہیں۔" ہمزاد نے وضاحت کی۔

"تب پھر ان کو اپنے قریب ہی کیوں آنے دیا جائے' میں آنکھوں سے آگ کے گولے اور انگلیوں سے بجلیاں برسا کر انہیں ختم کر دیتا ہوں۔" میں

نے جلدی سے کہا۔

"یہی مناسب رہے گا۔ تم اپنی طاقتیں آزماؤ اور میں انہیں قریب آنے سے روکنے کیلئے اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں۔" اس سے کہا اور میں نے اثبات میں سرہلا دیا۔ اور پھر ہم فضا میں معلق ہو کر سایوں پر آگ برسانے لگے' میں صرف ان پر اپنی آنکھوں سے آگ کے گولے پھینک رہا تھا بلکہ ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر روشنی کی لکیریں بھی ان پر پھینک رہا تھا۔ آگ کے گولے اور روشنی کی لکیریں ان سایوں پر پڑ رہی تھیں اور وہ خشک کاغذوں کی طرح جلتے جا رہے تھے' ہمزاد بھی ان پر آگ کے شعلے پھینک رہا تھا۔ مگر سایوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ وہ مسلسل ہماری طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔

"نہیں سکندر...... ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے' یہ سینکڑوں ہزاروں میں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور یہ تین اطراف سے ہماری سمت بڑھ رہے ہیں جبکہ چوتھی سمت پتھروں کا طوفان بھی ہمارے قریب آتا جا رہا ہے۔" چند لمحوں بعد ہمزاد نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے۔"

"ان سے بچنے کیلئے ہمیں بھاگنا ہی پڑے گا۔ ان لاکھوں کی تعداد میں بڑھتے ہوئے سایوں میں سے کسی ایک سائے کا ترشول ہی تمہارے لئے کافی ہو گا۔" ہمزاد نے کہا۔

"مگر ہم بھاگ کر جائیں گے کہاں۔ سائے ہمارا تعاقب نہیں کریں گے۔"

"جب تک روشنی موجود ہے تب تک یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اندھیرا ہوتے ہی انہیں غائب ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یہ بھی میری طرح روشنی کے محتاج ہیں۔ ان کی طاقت صرف روشنی تک ہی محدود ہے۔" ہمزاد نے کہا۔

"آؤ پھر ان پتھروں کے طوفان کی طرف چلتے ہیں۔ یہ تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے ناں۔"

"پتھر تو ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے' مگر طوفان کی شدت ہمیں آگے بڑھنے سے روک سکتی ہے۔ یہ ہمیں اپنی طاقت سے ان سایوں کی طرف دھکیلے گا۔ شیطان بوڑھے نے شاید اس لئے اس طرف سے پتھروں کا طوفان بھیجا ہے۔"

"اوہ ابھی شام ہونا شروع ہوئی ہے' اندھیرا ہونے میں ابھی کافی وقت ہے۔ تب تک ہم ان خطرناک سایوں سے کیسے بچ پائیں گے۔" میں نے بدستور پریشان لہجے میں کہا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے۔" ہمزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور میں [illegible]

"وہ کیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ کہ تم خود کو کسی اندھیری جگہ میں چھپا لو' ایسی اندھیری جگہ میں جہاں روشنی کی معمولی سی رمق بھی موجود نہ ہو۔" ہمزاد نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ مگر میں ایسی جگہ کہاں تلاش کروں۔" میں نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"وہ دیکھو' سامنے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔ ان پہاڑوں کی کسی اندھیری غار میں چلے جاؤ۔ پہاڑوں میں بہت سی ایسی غاریں ہوتی ہیں جو اندھیری ہوں۔" ہمزاد نے کہا اور میں دور نظر آنے والے دیو قامت پہاڑوں کی جانب دیکھنے لگا جن کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ان پہاڑوں کی طرف جاتا ہوں مگر تم...... تم میرے ساتھ نہیں چلو گے کیا۔" میں نے اس سے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں اندھیرے میں' میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ اس کی وجہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔ تم جاؤ میں اتنی دیر ان سایوں کو یہیں روکتا ہوں۔" ہمزاد نے سخت لہجے میں کہا۔

"مگر۔" میں نے ہمزاد سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے جلدی سے میری بات کاٹ دی۔

"یہ اگر مگر کا وقت نہیں ہے سکندر...... تم میری فکر مت کرو۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جاؤ جلدی کرو وہ ہمارے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہیں اور پتھروں کا طوفان بھی سر پر پہنچ گیا ہے۔ اگر تم طوفان میں گھر گئے تو سایوں سے بچنا تمہارے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو جائے گا۔" ہمزاد کا لہجہ خاصا سخت تھا۔ میں نے ہونٹ بھینچ کر قریب آتے ہوئے سایوں اور پتھروں کے طوفان کی طرف دیکھا اور پھر سر جھٹک کر میں نے غوطہ لگایا اور نہایت تیزی کے ساتھ پہاڑوں کی طرف اڑنے لگا۔ ہمزاد سایوں پر مسلسل آگ پھینک رہا تھا اور سائے کاغذوں کی طرح سے جلتے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے' انہوں نے جو مجھے غوطہ لگا کر نیچے جاتے دیکھا تو سینکڑوں سائے غوطہ مار کر میرے پیچھے لگ گئے' میں اڑتے ہوئے مڑ مڑ کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور ان پر ہاتھوں سے بجلیاں پھینک رہا تھا۔ میں اپنی رفتار تیز سے تیز کرتا جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں میں ایک بہت بڑے اور اونچے پہاڑ کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا سائے بدستور میرے تعاقب میں تھے' اب میری نظریں کسی کھو یا غار کی تلاش میں تھیں' لیکن مجھے اس پہاڑ میں کوئی غار یا کھو دکھائی نہیں دے رہی تھی' پھر میرے ذہن میں آیا کہ زمین سانپ اور پانی کو بڑی جلدی جذب کر دیتی ہے' اور پہاڑ تو خاص طور پر سانپوں کی کمین گاہیں ہوتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میں تیزی سے نیچے آگیا۔ جونہی میرے پیر زمین سے لگے میں نے اپنی جناتی قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے خود کو ایک سانپ بنا لیا۔ اور سانپ بن کر

نہایت تیزی سے پہاڑ کی طرف دوڑنے لگا۔ اس وقت کئی ترشول میرے اردگرد آکر زمین میں دھنسنے لگے' سایوں نے شاید مجھے سانپ بنتے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے دور ہی سے مجھ پر ترشول پھینکنا شروع کر دیئے تھے' یہ دیکھ کر میں نے اپنی رفتار اور زیادہ تیز کر لی اور پہاڑ کے ایک حصے میں سوراخ دیکھ کر میں تیزی سے اس میں گھستا چلا گیا۔ یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ سوراخ اندر سے خاصا چوڑا' تاریک اور طویل تھا۔ شاید یہ کسی سانپ ہی کا بل تھا میں تیزی سے اس کے اندر اترتا چلا گیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں کافی گہرائی اور تاریکی میں آگیا ہوں تو میں رک گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو سوراخ کا منہ مجھے دور دور تک نظر نہ آیا۔ میں تیزی سے چلتے ہوئے نہ جانے کہاں چھوڑ آیا۔ تب مجھے اطمینان ہوا کہ اب سائے اور ان کے ترشول مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔

میرا دو تین گھنٹوں تک وہاں چھپے رہنا نہایت ضروری تھا۔ دو تین گھنٹوں میں یقیناً رات پڑ جاتی اور رات کے اندھیرے میں سائے لامحالہ واپس لوٹ جاتے۔ بلیک ماسٹر میری توقع سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ مجھے مارنے کیلئے وہ میری راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھا رہا تھا۔ میں ایک جن تھا وہ مجھے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتا تھا مگر وہ کالے علم کا بہت بڑا کھلاڑی تھا اور صدیوں سے زندہ تھا وہ شیطانی حربوں سے میرے قدم روک سکتا تھا۔ بلیک ماسٹر سے زیادہ مجھے ریڈ کراس فائل کی زیادہ فکر تھی جس میں میرے وطن کی ایک لحاظ سے جان اور آن بند تھی' مجھے وہ فائل ہر صورت میں اپنے وطن پہنچانا تھی' مگر وہ فائل کہاں تھی میں ابھی تک مکمل اندھیرے میں تھا اور بلیک ماسٹر بھی سیاہ پردوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا جہاں تک رسائی حاصل کرنا ہمزاد تک کیلئے مشکل امر تھا۔ پھر میں اس تک کیسے اور کب پہنچوں گا اور اسے ہلاک کرنے کیلئے مجھے اور کن کن مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ میں اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں پریشانی کے عالم میں سوچتا چلا جا رہا تھا ایسے مجھے سامنے

سے کسی سانپ کی تیز پھنکار سنائی دی اور میں اپنے خیالوں سے نکل آیا۔ میں چونکہ اس وقت ایک سانپ بنا ہوا تھا اس لئے اندھیرے میں چند لمحے رہنے کے بعد میری آنکھوں سے ایسی چمک خارج ہونا شروع ہو گئی تھی کہ مجھے غار اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہی تھی' میں نے سامنے سے ایک سانپ کو تیزی سے اپنی جانب آتے دیکھا۔ وہ میرے قریب کچھ فاصلے پر آ کر رک گیا۔

"کون ہو تم اور میری کھوہ میں کیوں آئے ہو؟" اس کے منہ سے سیٹی جیسی تیز آواز نکلی جو آسانی سے مجھے سمجھ میں آ گئی۔

"میں تمہاری طرح ہی ایک ناگ ہوں دوست' باہر کچھ دشمن مجھے مارنے کے درپے ہو رہے تھے ان سے جان بچانے کیلئے میں یہاں آ گیا ہوں۔ کیا ایک ہم نسل ہو کر تم میری مدد نہیں کرو گے۔" میں نے اس سے ہمدردی حاصل کرنے کیلئے بے خوف ہو کر کہا۔

"دشمن...... کون دشمن ہیں تمہارے۔" اس نے اسی انداز میں پوچھا۔

"سانپوں اور ناگوں کے دشمن اور کون ہو سکتا ہے دوست' ظاہر ہے چیل' گدھ اور انسان ہی ہمارے دشمن ہیں۔ میں باہر پہاڑوں میں خوراک کی خاطر پھر رہا تھا کہ چند چیلیں مجھ پر جھپٹ پڑیں' میں جان بچانے کیلئے جو سوراخ نظر آیا اس میں گھستا چلا گیا۔"

"ہوں...... تو یہ بات ہے مگر۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"مگر...... مگر اے دوست کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ بات نہیں تم کہہ رہے ہو کہ تم میرے ہم نسل ہو --- اور ایک ناگ ہو مگر تمہارے بدن سے مجھے کچھ اور ہی بو آتی ہوئی محسوس ہو رہی

ہے۔ عجیب سی بو ' آدم زادوں اور جنوں سے ملتی جلتی۔" اس نے میری طرف شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور میں اس کے سونگھنے کی تیز حس کے بارے میں جان کر اس کے اندازے کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو دوست میں سچ مچ سانپ نہیں ہوں...... میں ایک انسان بھی ہوں اور جن بھی مگر اس وقت تمہارے سامنے ایک ناگ کے روپ میں ہوں۔" میں نے اس کے سامنے سچ بول دینے ہی میں بہتری جانی۔

"پھر تم نے مجھ سے پہلے جھوٹ کیوں کہا کہ تم میرے ہم نسل ہو۔" وہ پھنکارا۔

"ہم نسل نہیں ہوں مگر اس وقت تو تمہاری ہم نسل روپ میں ہوں ناں۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر تم ناگ نہیں ہو تو کون ہو اور سچ سچ بتاؤ میری کھوہ میں کیا لینے آئے ہو۔ تم شاید میرے بارے میں نہیں جانتے میں آتشی ناگ ہوں ایک زوردار پھنکار ماروں تو تمہارا وجود ایک لمحے میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائے گا۔" اسنے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ سچ ہے دوست کہ میں اس جگہ دشمنوں سے بچنے کیلئے پناہ لینے ہی آیا ہوں' اچھا سنو میں تمہیں سچ سچ ساری بات بتاتا ہوں۔" میں نے وقت گزاری کی خاطر اسے اپنے بارے میں ساری تفصیل سنانی شروع کر دی۔

"اوہ...... تو تم اصل میں کالے جادوگر کے دشمن ہو...... اسی کالے جادوگر کے جو کئی صدیوں سے زندہ ہے اور پہاڑوں کے نیچے کالے محلے میں شیطانی حرکتیں کرتا رہتا ہے اور معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اپنے دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھاتا رہتا ہے۔" میری کہانی سن کر اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"پہاڑوں کے نیچے کالا محل...... اوہ...... کیا تم اس شیطانی بوڑھے کو جانتے ہو۔" میں نے بری طرح سے چونکتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"بہت اچھی طرح سے' اس بدبخت بوڑھے نے ہماری سات سروں والی ناگن ملکہ کو بھی اپنا غلام بنا رکھا تھا اور پھر اس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئی۔"

"کیا کہا تمہاری ناگن ملکہ ہلاک ہو گئی۔ کب کیسے؟" اس کی بات سن کر میں بڑی بری طرح سے چونکا تھا۔

"ہاں وہ ہلاک ہو گئی' شیطان بوڑھے نے اسے کسی انسان کی طاقتوں کا راز معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس انسان سے ناگن ملکہ کلاوتی کی زبردست جنگ ہوئی اور اس انسان نے ناگن ملکہ کو بری طرح سے زخمی کر دیا۔ مگر وہ اس طاقتور انسان کے ہاتھوں بچ کر نکل بھاگی۔ وہ جنگل میں بھاگی جا رہی تھی کہ اچانک جنگل میں ہر طرف آگ بھڑک اٹھی جس نے آن کی آن میں سارے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ناگن ملکہ نے آگ سے بچنے کیلئے اپنی پوری قوت صرف کر دی مگر اسے کہیں پناہ نہ مل سکی اور اس جنگل کی آگ میں سینکڑوں جانوروں اور انسانوں کے ساتھ زندہ جل گئی۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا اور میری آنکھوں میں موجود چمک کئی گنا بڑھ گئی۔

"ناگن ملکہ مر گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بلیک ماسٹر کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میں اس کو ختم کرنے کیلئے انسان سے جن بن چکا ہوں۔ یہ بات تو سو فیصد میرے مفاد میں جاتی تھی۔ اور یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے نادانستگی میں اس سانپ کو جو کہانی سنائی تھی اس میں سے ناگن رانی والا واقعہ گول کر دیا تھا۔ میں نے سانپ کو مختصر الفاظ میں اپنے بارے میں بتایا تھا۔

"کیا سوچنے لگے؟" سانپ نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں یہ بتاؤ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ طاقت ور انسان کون تھا جس کا راز معلوم کرنے کیلئے تمہاری ناگن ملکہ اس جنگل میں گئی تھی۔" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ناگن ملکہ اس شیطان بوڑھے کی قید میں تھی اور اس سے ہمارا ہر قسم کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ کیا کرتی تھی کہاں جاتی تھی ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا اس کی موت کے بارے میں بھی ہمارے ناگ راجہ کو اپنی طاقتوں سے معلوم ہوا تھا ورنہ شاید ہم کبھی اس کے بارے میں جان بھی نہ پاتے۔ لیکن بہرحال وہ ہماری ملکہ تھی اور اس کی جان اس شیطان بوڑھے کی وجہ سے گئی تھی اس لئے ہم اس کا مجرم صرف اور صرف اس شیطان بوڑھے کو مانتے ہیں۔ اور ناگ راجہ سمیت ہم سب ناگنوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ رہی ہے۔ کہ کسی طرح ہم اس بوڑھے کو ہلاک کر دیں۔ مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ شیطان بوڑھا کالے جادو کا بہت بڑا ماہر ہے اور اس پر ہمارے زہر کا بھی کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اس بوڑھے کے اصل بہت سے روپ ہیں۔ اس کا اصل روپ اور اصل جسم کون سا ہے یہ وہ کسی کو نہیں بتاتا اور نہ کوئی اس کے بارے میں جان سکتا ہے۔ اگر کوئی اسکے اصل جسم میں آگ دیوتا کا ترشول گاڑ دے تو نہ صرف وہ ہلاک ہو جائے گا بلکہ اس کے دوسرے وجود اور اس کی ساری کالی طاقتوں کا بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے گا۔" سانپ بتاتا گیا۔ میں اس کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اتفاق ہی کی بات تھی کہ مجھے ایک ایسا سانپ مل گیا تھا جو بلیک ماسٹر اور اس کی طاقتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اس نے خود ہی باتوں باتوں میں اس کی موت کا راز بتا دیا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ وہ پہاڑ کے نیچے کالے محل میں پوجا پاٹ اور کالے عمل کرتا ہے۔ کیا تم نے اس کا وہ محل دیکھا ہے؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس سے پوچھا۔

"ہاں اس کا محل اس پہاڑ کے نیچے ہے۔ تم اس وقت جہاں موجود ہو اس کھوہ کا دوسرا سوراخ اس شیطان کے محل کی طرف موجود ہے' میں اس

طرف سے آ رہا ہوں۔" اس نے کہا اور خوشی سے میرا دل بھر گیا۔ کیسا اتفاق تھا کہ میں بلیک ماسٹر کے بھیجے ہوئے کالے سایوں کے ترشولوں سے بچنے کیلئے سانپ بن کر جس سوراخ میں گھسا تھا وہی سوراخ اتفاقاً" میری منزل کا راستہ بن گیا تھا۔ یہ خدا کی قدرت نہیں تو اور کیا تھی۔

"کیا بلیک ماسٹر..... اوہ میرا مطلب ہے وہ شیطان بوڑھا اس وقت اس محل میں موجود ہے۔" میں نے سانپ سے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں وہ وہیں ہے اور سات انسان لڑکیوں کو ہلاک کر کے ان کے خون کا غسل لے رہا تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ سات زندہ لڑکیوں کو مار کر ان کے خون کا غسل لے گا تو کوئی طاقتور انسان آسانی سے اس کو نہیں مار سکے گا۔ اور اس کے دیوتا اس کو ایسی شکتیاں دیں گے جس سے وہ اس طاقت والے انسان کو آسانی سے ہلاک کر دے گا۔" سانپ نے بتایا اور سات زندہ لڑکیوں کی ہلاکت کا سن کر میرے دل میں غم و غصے کی شدید لہر دوڑتی چلی گئی۔

"اوہ تو کیا وہ ان سات لڑکیوں کو ہلاک کر چکا ہے۔" میں نے خون سے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میں نے بتایا ناں کہ وہ لڑکیوں کو ہلاک کر کے ان کے خون سے غسل کر رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ کاش میں اس مردود کے ہاتھوں ان معصوم لڑکیوں کو مرنے سے روک سکتا۔" میں نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔ سانپ غور سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے ایک بات پوچھوں کیا مجھے سچ سچ بتاؤ گے کہ تم اصل میں کون ہو؟" اس نے میری طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو...... اور میں --- میں تمہیں اپنے

بارے میں بتا تو چکا ہوں کہ میں کون ہوں۔"

"بتایا تو ہے مگر تم ایک بات شاید بتانا بھول گئے کہ تم ہی وہ انسان ہو جس کی طاقت کا راز معلوم کرنے کیلئے شیطان بوڑھے نے ہماری ناگن کو بھیجا تھا۔ اور ناگن ملکہ کی تم سے جنگ ہوئی تھی' وہ تمہارے ہاتھوں زخمی ہو کر بھاگ نکلی تھی۔ مگر جنگل میں آگ لگنے کی وجہ سے ماری گئی۔ کیوں میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں --- نن...... نہیں۔ مم...... میرا مطلب ہے کہ مم...... میں وہ...... وہ نہیں ہوں۔" میں اسکی نظروں کی تاب نہ لا کر گڑبڑا سا گیا۔

"جھوٹ مت بولو...... تم نے مجھے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اور جس طرح شیطان بوڑھے کی تلاش میں بھٹک رہے ہو وہ اس طاقت والے انسان کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ تم ایک انسان ہونے کے باوجود سانپ کے روپ میں میرے سامنے موجود ہو۔"

اس کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا اور میں اپنے جھوٹ پر شرمسار ہو کر رہ گیا۔

"شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں دوست میں تم سے غالباً" پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ناگن ملکہ کی موت کی وجہ اصل وہ شیطان بوڑھا ہے جس نے ایک عرصہ سے ناگن ملکہ کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔ وہ طاقت والا انسان یعنی تم اس کے قاتل نہیں ہو۔ اس لئے میں یا میری نسل تمہاری دشمن نہیں ہے' بلکہ یہ جان کر کہ تم اس شیطان بوڑھے کو ہلاک کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہو تو یقین کرو کہ مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اس جیسے بے رحم اور شیطان انسان کا ہلاک ہو جانا ہی اچھا ہے جو کئی صدیوں سے معصوم اور بے گناہ انسانوں پر ظلم کر رہا ہے' اس نے آج پہلی بار سات لڑکیوں کو مار کر ان کے خون سے غسل نہیں لیا۔ وہ ہر ماہ ایسا ہی کرتا ہے کبھی سات جوان لڑکیاں' کبھی سات نومولود بچے اس کے ہاتھوں دیوتا پر بھینٹ چڑھتے رہتے ہیں اور اس کا یہ گھناؤنا

عمل کئی صدیوں سے جاری ہے۔"

"مجھے معاف کرنا دوست میں نے اپنے بارے میں واقعی تم سے جھوٹ کہا تھا۔ میں وہی انسان ہوں جس کے ہاتھوں تمہاری ناگن ملکہ بری طرح سے زخمی ہوئی تھی' وہ میرے پاس میری دوست بن کر نہیں دشمن بن کر آئی تھی۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں کسی ایک کو تو ختم ہونا ہی پڑتا ہے۔ وہ میرے ہاتھوں زخمی ہو کر جس جنگل کی آگ میں جل کر ہلاک ہوئی تھی اس جنگل میں آگ بھی میں نے لگائی تھی۔" میں نے اس سے شرمندہ لہجے میں کہا اور اسے ساری بات بتا دی۔

"اوہ...... اوہ ناگن ملکہ نے آخری مرتبہ اگر تم سے کہا تھا کہ اب پربھو نہیں بچے گا اور اس کا آخری وقت آگیا ہے...... تو...... اس کا مطلب ہے کہ واقعی...... واقعی اس کا آخری وقت آگیا ہے۔ ہماری ملکہ جو کہتی تھی وہ پتھر پر لکیر ہوتی تھی' وہ کبھی غلط بات کہتی ہی نہیں تھیں۔ مجھے یقین ہے دوست' وہ واقعی مرے گا۔ اور تمہارے ہی ہاتھوں مرے گا۔" اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوست مرے گا۔ اسے ہر حال میں مرنا ہوگا۔ اگر خدا نے مجھے اس تک پہنچنے کیلئے تمہارا وسیلہ بنایا ہے تو مجھے اس ذات پاک پر مجھے کامل یقین ہے کہ اس مردود شیطان کے پجاری کو ہلاک کرنے میں وہ میرا ساتھ ضرور دے گا۔" میں نے کہا اور وہ میری ہاں میں ہاں ملانے لگا۔

"میرا ایک دوست میرا ہمزاد اس وقت باہر پہاڑوں میں میری تلاش میں ادھر ادھر بھٹک رہا ہوگا۔ وہ اندھیرے سے ڈرتا ہے اور شاید یہاں مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تم باہر جا کر اسے میرے بارے میں بتا سکتے ہو کہ میں اپنی منزل کے قریب پہنچ گیا ہوں۔" میں نے چند لمحے توقف کے بعد اس سے کہا۔

"ہاں ضرور لیکن جس طرح تم میرے زبان سمجھ رہے ہو اور میں

تمہاری بات سمجھ رہا ہوں کیا وہ بھی میری بات سن اور سمجھ لے گا۔" اس نے پوچھا۔

"وہ میرا ہمزاد ہے دوست۔ اگر میں تمہاری زبان سمجھ سکتا ہوں تو وہ بھی ہر بات آسانی سے سن اور سمجھ لے گا۔" میں نے مسکرانے والے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے تب میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا اور اس طرف رینگتا چلا گیا جس طرف سے میں اس کھوہ میں داخل ہوا تھا۔ اور میں اس طرف رینگنے لگا جس جانب اس کھوہ کا دوسرا سوراخ تھا جو شیطان بوڑھے کے محل کی طرف نکلتا تھا۔ میں تیزی سے رینگ رہا تھا اور پھر مجھے کھوہ کا دوسرا سوراخ دکھائی دینے لگا۔

سیاہ پتھروں کی بنی ہوئی وہ ایک ٹیڑھی میڑھی عجیب و غریب راہداری تھی، جس کی سیاہ دیواروں پر بڑی بڑی اور عجیب و غریب شیطانی شکلیں بنی ہوئی تھیں، دیواروں پر کافی فاصلے فاصلے پر جیسے انسانی لڑکیوں کے ہاتھ دیواروں سے باہر نکلے ہوئے تھے جنہوں نے مشعلیں تھام رکھی تھیں، مشعلیں روشن تھیں جس کی سرخ اور زرد روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی جس سے دیواروں پر بنی ہوئی شکلیں اور زیادہ بھیانک دکھائی دے رہی تھیں۔

میں سوراخ سے نکل کر اسی راہداری میں آیا اور ابھی تک سانپ بنا رینگ رہا تھا۔ راہداری دور تک بالکل خالی تھی میں کچھ دیر سانپ بنا رینگتا رہا پھر دوبارہ اپنی انسانی شکل میں آگیا اور اپنے قدموں میں راہداری میں چلنے لگا۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے دیوار پر بنی خوفناک شکلوں کی آنکھیں زندہ ہوں اور وہ مجھے خوفناک انداز میں گھور رہی ہوں میں ان سے خوفزدہ ئے بغیر

آگے بڑھتا رہا۔ پھر اچانک ایک موڑ مڑتے ہوئے میرے سامنے سیاہ لبادے میں ملبوس ایک انسانی ڈھانچہ آگیا۔ اس کے چہرے اور ہاتھ پاؤں میں گوشت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ سیاہ ہڈیوں بھرے چہرے پر آنکھیں بھی نہیں تھیں۔ آنکھوں اور ناک کی جگہ گہرے گڑھے تھے اور اس کا بڑے بڑے دانتوں والا خوفناک چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ترشول تھا۔ میں اسے دیکھ کر رک گیا۔ وہ بھی رک گیا تھا اور میری طرف دائیں بائیں ہلاتا ہوا اس طرح سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی آنکھیں ہوں اور وہ آسانی سے مجھے دیکھ سکتا ہو۔ اس نے مجھ سے بات کئے بغیر اچانک ترشول اٹھایا اور مجھے مارنے کی کوشش کی۔ مگر میں اس کے لئے پہلے سے ہی تیار تھا۔ جونہی اس نے ترشول میری طرف بڑھایا میں تیزی سے ایک طرف ہو گیا۔ اور ساتھ ہی میں نے اس کے ترشول پر ہاتھ ڈال کر اسے پکڑ لیا۔ ترشول پکڑ کر میں نے دوسرے ہاتھ کا مکہ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔ جس طرح ہتھوڑے کی ضرب سے اخروٹ ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے بالکل اسی طرح اس محافظ کی کھوپڑی میرے ہتھوڑے نما مکے کی ضرب سے ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر گئی۔ پھر جیسے ہی اس کی کھوپڑی ٹوٹی اس کے ساتھ ہی اس کے جسم کی باقی ہڈیاں بھی خود بخود ٹوٹ کر زمین پر گرتی چلی گئیں اور سیاہ لبادہ ڈھیلا ہو کر ہڈیوں پر گر پڑا۔

"سکندر یہ وہی بد روحیں ہیں جن کے سائے بلیک ماسٹر نے تمہیں مارنے کے لئے بھیجے تھے اور جن سے بچنے کے لئے تم سانپ بن کر کھوہ میں گھس گئے تھے۔" اچانک مجھے ہمزاد کی آواز سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ میرے سامنے تھا۔

"تم...... یہاں کیسے آگئے؟" میں نے اسے اپنے سامنے موجود پا کر حیرانی اور خوشی سے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

"یہاں روشنی ہے اور روشنی والی جگہ پر پہنچنا میرے لئے کیا مشکل

ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے اور تم نے کیا کہا تھا یہ وہی بدروحیں ہیں جن کے سائے ترشول لے کر میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔"

"ہاں وہ تو سائے تھے مگر یہ اصلی بدروحیں ہیں اور ان کے ترشول سایوں کے ترشولوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ میں نے یہاں آ کر اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے' ایسی ہزاروں لاکھوں بدروحیں اسی محل میں موجود ہیں۔ جو اس شیطانی محل کی حفاظت پر معمور ہیں۔" ہمزاد نے بتایا۔

"اگر تم نے سارے محل کو دیکھ لیا ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ بلیک ماسٹر یعنی شیطان پربھو اس وقت کہاں ہے۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں معلوم ہے وہ اس وقت محل کے ہال نما ایک بہت بڑے کمرے میں شیطان بت کی پوجا کر رہا ہے' سانپ نے تمہیں بتایا ہے ناں کہ اس نے سات لڑکیوں کو مار کر ان کے خون سے غسل لیا ہے۔ وہ خون کا غسل کرنے کے بعد اپنے دیوتا کی پوجا کر رہا ہے تاکہ بت یعنی اس کا دیوتا اس کو اتنی طاقتیں دے کہ وہ کسی طرح تمہیں ہلاک کر دے۔"

"اور کیا وہ مجھے ہلاک کر سکتا ہے؟" میں مسکرایا۔

"ہلاک تو نہیں کر سکتا مگر تمہیں نقصان تو پہنچا سکتا ہے' بدروحوں کے سایوں کے ترشولوں کے بارے میں میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ ان کا ایک ترشول بھی اگر تمہارے بدن میں اتر گیا تو تمہاری جناتی طاقتیں ختم ہو جائیں گی۔ جس جگہ شیطان بوڑھا عبادت کر رہا ہے اس ہال میں ترشولوں والی ہزاروں بدروحیں موجود ہیں۔"

"تب پھر میں کیا کروں؟"

"کچھ نہیں اپنی جناتی طاقتوں سے انہیں ختم کر دو۔ ابھی رات شروع ہوئی ہے اور شیطان بوڑھا صبح ہونے تک بت کی پوجا چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر ایسا

کرے گا تو اس کی ساری طاقتیں ختم ہو جائیں گی۔ یعنی صبح ہونے سے قبل وہ اس عمل کو چھوڑ کر نہیں بھاگ سکتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ عبادت میں مصروف ہے اور میں اس دوران اس کی طاقتوں یعنی بدروحوں کو مار دوں۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"بالکل یہ بہت ضروری ہے۔" اس نے کہا۔

"مگر میں لاکھوں کی تعداد میں ان بدروحوں کو ماروں گا کیسے؟"

"اپنی جناتی طاقتوں سے اور کیسے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس وقت سامنے سے وہ ترشول بردار روحیں موڑ گھومتی ہوئی نظر آئیں۔ انہیں دیکھ کر میں چونکا' میں نے مٹھیاں بند کر کے دونوں ہاتھ ان کی طرف کر دیئے' میری بند مٹھیوں سے شراروں نما سرخ روشنی نکلی اور بدروحوں پر جا پڑیں۔ شعلے ان سے چپکے اور دونوں بدروحیں ایک ساتھ جلی ہوئی ہڈیوں کا ڈھیر بن کر گرتے چلے گئے اور آن واحد میں ان کی ہڈیاں راکھ بنتی نظر آئیں۔

"دیکھا تم جیسے جن کے سامنے بھلا ان بدروحوں کی کیا حیثیت ہے آگ چھینکی اور وہ جل کر راکھ ہوئی نہیں۔" ہمزاد نے ہنس کر کہا اور جواباً میں بھی ہنس پڑا۔

"تو آؤ پھر دونوں مل کر ان کا خاتمہ کرتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ارے باپ رہے مم --- میں بھی چلوں تمہارے ساتھ۔" اس نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی' وہ بھی ہنس پڑا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور ہم دونوں راہداری میں آگے بڑھنے لگے۔ راہداری خاصی طویل اور کھلی تھی' ہم جونہی اس کا موڑ مڑ کر آگے گئے سامنے ہمیں کئی ترشول بردار بدروحیں آتی دکھائی دیں' انہوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ وہ ترشول تان کر تیزی سے ہماری طرف بڑھیں مگر ہمزاد نے ان کی

طرف مڑ کر کے زور سے پھونک ماری' ایک لمحے کیلئے جیسے تیز آندھی سی چلی ہو بدروحیں الٹ کر اور اڑتی ہوئی پیچھے جا گریں اور اس سے قبل کہ وہ اٹھیں میرے ہاتھوں سے نکلنے والے آگ کے شراروں نے انہیں ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں راکھ بنا کر اڑا ڈالا ہم دونوں آگے بڑھتے رہے' اور ہمارے راستے میں جو بھی بدروح آتی ہم انہیں راکھ بنا کر اڑاتے رہے' بھول بھلیوں جیسی طویل اور عجیب و غریب اور مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ہم ہال نما ایک بہت بڑے اور وسیع و عریض کمرے میں آگئے۔

"وہ ہال سچ مچ شیطان خانہ بنا ہوا تھا۔ بڑی بڑی اور اونچی اور نیچی دیواروں پر ہر طرف دیوی دیوتاؤں کی شیطانی شکلیں بنی ہوئی تھیں' یہاں بھی دیواروں پر روشن مشعلوں کی سرخ زرد روشنی موجود تھی' اس روشنی میں ہال کا منظر بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ سارے کا سارا ہال خوفناک بدروحوں سے بھرا ہوا تھا۔ جو پورے ہال میں ترشول لئے اپنی اپنی جگہوں پر ساکت کھڑی تھیں۔ سامنے کافی فاصلے پر ایک بہت بڑا چبوترا تھا جس پر ایک بہت بڑا دیو قامت نیلے رنگ کا بت موجود تھا۔ بت چبوترے پر دھرنا مارے بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اپنے گھٹنے پر تھا اور دوسرا ہاتھ اس طرح اٹھا ہوا تھا کہ اس کی ہتھیلی بالکل سامنے کے رخ تھی جیسے ہندو پنڈت اپنے بھگتوں کو آشیرباد دیتے ہیں۔ بت کا سر گنجا تھا۔ اس کی تین آنکھیں تھیں' دو آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور تیسری ماتھے پر موجود آنکھ بند نظر آ رہی تھی' اس کا رنگ گہرا نیلا تھا البتہ اس کے بڑے بڑے ہونٹ یوں سرخ ہو رہے تھے جیسے اس نے ابھی کچھ دیر قبل کسی کا خون پیا ہو۔ اس کے گلے میں ایک پتھر کا بنا ہوا ایک بہت بڑا ناگ بھی لپٹا ہوا تھا جو اس کے جسم کے مختلف حصوں سے گھومتا ہوا اس کے اٹھے ہوئے ہوئے ہاتھ پر آ رہا تھا۔ اس بت کے سامنے وہیل چیئر پر وہ شیطان بوڑھا موجود تھا جو دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا اس کے سامنے سر جھکائے ہوا تھا۔ اس کا

پورا جسم خون میں رنگا ہوا تھا۔ وہ ان سات لڑکیوں کا خون تھا جن کو مار کر اس بوڑھے نے انکے خون سے غسل کیا تھا۔ البتہ لڑکیوں کی لاشیں کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ میں ہمزاد کے ساتھ ایک اونچی بالکنی نما جگہ پر کھڑا تھا جہاں سے مجھے ہال کا پورا منظر آسانی سے نظر آ رہا تھا۔ اور میں غضبناک نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔"

"کیوں بھائی تربوز — شروع ہو جائیں۔" ہمزاد نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھائی خربوز شروع ہونا ہی پڑے گا۔" میں نے جواباً مسکراتے ہوئے گہری سانس لی۔

"تو پھر یہ لو" یہ کہہ کر اس نے اپنی ایک انگلی اٹھائی اس کی انگلی سے روشنی کی لکیر نکل کر دیوار میں لگی ہوئی ایک مشعل سے ٹکرائی' مشعل پر چنگاریاں سی پھوٹیں اور جلتی ہوئی مشعل ٹوٹ کر نیچے کھڑے سیاہ لبادوں میں ملبوس بدروحوں پر جا گری اور ان کے لبادوں میں آگ لگ گئی۔ ان کے لبادوں میں آگ کا لگنا تھا کہ وہ بری طرح سے اچھل پڑے اور ترشول پھینک کر آگ بجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ آگ نے فوراً انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ بری طرح سے اچھلنے لگے ان کے منہ سے کسی قسم کی کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی' ان کے جسموں میں جونہی آگ لگی ہال میں موجود ساری بدروحوں کے سر ان کی طرف گھوم گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے ان بدروحوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ تب ان بدروحوں کے سر اس طرف اٹھ گئے جس طرف بالکنی میں ہم موجود تھے' اس وقت میں نے اپنی بند مٹھیوں والے ہاتھ اٹھائے اور میرے ہاتھوں سے چنگاریاں اڑنے لگیں' وہ چنگاریاں بدروحوں پر پڑیں اور انکے جسموں میں بھی آگ بھڑکتی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر بدروحوں میں عجیب سی بھگدڑ مچ گئی اور وہ پوری طرح میری طرف متوجہ ہو

گئے اور پھر ان کے ہاتھوں سے کئی ترشول نکل کر میری طرف بڑھتے نظر آئے' مگر میرے ہاتھوں سے مسلسل انگارے اڑ رہے تھے' ان کے پھینکے ہوئے ترشول راستے میں ہی ان چنگاریوں کی زد میں آجاتے اور راکھ بن کر گر جاتے' ہمزاد بھی ان پر دونوں ہاتھوں سے آگ برسانا شروع ہو گیا تھا۔

بدروحیں آگ میں بری طرح سے جل رہی تھیں اور راکھ ہوتی جا رہی تھیں مگر ان کے منہ سے کوئی چیخ کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی' شاید وہ سب کی سب خاموش اور گونگی تھیں' وہ اچھل اچھل کر مجھ پر حملہ کر رہی تھیں' مگر میرے ہاتھوں سے نکلنے والی چنگاریوں کے سامنے ان کی ایک نہ چل رہی تھی' میں ہمزاد کی مدد سے بالکنی سے چھلانگ لگا کر نیچے ہال میں آگیا اور اپنے پیروں پر لٹو کی طرح گھوم کر اور دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر ان پر آگ کی چنگاریاں اڑانے لگا۔ سارے ہال میں آگ ہی آگ بھڑکتی جا رہی تھی اور اس آگ میں سیاہ لبادوں والی بدروحیں جل جل کر ہلاک ہو رہی تھیں۔ ہمزاد نے میرے گرد زرد روشنی کا ایک عجیب سا ہالہ بنا دیا تھا۔ اس ہالے کی موجودگی میں بدروحوں کے پھینکے ہوئے نیزے اب میرے قریب نہیں آپا رہے تھے وہ روشنی کے ہالے سے ٹکرا کر پیچھے ہی گر جاتے جیسے روشنی کی کسی دیوار سے ٹکرا رہے ہوں۔ میں ہالے میں ان پر روشنی کی چنگاریاں پھینک رہا تھا اور ہمزاد آزادی سے بدروحوں کے درمیان گھسا ہوا انہیں آگ کا کفن پہنانے میں مصروف تھا۔

پہلے تو بدروحیں ہم پر غضبناک انداز میں حملے کرتی رہیں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں تو انہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ کمرے کی دیواروں میں اچانک جیسے سینکڑوں دروازے کھل گئے تھے اور بدروحیں ان کھلے دروازوں سے گھستی جا رہی تھیں۔ میں اور ہمزاد متواتر ان پر آگ پھینک رہے تھے' اور وہ جل جل کر گر رہی تھیں' پھر کچھ ہی

دیر میں اپنی جان بچانے والی بدروحیں کھلے ہوئے دروازوں میں گھس گئی اور ہال خالی ہوتا چلا گیا۔ زندہ بدروحوں سے ہال خالی ہوتے ہی دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے بند ہوتے چلے گئے اور پھر اس سارے ہال میں زندہ حالت میں میں ہمزاد اور وہ شیطان بوڑھا رہ گیا جو بدستور بت کے سامنے بت بنا عبادت میں مصروف تھا۔ اس سارے ہنگامے میں اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس ہنگامے کی اسے معمولی سی بھی خبر نہ ہوئی ہو۔ پورے ہال میں ہڈیاں ہی ہڈیاں بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں جلی ہوئی ہڈیاں جن میں ابھی تک آگ لگی ہوئی تھی' بدروحوں کے جاتے ہی اور دیواروں میں موجود دروازے بند ہوتے ہی میں نے اور ہمزاد نے آگ برسانا موقوف کر دیا تھا۔ میری اور ہمزاد کی پھینکی ہوئی آگ نے دیواروں میں بھی آگ لگا دی تھی اور دیواریں جل رہی تھیں جیسے پتھروں کے بجائے خشک لکڑیوں کی بنی ہوں اور آگ لگنے کی وجہ سے دیواروں پر بنی ہوئی شیطانی شکلیں بھی موم کی طرح سے پگھلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ پورا ہال آگ کی تیز روشنی سے بھر گیا تھا۔

"بھاگ گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔" ہمزاد نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے میرے قریب آ کر کہا اور میں مسکرا دیا۔

"ہاں آؤ ذرا شیطان بوڑھے سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں۔" میں نے کہا۔

"یہ مردود اس وقت کہیں اور پہنچا ہوا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ اس وقت اس کی روح اس کے اندر نہیں ہے اس کو زندہ کرنے کے لئے پہلے اس دیو نما بت کو توڑنا پڑے گا۔ جیسے ہی بت ٹوٹنا شروع ہو گا اس کی جان اس کے جسم میں واپس آنا شروع ہو جائے گی اور پھر یہ جاگے گا۔ یہ جاگے گا تب ہی تم اسے مار سکتے ہو۔"

"تو یہ کون سی بڑی بات ہے میں ابھی اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہوں۔" میں نے زمین پر بدروح کا گرا ہوا ایک ترشول اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بڑی بات تو نہیں ہے مگر اس بت کو تم آسانی سے نہیں توڑ سکتے۔ اس وقت تک جب تک کہ اس کی تیسری آنکھ نہیں کھل جاتی۔ چند لمحے انتظار کرو اس کی تیسری آنکھ کھلنے ہی والی ہے۔ جیسے ہی اس کی ماتھے پر موجود تیسری بند آنکھ کھلے تم ترشول اس کی کھلی آنکھ میں دے مارنا۔ اگر تمہارا نشانہ صحیح پڑ گیا اور تمہارا پھینکا ہوا ترشول اس کی آنکھ میں گھس گیا تو بت ٹوٹ پھوٹ کر خود ہی تباہ ہو جائے گا۔"

"اور اگر میرا نشانہ غلط ہو گیا تو؟"

"تو یہاں خوفناک زلزلہ آ جائے گا۔ پہاڑ کے نیچے موجود محل تباہ ہونا شروع ہو جائے گا اور پورے کا پورا پہاڑ نیچے بیٹھ جائے گا اور میں اور تم ہمیشہ کیلئے زندہ حالت میں اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جائیں گے۔ اور اس پہاڑ کے نیچے سے نکلنے کیلئے ہمیں کئی صدیاں درکار ہوں گی۔ صدیوں بعد ہی لیکن بہرحال ہم زندہ حالت میں یہاں سے نکل ضرور جائیں گے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا اور میں جبڑے بھینچ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اور یہ بت کی تیسری آنکھ کھلے گی کب؟" میں نے بت کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"بس کھلنے ہی والی ہے۔" اس نے کہا اور میں بت کی تیسری آنکھ کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔

"تم یہاں کھڑے ہو کر بت کی آنکھ کھلنے کا انتظار کرو میں اس محل میں جا کر اس ریڈ کراس فائل کو ڈھونڈتا ہوں۔ وہ فائل اسی محل میں کسی جگہ موجود ہے۔" ہمزاد نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے یہ واقعی نہایت ضروری کام ہے' اس فائل کا حاصل کرنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس فائل کے بغیر ہم ادھورے ہیں۔ اس شیطان کو تو میں کسی طرح مار ہی دوں گا لیکن اگر فائل نہ ملی تو میرے وطن کی پیشانی کا داغ کیسے دھلے گا۔" میں نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"میں جاتا ہوں فائل یہیں موجود ہے۔ تم بس احتیاط سے کام لینا اور بت کی آنکھ کا ہی نشانہ لینا ورنہ ہمیں سچ مچ یہیں دفن ہونے پر مجبور ہونا پڑے گا اور اس شیطان بوڑھے کا یہاں سے نکلنا کوئی مشکل نہیں ہو گا۔" ہمزاد نے اس بار مجھ سے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں کوشش کروں گا آگے جو خدا کو منظور۔" میں نے سرہلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا اور ہمزاد چلا گیا۔ میں بت کی طرف دیکھنے لگا۔ ترشول میرے ہاتھوں میں تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر سچ مچ میرا نشانہ چوک گیا تو پھر اس کے آگے میرا ذہن بری طرح سے الجھ رہا تھا۔

میں کافی دیر بت کی تیسری آنکھ کا انتظار کرتا رہا۔ پھر اچانک مجھے لگا جیسے سچ مچ بت کی تیسری آنکھ کھل رہی ہو۔ اسکی آنکھ کھلتے دیکھ کر میرے جسم میں جیسے بجلیاں سی بھرتی چلی گئیں۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور یہ خوف ذہن میں جاگزیں تھا کہ کہیں میرا نشانہ خطا نہ ہو جائے' بت کی آنکھ آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی تھی اور میں نے ترشول کا دستہ مضبوطی سے پکڑ کر ترشول والا ہاتھ سر سے بلند کر لیا اور ترشول کو ہاتھ میں اس طرح سے تولنے لگا کہ جیسے ہی بت کی آنکھ پوری طرح سے کھلے میں ترشول اس کی آنکھ میں کھینچ ماروں۔

ایک تو بت بے حد بڑا اور دیو قامت تھا اسی طرح اس کی کھلتی ہوئی آنکھ بھی بے حد بڑی اور اس کے پورے ماتھے پر پھیلی ہوئی تھی' جو آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی تھی۔ میں دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا اپنے پیر زمین پر مضبوطی سے جماتا ہوا ترشول کو حرکت دے رہا تھا اور پھر جیسے ہی بت کی پیشانی والی تیسری آنکھ کھلی میں نے "یا خدا مدد" کا نعرہ لگاتے ہوئے پوری قوت سے

ترشول اس کی طرف کھینچ مارا۔ ترشول میرے ہاتھ سے نکل کر برق رفتار سے بت کی طرف بڑھتا چلا گیا اور...... پھر میں نے اس ترشول کو بت کی تیسری آنکھ میں گھستے دیکھا۔ میرے منہ سے بے اختیار مسرت بھری چیخ نکل گئی۔

ترشول کی تینوں انیاں بت کی آنکھ میں گھس گئی تھیں اور میں نے اس کی آنکھ سے خون کی تین لکیریں نکلتے دیکھی۔ اس وقت اس کی آنکھ میں نیلے رنگ کی روشنی کی لہریں سی چمکی اور پھر ایک دھماکے سے اس کی آنکھ پھٹ گئی' جونہی بت کی آنکھ پھٹی میں نے وہیں چیئر پر موجود پربھو شیطان کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگتے دیکھا۔

پھر اچانک ہی بت کا اٹھا ہوا ہاتھ اس کے کاندھے سے اکھڑ کر نیچے گر پڑا اور زمین پر گرتے ہی شیشے کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا۔ پربھو کو اسی وقت ایک اور جھٹکا لگا۔ اور پھر وقفے وقفے سے بت کے جسم کے مختلف حصے اس کے جسم سے الگ ہو ہو کر گرنے لگے اور کرچی کرچی ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس کی گردن بھی اس کے جسم سے جدا ہو گئی اور زمین پر کسی شیشے کے بڑے برتن کی طرح ٹوٹ گئی۔ جیسے ہی اس کی گردن ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوئی ایک ہولناک دھماکا ہوا اور بت کا بقیہ وجود پھٹ پڑا آگ کا طوفان اس کے جسم سے نکلا تھا اور اس کے جسم کے ہزاروں لاکھوں ٹکڑے اڑ کر دور جا پڑے' اسی وقت شیطان بوڑھے نے حلق پھاڑ کر ایک خوفناک چیخ ماری اور اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ اور وہیل چیئر سمیت میری جانب مڑا اور انگارہ برساتی آنکھوں سے میری جانب گھورنے لگا۔

میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا دوسرا ترشول اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا۔

"تباہ کر دیا۔ برباد کر دیا تم نے میرا سارا شیطان خانہ تباہ کر دیا سکندر مہاراج...... اور تم نے میرے دیوتا کے بت کو بھی توڑ دیا ہے...... تم نے

میری پوجا بھرشٹ کی ہے...... تم انسان نہیں ہو سکتے...... کسی انسان میں ایسی شکتی کہاں کہ وہ میرے شیطانی محل تک پہنچ سکے' میری طاقتوں کو ختم کرے او دیوتا کے بت کو تباہ کرے...... تم کون ہو سکندر مہاراج سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے لرزہ براندام انداز میں کہا۔

"میں تمہاری موت ہوں شیطان بوڑھے۔ تمہارا اور تمہاری شیطان طاقتوں کا دور ختم ہو چکا ہے۔ جس طرح میں نے تمہاری شیطانی طاقتوں اور تمہارے دیوتا کے بت کو تباہ و برباد کیا ہے اس طرح اب میں تمہیں بھی مار ڈالوں گا اور تمہارے وجود سے اس دنیا کو پاک کر کے رکھ دوں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ترشول اٹھائے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"تم مجھے نہیں مار سکتے سکندر مہاراج...... مجھے مارنے کیلئے تمہارے پاس طاقت ہونا بہت ضروری ہے' اپنی پرچھائیں کی مدد سے تم نے میری طاقتوں اور دیوتا کے بت کو تو ختم کر ڈالا مگر...... میں...... میں تمہارے ہاتھوں نہیں مروں گا۔ بلکہ...... تمہیں میرے ہاتھوں مرنا ہوگا۔" اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے جسم سے اس جیسے جسم نکلنے لگے اور چند ہی لمحوں میں وہاں سات وہیل چیئروں پر سات ایک جیسے بوڑھے پربھو جیسے شیطان آ نمودار ہوئے اور میں اپنی جگہ چونک کر رک گیا۔ ان ساتوں بوڑھوں کے ہاتھوں میں سانپ کی طرح بل کھاتی لکڑیں تھیں' مجھے اپنی جگہ رکتا دیکھ کر انہوں نے ایک ساتھ انتہائی استہزائیہ انداز میں ہنسنا شروع کر دیا اور پھر ان کی ہنسی قہقہوں میں بدلتی گئی اور انکے خوفناک قہقہوں سے پورا ہال گونج اٹھا۔

"آؤ مورکھ بالک آؤ' رک کیوں گئے' آؤ مارو مجھے...... ذرا پہچانو تو ہم میں سے اصل پربھو کون ہے۔" انہوں نے قہقہے لگاتے ہوئے ایک ساتھ ہم آواز ہو کر کہا۔ اور میرے حلق سے غراہٹ سی نکل کر رہ گئی۔

بوڑھے مجھ پر خوفناک انداز میں طنزیہ ہنسی ہنستے رہے پھر انہوں نے

اپنی ہنسی اچانک روکتے ہوئے اپنا ایک ایک ہاتھ اٹھا کر میری طرف کر لیا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھتا اچانک ان ساتوں کے ہاتھوں سے آگ کے گولے نکلے اور تیزی سے میری طرف بڑھنے لگی۔ میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا۔ آگ کے گولے میرے جسم سے ٹکرائے اور ٹکراتے ہی بجھ گئے' یہ دیکھ کر بوڑھوں کی آنکھوں میں میں نے حیرت ابھرتے دیکھی۔ میرے لبوں پر اس کی حیرت پر زہریلی مسکراہٹ آگئی۔ وہ چند لمحے میری طرف حیران نظروں سے دیکھتے رہے پھر ان بوڑھوں نے اپنے دوسرے ہاتھ بھی اٹھا دیئے اور انکے ہاتھوں سے آگ کے گولے نکل نکل کر میرے جسم سے پر پڑنے لگے۔ مگر جب ان گولوں نے میرا بال بھی بیکا نہیں کیا تو بوڑھے مارے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئے۔

"نرکھ کی آگ نے تم پر اثر نہیں کیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیسے ممکن ہے؟" اس کے منہ سے حیرت سے نکلا۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سانپ نما سیاہ لکڑیاں نیچے پھینک دیں۔ زمین پر گرتے ہی ساتوں لکڑیاں ایک دوسرے میں ملنے لگیں اور وہاں ایک لکڑی رہ گئی' پھر میں نے اس لکڑی میں حرکت پیدا ہوتے دیکھی۔ وہ لکڑی اچانک سانپ بن گئی تھی اور سانپ کا وجود آہستہ آہستہ بڑا ہونے لگا۔

جس چبوترے پر شیطان بوڑھے موجود تھے ان کے پیچھے ٹھیک اس جگہ جہاں بت موجود تھا زمین میں ایک بہت بڑا سوراخ ہو گیا تھا۔ اور اس گڑھے میں سے انار کی طرح چنگاریاں سی باہر نکلتی ہوئی نظر آرہی تھیں' ایسا لگ رہا تھا جیسے زمین کے اس حصے میں لاوا سا ابل رہا ہو۔ جس کی تیز روشنی شیطان بوڑھوں پر پڑ رہی تھی' اور ان کے ساتوں وجود خون میں لتھڑے ہوئے انتہائی بھیانک دکھائی دے رہے تھے' جو لکڑی زمین پر گر کر سانپ بنی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑا اور دیو قامت اژدھا بن گیا۔ اور پھر اس اژدھے کا [illegible]

پھن پھیل گیا۔ اور وہ پھن اٹھائے میری جانب خوفناک نظروں سے جھومنے لگا۔

"ناگ دیوتا یہی وہ دشمن منش ہے جس کے کارن آپکی چہیتی ناگن ملکہ کلاوتی زندہ آگ میں جل مری تھی' اسے گھور کشٹ دیجیے' مار ڈالیے اسے۔" بوڑھوں کی بات سن کر ناگ نے ایک خوفناک پھنکار ماری اور اپنا پہاڑ جیسا منہ کھول لیا۔ اس کی گول گول اور سرخ آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اس کا وجود اتنا بڑا تھا کہ وہ اپنا پھیلا ہوا پھن اور کھلا ہوا منہ بالکل میرے قریب لے آیا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں سکندر...... میں آگیا ہوں۔ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا ترشول اس کے کھلے ہوئے منہ میں پھینک دو۔ جلدی۔" اچانک مجھے ہمزاد کی سرگوشی سنائی دی اور میں جو ناگ پر مارنے کے لیے ترشول تو رہا تھا اس ترشول کو میں نے جلدی سے اس کے کھلے ہوئے بھاڑ جیسے منہ میں پھینک دیا اور خود لوٹنی لگا کر تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

جونہی ترشول ناگ کے منہ میں گیا ناگ نے جلدی سے اپنا منہ بند کر لیا اور یکدم اپنا پھن نیچے پھینک لیا۔

"یہ کیا ہوا...... یہ کیا کیا تم نے' اگن ترشول ناگ دیوتا کے منہ میں پھینک دیا...... اوہ...... اوہ...... ناگ دیوتا۔ جلدی کیجیے اگن ترشول کو اگل دیں نہیں تو ترشول سے نکلنے والی آگ آپکے شریر میں بھر جائے گی...... اور اور۔" بوڑھے خوفزدہ انداز میں بری طرح سی چلانے لگے' مگر اس سے قبل کہ ناگ ترشول اگل کر باہر پھینکتا اچانک اس کے منہ اور ناک کے سوراخوں سے آگ کا فوارہ سا چھوٹ پڑا۔ اور پھر ایک خوفناک دھماکے سے اس کا وجود پھٹتا چلا گیا۔ آگ کا ایک طوفان سا اٹھا تھا اور ناگ کا وجود وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

"ہلاک کر دیا۔ تم نے میرے ناگ دیوتا کو بھی ہلاک کر دیا۔ تم منش نہیں ہو...... تم منش ہو ہی نہیں سکتے...... تمہارے اندر جو بلوان شکتی ہے وہ

کسی جن کی ہے...... ہاں تم جن ہو۔ سچ مچ کے جن...... اور کسی جن کو بے بس کس طرح سے کیا جا سکتا ہے یہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔" اس نے بری طرح سے چلاتے ہوئے ایک ساتھ کہا۔ پھر میں نے ان ساتوں کے ہونٹ ایک ساتھ ہلتے دیکھے۔

"جلدی کرو سکندر...... ترشول اٹھا کر اس پربھو کے سینے میں گاڑ دو یہ اپنی کالی طاقتوں کو بلانے کیلئے منتر پڑھ رہا ہے۔ اسے یقین ہو گیا ہے کہ تم انسان نہیں ایک جن ہو۔ اس نے اگر منتر پڑھ لیا تو ہر طرف پہاڑ میں سوراخ ہو جائیں گے اور ان سوراخوں سے برف کا سرد پانی یہاں آنا شروع ہو جائے گا۔ جو تمہاری تباہی کا باعث بن جائے گا۔" ہمزاد نے چیختے ہوئے کہا اور میں نے لپک کر زمین سے ایک اور ترشول اٹھا لیا۔

"مم...... مگر ہمزاد' میں ان ساتوں میں سے کس بوڑھے کو ماروں...... یہ ساتوں بالکل ایک جیسے ہیں۔ میں کیسے جان سکتا ہوں کہ ان میں اصل پربھو کون ہے؟" میں نے پریشانی کے عالم میں ہمزاد سے پوچھا۔

"اپنی عقل استعمال کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم جان سکتے ہو کہ ان میں اصل شیطان پربھو کون ہے۔"

”مم --- مگر کیسے؟“ میں نے اس انداز میں کہا اور آگے بڑھ کر غور سے ان بوڑھوں کو دیکھنے لگا۔ مگر وہ سب کے سب ایک جیسے تھے' ان میں بال برابر بھی فرق نظر نہ آ رہا تھا۔

”خیال رہے سکندر ...... ان میں ایک اصل پربھو ہے' باقی اس کی پرچھائیاں ہیں۔ اگر تم نے ترشول اس کی کسی پرچھائیں کو مار دیا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ہم بھی' مگر اس بوڑھے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اور یہ آسانی سے یہاں سے بھاگ جائے گا۔“ ہمزاد نے مجھے خبردار کیا اور میں الجھن آمیز نگاہوں سے بوڑھوں کو دیکھنے لگا۔ کس کو ماروں اور کس کو نہ ماروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بوڑھے آنکھیں بند کئے اطمینان بھرے انداز میں منتر پڑھتے جا رہے تھے اور میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں جیسے ایک کوندا سا لپکا۔ مجھے قبرستان میں ہونے والا واقعہ یاد آیا۔ جب پربھو اپنے تین ہم شکلوں کے روپ میں میرے سامنے فضا میں معلق تھا۔ اس کے دائیں بائیں موجود بوڑھے' مہا شکتی اور ناتھ کے درمیان میں موجود بوڑھے کو پربھو مہاراج کہہ کر پکار رہے تھے' اس وقت پربھو ان دونوں کے درمیان تھا۔ یعنی اصل پربھو درمیان میں اور اس کی پرچھائیاں اس کے دائیں بائیں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تھا تو ان ساتوں بوڑھوں میں سے درمیان والا بوڑھا اصل بوڑھا تھا اس کے دائیں بائیں موجود تین تین بوڑھے اس کے روپ تھے' اس کی پرچھائیاں تھیں۔ اس خیال کے آتے ہی مجھے اپنے وجود میں سرشاری اور مسرت کی لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میں نے نہایت آہستگی سے یہ بات ہمزاد سے کہی تو وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔

”اوہ ...... اوہ ...... تم ٹھیک کہتے ہو سکندر ...... تم بالکل ٹھیک سمجھے ہو ...... مار دو' مار دو اسے ترشول' اصل پربھو یہی ہے۔“ اس نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور میں ترشول لئے تیزی سے چبوترے پر چڑھ گیا۔ پھر میں

نے ان بوڑھوں کے قریب جا کر دائیں طرف موجود تین بوڑھوں کو چھوڑ کر اور بائیں طرف والے تین بوڑھوں کو چھوڑ کر درمیان والے ساتویں بوڑھے کے سینے میں پوری قوت سے ترشول دے مارا۔

بوڑھے کے حلق سے ایک دل ہلا دینے والی چیخ نکلی اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ سا ابل پڑا۔ اس کی آنکھیں یکدم کھل گئیں تھیں اور وہ منہ کھولے خوفناک انداز میں چیختے ہوئے اپنے سینے میں گڑا ہوا ترشول دیکھ رہا تھا۔ میں نے چونکہ پوری قوت سے اس کے سینے میں ترشول مارا تھا اس لئے اس کی وہیل چیئر پہیوں پر گھومتی ہوئے پیچھے جانے لگی اور پیچھے لاوے سے بھرے ہوئے اس گڑھے میں جا گری جہاں پہلے نیلا بت دھرنا مارے بیٹھا تھا۔

اس بوڑھے کی وہیل چیئر جیسے ہی گڑھے میں گری اس وقت باقی بوڑھوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی جانب دیکھنے لگا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے ترشول اصل بوڑھے کی بجائے اس کی کی پرچھائیں کے سینے میں دے مارا ہو۔ مگر پھر اچانک دوسرے بوڑھوں نے بھی حلق پھاڑ پھاڑ کر چلانا شروع کر دیا۔ اور پھر ان کی وہیل چیئریں کسی لٹو کی طرح گھومنے لگیں۔ وہ ہاتھ اور سر مارتے ہوئے بری طرح سے چیخ چلا رہے تھے' اور ان کی کرسیاں لٹو کی طرح گھومتی ہوئیں آگ اگلتے گڑھے کی طرف بڑھنے لگیں۔ اور پھر ایک ایک کر کے وہ اس گڑھے میں گرتے چلے گئے۔ گڑھے میں سے ان کی کربناک اور دلخراش چیخیں مسلسل نکل رہی تھیں۔

”تم کامیاب ہو گئے ...... سکندر تم نے ٹھیک پہچانا تھا۔ درمیان والا ہی اصل بوڑھا تھا۔ اگر وہ اصل بوڑھا نہ ہوتا تو اس کی پرچھائیاں یوں چیختے چلاتیں ہوئیں آگ کے گڑھے میں ہرگز نہ گرتیں۔“ ہمزاد نے خوشی سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اچانک ہی مجھے خیال آ گیا ورنہ ......

"ارے یہ گڑگڑاہٹ کی آواز۔" میرے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے تھے کیونکہ اچانک ہر طرف سے خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں آنا شروع ہو گئی تھیں اور زمین اس بری طرح سے لرزنے لگی تھی جیسے زبردست بھونچال آ رہا ہو۔ اس بھونچال میں اچانک چھت سے پتھر اور مٹی ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگی۔

"ہمزاد یہ...... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"شیطان بوڑھے کے ساتھ ساتھ اس کا شیطان خانہ بھی تباہ ہو رہا ہے آؤ سکندر بھاگو یہاں سے ہمیں جلد سے جلد اس جگہ سے نکلنا ہے۔" ہمزاد نے میرے قریب آ کر میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے جلدی سے کہا۔ اس وقت چھت کا ایک حصہ ٹوٹ کر دھماکے سے نیچے آ گرا۔ اور ہمزاد میرا ہاتھ پکڑ کر ہال میں دوڑنے لگا۔

"مگر وہ فائل۔" میں نے اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔ خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز اس قدر تیز تھی کہ میرے کانوں کے پردے پھٹ رہے تھے اور زمین یوں ہل رہی تھی جیسے ابھی پھٹ جائے گی' دیواروں پر لگی ہوئی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی اور درو دیوار خوفناک دھماکوں سے گرتے چلے جا رہے تھے۔

"فائل میرے پاس ہے۔ اس کی تم فکر مت کرو اور میرے ساتھ تیزی سے دوڑو۔" اس نے جواباً چلا کر کہا اور میں اس کے ساتھ تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ وہ مجھے ہال نما کمرے سے نکال کر ایک راہداری میں لے آیا۔ وہاں بھی ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی اور پتھر اور مٹی گر رہی تھی' دیواروں میں بنائی ہوئی شیطانی شکلیں جیسے زندہ ہو گئی تھیں وہ آگ میں پگھلتی ہوئی بری طرح چیخ چلا رہی تھیں اور ہم آگ میں سے ہوتے ہوئے مختلف راہداریوں میں دوڑ رہے تھے۔

"اس طرف...... اس طرف چلو سکندر...... اس طرف ایک سرنگ

ہے اور ہمیں اس سرنگ کے راستے سے یہاں سے باہر نکلنا ہے۔" ہمزاد نے چلاتے ہوئے کہا اور مجھے لئے ہوئے ایک طرف دوڑنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں ہم ایک تاریک سرنگ میں داخل ہو گئے' وہاں بھی تیز گڑگڑاہٹ کی آواز آ رہی تھی اور زمین بھی اس بری طرح سے ہل رہی تھی۔

"یہ سرنگ بہت طویل ہے سکندر...... پیچھے چند لمحوں بعد سرنگ بھی بیٹھنا شروع ہو جائے گی' اس لئے یہاں سے نکلنے کیلئے ہمیں اڑ کر آگے جانا ہو گا۔ دوسرا یہ کہ آگے اندھیرا ہے اس لئے میں تمہارا ساتھ چھوڑ رہا ہوں' تمہیں اڑ کر اکیلے ہی اس سرنگ سے نکلنا ہو گا۔" ہمزاد نے کہا اور ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں اس کی بات سمجھ گیا تھا میں چند لمحے دوڑتا رہا پھر میں نے اپنی جناتی طاقت کو آواز دی اور پھر میں دوڑتے دوڑتے اپنی جگہ اچھلا اور نہایت تیزی سے سامنے کی جانب اڑتا چلا گیا۔ سامنے سرنگ سیدھی تھی یا ادھر ادھر مڑ رہی تھی اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا اس لئے میں اپنا ہاتھ آگے کر کے آگ کی روشنی پھینکنے لگا۔ سرنگ دور تک سیدھی جا رہی تھی' میں نے اڑتے ہوئے سر گھما کر دیکھا اور پھر خوف سے کانپ کر رہ گیا۔ جس تیزی سے میں آگے کی جانب اڑتا جا رہا تھا اس تیزی سے میرے پیچھے سرنگ بیٹھتی جا رہی تھی' اور میں اس وقت اپنی پوری رفتار سے سرنگ میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ میں جس تیزی سے اڑ رہا تھا اسی تیزی سے سرنگ گرتی رہی' سرنگ جیسے شیطان کی آنت بنی ہوئی تھی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اور پھر کافی دیر بعد دور مجھے سرنگ کا دہانہ دکھائی دینے لگا۔ میں نے اپنی رفتار اور زیادہ تیز کر دی...... انتہائی تیزی سے اڑتے ہوئے میں بندوق کی نالی سے نکلی ہوئی گولی کی طرح سے سرنگ سے نکلتا چلا گیا۔ سرنگ کے دہانے سے میرا نکلنا تھا کہ سرنگ آخری سرے تک نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

صبح کاذب کا وقت تھا ہر طرف دن کی سپیدی نمودار ہوتی ہوئی معلوم

ہو رہی تھی، میں سرنگ کے دھانے سے جس طرف نکلا تھا وہاں تا حد نگاہ تک سمندر پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کی لہریں چھالیں بن بن کر اور شور مچاتی ہوئی پہاڑی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھی، میں سرنگ سے نکلنے کے بعد کافی بلندی تک اڑتا چلا گیا اور پھر میں رک گیا اور پلٹ کر سرنگ کے دھانے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک سمندری پہاڑی سلسلہ تھا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس پہاڑی سلسلے میں ایک بہت لمبی لکیر سی دکھائی دے رہی تھی جو غالباً" سرنگ کے بیٹھنے کی وجہ سے وہاں پڑی نظر آ رہی تھی۔ اس وقت ایک جھماکا ہوا اور میرے سامنے ہمزاد آ نمودار ہوا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم اس سرنگ سے نکل آئے ورنہ میں گھبرا رہا تھا کہ مجھے بیٹھی ہوئی سرنگ کے پاس کھڑے ہو کر تمہارے لئے فاتحہ خوانی کرانا پڑے گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ...... تم مجھے ہمیشہ مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ جاتے ہو۔ اور جب میں مصیبت سے نکلتا ہوں تو سامنے آ جاتے ہو۔" میں نے اسے دیکھ کر پچ پچ غصیلے لہجے میں کہا۔

"میری مجبوری ہے سکندر ...... اس میں سب سے بڑی غلطی تمہاری ہی تھی جو تم نے ہمزاد کے بجائے مجھے سایہ کے نام پر سامنے آنے پر پابند کیا۔ اگر سایہ کے بجائے تم مجھے ہمزاد کے نام سے ہی پابند کرتے تو میں ہر حال میں اور ہر جگہ تمہارے کام آتا اور شاید تمہیں انسان سے جن بننے کے مرحلے سے بھی نہ گزرنا پڑتا۔" اس نے مجھے غصے میں دیکھ کر سنجیدہ ہوتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔ میں غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی سنجیدگی دیکھ کر میرا غصہ ختم ہو گیا۔

"وہ فائل کہاں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے فضا میں ہاتھ مارا دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں موٹے کاغذوں والی ایک فائل آ گئی جس

پر سرخ پین سے موٹا سا کراس بنا ہوا تھا اور اس کراس پر ٹاپ سیکرٹ لکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ فائل خاموشی سے مجھے دے دی۔ میں نے فائل اس سے لے کر دیکھی اور اسے کھول کر اس کے کاغذ دیکھنے لگا۔ کاغذ پر ہندی لفظوں میں کچھ لکھا ہوا تھا جو میری سمجھ سے بالاتر تھی۔

"یہ تو ہندی زبان میں ہے۔" میں نے ہمزاد سے کہا۔

"جی۔" ہمزاد نے اسی سنجیدگی سے مختصر سا جواب دیا۔

"ناراض ہو گئے ہو۔" میں نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" اس نے سر اٹھائے بغیر اسی انداز میں جواب دیا۔

"نہیں ...... تو کنواری دلہنوں کی طرح سر جھکائے کیوں کھڑے ہو۔ ادھر دیکھو میری طرف۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"گڈ یہ ہوئی ناں بات، ہم نے اپنے دشمنوں کو بھی مار دیا ہے اور پربھو جیسے شیطان کا بھی خاتمہ کر دیا ہے اور یہ فائل بھی ہمارے قبضے میں ہے، اب یہ بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"تم یہ فائل مجھے دو میں اس فائل کو اور اصل ہائی جیکروں کو پکڑ کر پاکستان پہنچا دیتا ہوں۔ اس فائل سے ساری تفصیل اور حقیقت خود ہی انہیں معلوم ہو جائے گی اور پھر ہائی جیکر بھی اپنے منہ سے آسانی کے ساتھ سچائی اگل دیں گے۔ اصل فائل اور اصل ہائی جیکروں کی مدد سے وہاں کی حکام اپنے آپ کو آسانی سے بے گناہ ثابت کر دیں گے، یوں بھارت کی سازش کا پول خود بخود کھل جائے گا۔ اور میں امریکی حکام کے ذہنوں پر قبضہ کر کے انہیں پاکستان کو عزت اور بھارت کو ذلت دلانے پر مجبور کروں گا۔" ہمزاد نے کہا اور اس کی بات میرے دل کو لگی۔

"ہاں اگر ایسا ہو جائے تو تمہارا یہ مجھ پر ہی نہیں میری ساری قوم پر بھی بہت بڑا احسان ہوگا۔"

"اس میں احسان کی کونسی بات ہے' کیا میں ایک مسلمان اور پاکستانی نوجوان کا سایہ نہیں ہوں۔ کیا وہ میرا ملک نہیں ہے وطن کی عزت اور آن پر اپنی جان تک قربان کرنے والا وطن کا سپاہی وطن پر احسان نہیں کرتا بلکہ اپنا فرض سمجھتا ہے۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں داد بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہمزاد مجھے فخر ہے کہ تم میرے سائے ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم انہیں جذبات اور اپنی نیک خیالوں کے ساتھ میرے ساتھ رہو گے۔"

"ساتھ ضرور رہوں گا مگر زندہ حالت میں نہیں۔ ایک سایہ بن کر کیونکہ میں صرف چالیس دنوں کیلئے تمہارے ساتھ ہوں۔ چالیس دنوں بعد میں پھر سے تمہارا سایہ بن جاؤں گا جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا۔ تمہاری حرکتوں کا محتاج ہو کر۔ تم حرکت کرو گے تو میں حرکت کروں گا۔ ورنہ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اوہ ...... کیا تم اسی طرح زندہ حالت میں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے؟" اس کی بات سن کر میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"مت بھولو سکندر کہ تم مجھے آزاد کر چکے ہو۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ...... اوہ ...... مگر اسی عمل کے ذریعے یہ تو ممکن ہے کہ میں تمہیں پھر سے زندہ کر دوں اور ہمیشہ زندہ حالت میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔"

"نہیں اب یہ بھی ممکن نہیں رہا۔ ہمزاد ایک ہی دفعہ اور ایک ہی عمل سے ہاتھ آتا ہے۔ دوسری مرتبہ اسے کسی بھی صورت میں زندہ نہیں کیا جا

سکتا۔" اس نے کہا اور میں پریشان ہو کر رہ گیا۔

"اف میرے خدا یہ انجانے میں مجھ سے کیا بھول ہوگئی اس سے تو اچھا تھا کہ تمہیں اپنا غلام بنائے رکھتا اور آزاد ہی نہ کرتا۔" میں نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔

"بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا۔ میں بہرحال جتنے دن تمہارے ساتھ ہوں تمہارا ہر طرح ساتھ دوں گا۔ تمہیں دولت شہرت اور عزت دلانے میں کوئی کمی نہ رکھ چھوڑوں گا۔" اس نے کہا۔

"مجھے دولت' شہرت اور عزت کی نہیں تمہاری ضرورت ہے ہمزاد تھوڑے دنوں میں ہی سہی مگر مجھے تمہاری عادت سی ہو گئی ہے۔ تمہارے بغیر جینا میرے لئے بہت مشکل اور اذیت ناک ہو گا۔" میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"دکھ تو مجھے بھی ہے سکندر ...... لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ میں زندہ حالت میں نہ سہی لیکن سایہ بن کر تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔" اس کے لہجے میں بھی درد کی آمیزش تھی۔

"اس سائے اور اس سائے میں بہت فرق ہے ہمزاد۔" میں کراہا۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی جدائی کے غم سے میری آنکھوں میں سچ مچ آنسو آگئے تھے۔ وہ بھی خاصا دلگیر دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اچانک وہ چونک پڑا۔

"سکندر ...... میں پہلے ناکل اور ہائی جیکروں والا کام کر آؤں اس کے بعد میں عالم الارواح میں جاتا ہوں اور وہاں سے نیک روحوں سے جا کر پوچھتا ہوں' شاید ان سے میرا زندہ حالت میں آپ کے ساتھ رہنے کا کوئی طریقہ معلوم ہو جائے۔" اور میں اس کے چہرے پر امید کی جگمگاتی ہوئی کرنوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"خدا کرے کہ کوئی ایسا طریقہ دریافت ہو جائے اور تم ہمیشہ میرے

ساتھ رہو۔ ورنہ پریشانی اور درد سے میرا سینہ پھٹا جا رہا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر میں چلتا ہوں۔ ارے مگر آپ کہاں جائیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے پاکستان کی ساکھ بحال کرنے کیلئے بڑی بھاگ دوڑ کرنا پڑے گی' مجھے دو تین دن بھی لگ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی اور اگر میں عالم الرواح میں گیا تو اس کیلئے بھی مجھے دس دن اور دس راتیں درکار ہوں گی۔ اس دوران آپ کیا کریں گے اور کہاں رہیں گے۔"

"جب تک تم اچھی خبریں لے کر واپس نہیں آ جاتے تب تک میں یہیں انہی پہاڑوں میں رہوں گا اور دن رات خدا کے حضور جھکا رہوں گا کہ وہ مجھے ہمیشہ کیلئے تمہارا ساتھ دے دے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ تو ایسے کہہ رہیں ہیں جیسے میں آپکا سایہ نہیں آپکی محبوبہ ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"تمہیں کیا معلوم ہمزاد ...... تم میرے لئے کیا ہو ...... تم میرے لئے کسی محبوبہ سے بھی بڑھ کر ہو۔" میں نے پوری سچائی سے کہا۔

"مر گئی بے چاری۔"

"کون؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپکی ہونے والی آٹھ دس درجن بچوں کی ماں۔ یعنی آپکی بیوی اگر آپ نے مجھے اپنی محبوبہ بنا لیا تو وہ کہاں جائے گی؟" اس نے ہنس کر کہا اور نہ چاہتے ہوئے بھی میری ہنسی نکل گئی۔

"اچھا اب مذاق چھوڑیں اور آئیں میرے ساتھ۔" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کہاں۔" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"بھائی تربوز ...... بلکہ جن صاحب ...... آپ کا مشن ختم ہو گیا

ہے آپکو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں تا کہ پھر سے انسان بنا دوں۔ یا ساری عمر آپ کا جن ہی بنے رہنے کا ارادہ ہے۔"؟

"اوہ ۔۔۔ کک ...... کیا میں پھر سے انسان بن سکتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے؟" میں تو سمجھا تھا کہ اب مجھے ساری عمر ایک جن بن کر ہی زندہ رہنا پڑے گا۔ اور میں دوبارہ انسان کبھی نہیں بن سکوں گا۔ کک ۔۔۔ کیا انسان بننے کیلئے مجھے پھر سے آگ کی قبر میں اترنا پڑے گا۔"

"نہیں بس آپکو میرے ساتھ چاہ زیست میں جانا ہو گا۔ وہاں میں آپ پر ایک عمل کروں گا اور آپ کے جسم سے ساری آگ ختم کر دوں گا اور اس چاہ زیست میں چاندی کے گھڑوں میں آپ کا خون اور آپکی روح موجود ہے۔ دونوں چیزیں آپکے جسم میں ڈال دوں گا تو آپ پھر سے پہلے کی طرح ایک مکمل انسان بن جائیں گے۔" اس نے بتایا اور میں دل ہی دل میں خدا کا شکر بجا لانے لگا ورنہ پھر سے آگ کی قبر میں اترنے کے خیال سے ہی میرے وجود میں لرزا طاری ہو گیا تھا۔

"جناتی زندگی ختم ہونے اور جن سے دوبارہ انسان بنانے کیلئے آپکو چاہ زیست میں بیس دن گزارنے ہوں گے۔ آپکو کوئی اذیت اور کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ آپکو بس یہی احساس ہو گا جیسے رات کو آپ اپنے بستر پر سوئے ہوں اور دن کو جاگ گئے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پہلے مجھے آپ کو چاہ زیست کے عمل سے گزار لینا ہی بہتر ہو گا۔ بیس دن آپ چاہ زیست میں آرام کریں اور اس دوران میں دوسرے کام کر لوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے اثبات میں سرہلا دیا۔ اور پھر ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے سمندر کے فراخ سینے پر اڑنے لگے۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک آرام دہ بستر پر اور ایک خوبصورت کمرے میں پایا۔ ہمزاد میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں جلدی سے اٹھ بیٹھا اور اپنے جسم کو بے چینی سے چھو چھو کر دیکھنے لگا۔

"بیس دن گزر گئے' کک...... کیا میں پھر سے انسان بن گیا ہوں ہمزاد ۔۔۔ اور تم ...... تم عالم الرواح سے ہو کر آ گئے ہو ...... عالم الرواح کی نیک روحوں نے کیا بتایا ہے کیا تم ہمیشہ کیلئے میرے ساتھ رہ سکتے ہو ناں۔" میں نے بستر سے اٹھ کر اسے دیکھتے ہوئے نہایت بے چینی سے اس سے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

سمندر کے سینے پر کئی گھنٹے سفر کرنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آنکھیں بند کر لوں' وہ مجھے نیند کے عالم میں چاہ زیست میں لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے اڑتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا اور مجھے آنکھیں بند

کرنے کو کہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو اس نے کچھ پڑھ کر میرے چہرے پر پھونکیں مارنا شروع کر دیں۔ جس سے چند ہی لمحوں میں مجھے نیند نے آ لیا اور میں اس کے ہاتھوں میں ہی گہری نیند سو گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا وہ مجھے کہاں لے گیا۔ کس طرح لے گیا اور میرے ساتھ کیا عمل کیا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اس وقت سونے کے بعد اب میری آنکھ کھلی تھی اور میں ایک بڑے اور خوبصورت کمرے میں ایک آرام دہ بستر پر تھا۔

"ہاں سکندر...... میں تمہیں جن سے دوبارہ انسان بنا دیا ہے۔ اب تمہاری اصلی روح بھی تمہارے جسم میں ہے اور خون بھی تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے' آج تم ہر عمل سے گزرنے کے بعد بیسویں دن جاگے ہو۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور۔۔۔ اور وہ فائل۔ وہ ہائی جیکر ان کا کیا ہوا؟ اور تمہیں ہمیشہ میرے ساتھ رہنے کیلئے عالم الرواح میں بھی تو جانا تھا۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"فائل اور مجرم میں نے پاکستانی حکام کے حوالے کر دیئے تھے اور میں نے بھاگ دوڑ کر کے تمہارے ملک کی کھوئی ہوئی ساری ساکھ بحال کر دی ہے اور بھارت کو پوری دنیا میں اس قدر رسوا کروایا ہے کہ رہتی دنیا تک وہ اپنے زخموں کو چاٹتے رہیں گے۔ تم نے ان کے کرتا دھرتا اور اصل طاقت بلیک ماسٹر جیسے شیطان کو مار کر ویسے بھی ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی' ان کے پاس اب بچا ہی کیا ہے۔ پوری دنیا نے اس ملک کے ساتھ بائیکاٹ کر لیا ہے' ان پر ہر طرح کی اقتصادی اور معاشی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ اس وقت بھارت پوری دنیا سے الگ اور تنہا رہ گیا ہے۔ اگلے پچاس برسوں تک اسے اپنا ہر زخم خود ہی دھونا اور اس پر خود ہی مرہم لگانا پڑے گا اور میں عالم الرواح میں گیا تھا...... وہ...... وہ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے چہرے پر شدید مایوسی طاری تھی'

اسکی مایوسی دیکھ کر میرا دل بیٹھنے لگا۔

"کک...... کیا کوئی راستہ نہیں نکلا۔" تو میں نے اس کی طرف مایوسی سے دیکھتے ہوئے کمزور لہجے میں پوچھا۔

"راستہ تو ملا ہے...... مگر۔"

"مم...... مگر...... مگر کیا؟"

"اس کے لئے آپ کو وقت کا انتظار کرنا پڑے گا سکندر صاحب۔" اس نے دردانگیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میری آنکھوں میں جیسے چمک بھر گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم زندہ سایہ بن کر میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ کس طرح...... کس طرح ہمزاد مجھے بتاؤ اس کے لئے مجھے کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟" میں نے بے قراری سے بستر پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کم از کم چالیس ماہ تک...... چالیس ماہ تک مجھے آپ سے دور رہنا ہوگا۔ یہاں تک کہ میں آپ کا عام سایہ بھی نہیں بن سکوں گا۔ یعنی آپ کو اپنے سائے کے بغیر چالیس ماہ گزارنا ہوں گے' اس کے بعد آپ کو چالیس روز کا اصل تسخیر ہمزاد کا چلہ کاٹنا ہوگا۔ تب میں آپ کے پاس زندہ حالت میں واپس آجاؤں گا اور جتنے عرصہ کیلئے آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنے کا پابند کریں گے اتنا عرصہ آپکے ساتھ رہوں گا۔"

"چالیس ماہ...... اوہ...... اس کا مطلب ہے کہ تین سال اور چار ماہ...... اوہ یہ تو خاصا طویل عرصہ ہے۔" میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں اسی لئے تو میں اداس ہوں۔" اس نے اداسی سے کہا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔

"بہرحال میرے لئے یہی بہت ہے کہ تم میرے پاس واپس آسکتے ہوئے تین سال اور چار ماہ کی جدائی ہی ہے ناں۔ میں سمجھوں گا کہ میں اپنی

محبوب کو چھوڑ کر اتنے عرصہ کیلئے پردیس آگیا ہوں اور واپس جاتے ہی اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پالینا ہے۔ ویسے بھی سنا ہے کسی کی جدائی اس کی محبت کو بڑھانے اور جلا دینے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔" میں نے بظاہر خوش ہو کر مگر دل میں اداس ہو کر کہا اور وہ مسکرانے لگا۔

"ارے ہاں یہ کون سی جگہ ہے کہاں لائے ہو مجھے؟" میں نے اس کا خیال ہٹانے کیلئے پوچھا۔

"آپ اس وقت امریکہ کے اس ہاسٹل کے کمرے میں موجود ہیں جسے آپکے یونیورسٹی کی طرف سے آپکے لئے الاٹ کیا گیا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اچھل پڑا۔

"ہائیں...... کک...... کیا مطلب؟" میں ہکلایا۔

"جی ہاں...... میں آپ کو امریکہ لے آیا ہوں۔ جب میں پاکستان کے حکام' ہائی جیکروں اور پوری دنیا کے دماغوں میں آپکے وطن کی ساکھ اور بھارت کیلئے ذلت ڈال سکتا ہوں تو اس یونیورسٹی کے لوگوں اور لیکچررز کے دماغوں میں یہ بات ڈالنا میرے لئے کون سی بڑی بات ہے کہ آپ کل پاکستان سے روانہ ہوئے' اور امریکہ آکر متعلقہ یونیورسٹی میں جوائننگ دی اور سیدھے اپنے ہاسٹل کے کمرے میں آگئے۔" اس نے کہا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یا میرے خدا...... ہمزاد تم تو سچ مچ ایک خطرناک ترین ہستی ہو...... تم بڑے بڑے دماغوں کو بدل کر رکھ سکتے ہو تو تمہارے سامنے میرا دماغ کیا حیثیت ہے تم سے تو ڈرنا پڑے گا۔ بھائی ورنہ تمہارا کیا بھروسہ تم کس وقت میرا دماغ خراب کر دو اور میں جنگلوں میں ویرانوں اور بیابانوں میں ہمزاد ہمزاد کرتا بھاگتا پھروں۔" میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگا۔

اسی وقت میرے پلنگ کے قریب تپائی پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج

اٹھی اور میں چونک اٹھا۔

"آپکی والدہ محترمہ کا فون ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اسکی طرف پریشان نظروں سے دیکھنے لگا۔

"امی جان کا...... مم...... مگر۔"

"گھبرایئے نہیں انہیں بھی یہی معلوم ہے کہ آپ دو روز قبل جہاز میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے یہ معلوم کرنے کیلئے فون کیا ہے کہ آپ خیریت سے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ جہاز میں آپکو کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔" اس نے کہا اور میں اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ٹیلی فون اٹھا لیا۔ دوسری طرف واقعی میری والدہ تھیں اور وہ وہی کچھ پوچھ رہی تھیں جو ابھی ابھی ہمزاد نے بتایا تھا۔ اور میرے منہ سے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ ہمزاد نے بتایا" انکے دماغ بھی بدل دیا تھا' اور انکے ذہن سے یہ تصور بھی محو کر دیا تھا کہ میرا جہاز کبھی اغوا ہوا تھا اور میں انکے لئے ایک عرصے سے لاپتہ تھا۔ اس نے ان کے دکھ درد اور پریشانی کو بھی ختم کر دیا تھا کیونکہ میری والدہ کے لہجے میں کوئی غم' دکھ اور پریشانی کا عنصر نہ تھا اور میں ہمزاد کی طرف احسان مندانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور پھر اچانک میری آنکھوں سے اس کی احسان مندی کیلئے آنسو کے دو قطرے نکلے اور لڑھک کر میرے گالوں پر آ گئے۔

ختم شد